میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر مدلل تحریر
فیضانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ
تالیف
حضرت علامہ مولانا محمد امجد صدیقی مدظلہ العالی
ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر مدلل تحریر

فیضانِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حضرت علامہ مولانا محمد امجد صدیقی مدظلہ العالی

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... فیضانِ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

موضوع .... ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف .... حضرت علامہ مولانا محمد امجد صدیقی مدظلہ العالی

صفحات ۲۷۲

کمپوزنگ .... کاشف عباس

تاریخ اشاعت .... مارچ ۲۰۱۳ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... 200/- روپے

انتساب

میں اپنی اس قلمی کاوش کو فخر آدم و بنی آدم امام الانبیاء خطیب الانبیاء صاحب التاج والمعراج، شب اسریٰ کے دولہا، حبیب کبریا، شفیع امت، شاہکار تخلیق قدرت، جان کائنات، راکب پشت براق سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دلدار حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے چین جد الحسن والحسین حضور پُرنور

سیدنا و مولانا حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ

(فداہ روحی و ابی و امی)

کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ناچیز

محمد امجد صدیقی

نگاہِ لطف وعطاء

زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین، قدوۃ الاولیاء، سلطان العارفین
برھان الواصلین، سلطان الفقراء

حضور سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ)

فنافی عین ذات یاھو

کے شہزادے

فخر الاولیاء، سید المشائخ، مرشدی ومربی حضور قبلۂ عالم سلطان ابن سلطان
نباض ملت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ الحاج

پیر سلطان فیاض الحسن سروری قادری صاحب (مدظلہ العالی)

زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو ضلع جھنگ

سگ دربارِ باھو
محمد امجد صدیقی سلطانی سروری قادری

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

تقریظ اجمل

حضرت الحاج صاحبزادہ پیر سلطان فیاض الحسن سروری قادری

چیئرمین حضرت سلطان باہو ٹرسٹ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۔

آج معاشرہ میں جو بگاڑ پیدا ہو چکا ہے اس کا اگر حل ہے تو وہ رسول کریم ﷺ کی محبت ہے جس کو اللہ نے قرآن پاک میں بھی بیان کیا ہے

ہمارے علامہ صاحب خطیب ملت قاری محمد امجد صدیقی سلطانی سروری قادری نے میلاد پاک کے حوالہ سے خوبصورت ایک گلدستہ بنا کر سامنے رکھا ہے۔

اللہ کریم موصوف کو مزید کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

تقریظ دلپذیر

ابوزین مولانا محمد اقبال عطاری

شیخ الجامعہ و پرنسپل جامعہ صفیہ عطاریہ للبنات (رجسٹرڈ) نزد قبرستان پکی کوٹلی سیالکوٹ

اللہ عزوجل کا کروڑ ہا شکر جس نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا اور جس نے حضرت علامہ مولانا محمد امجد صدیقی مدظلہ کو لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے مولانا موصوف کی پہلی تصنیف کو بغور پڑھا اور اس دوسری تصنیف کو بھی بغور پڑھا تو ان دونوں میں جو مجھے سب سے بہترین چیزیں نظر آئیں وہ درج ذیل ہیں:

- قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی تخریج
- میلاد مصطفیٰ ﷺ ہم کیوں مناتے ہیں اس کی عام فہم تفہیم
- اور اس کے علاوہ معمولات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور سلف و صالحین سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کو ثابت کیا ہے۔
- اس کے علاوہ ہر ہر آیت اور ہر ہر حدیث مبارکہ کی اجمالاً اور جامع توضیح اور شرح کی گئی ہے۔

میں آخر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل علامہ موصوف کے علم و عمل، زورِ قلم کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

العبد المذنب

محمد اقبال عطاری

11/1/13

تقریظ حسن

حضرت علامہ مولانا حافظ تنویر احمد قادری وٹالوی

سابقہ خطیب آستانہ عالیہ قاسمیہ قادریہ ڈھوڈا شریف گجرات

بحمدہ تعالیٰ ہمارے فاضل دوست حضرت علامہ محمد امجد صدیقی مدظلہ العالی کی یہ دوسری کاوش نظروں سے گزری تو دل پڑھ کر باغ باغ ہوگیا۔ اس کتاب کی جو چیز سب سے زیادہ اچھی لگی وہ ہے کتاب کی ترتیب اور حوالہ جات اور انداز تخریج اس کتاب کو قرآن پاک کی آیات، احادیث نبوی ﷺ اور اقوال اولیاء سے مزین کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے قارئین کو میلاد مصطفےٰ ﷺ کے حوالہ سے علمی اور تحقیقی مواد میسر آئے گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب عامۃ الناس بلکہ علماء، خطباء حضرات کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔

آخر میں علامہ موصوف کے لیے دعا گو ہوں کہ رب ذوالجلال ان کے قلم وقرطاس اور علم وفضل کے اندر مزید وسعت عطاء فرمائے۔

احقر العباد

حافظ تنویر احمد قادری وٹالوی

11/1/13

تقریظ جمیل

الحمدللہ! ہمارے مہربان مشفق دوست خطیب پاکستان فاضل نوجوان عالم باعمل حضرت علامہ مولانا محمد امجد صدیقی صاحب جو حال میں اہل سنت کی مرکزی عہاور قدیمی دینی درسگاہ جامعہ حضرت فقیہ اعظم میں بڑی جانفشانی سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

صدیقی صاحب نے پیغمبری پیشہ کو اپناتے ہوئے خواص وعوام کے فائدے کے لیے اچھوتے انداز میں محبتوں کا ایک مجموعہ تیار فرمایا ہے جو آیات قرآنی اور مستند احادیث اور واقعات سلف سے مزین ہے۔ تصنیف کے میدان میں یہ آپ کی منظر عام پر آنے والی دوسری تصنیف ہے اور امید ہے کہ آپ کی یہ مخلصانہ کاوش بارگاہ ایزدی میں مقبولیت کا مقام پائے گی اور عوام وخواص اس سے استفادہ کریں گے اور حضرت مصنف کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خطیب پاکستان فاضل علامہ کو مزید سرعت قلم سے نوازے اور ایسے ایسے علمی جواہر پارے منظر عام پر لانے کی مزید ہمت عطاء فرمائے آمین ثم آمین۔

قاری اصغر علی مجاہد
آف شکرگڑھ
مہتمم دارالعلوم جامع غوث اعظم
کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ

عرض مؤلف

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک و خالق ہے جس کا کرم ماں کی ماں کی مامتا سے بھی بہت زیادہ ہے جس کی توفیق سے مجھ جیسے ناکارہ کو دین کی خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور لاکھوں درود کائنات کی اس عظیم ہستی پر جو خدا کے بعد سب سے بلند ہے اتنا بلند کہ بلندیاں بھی جس پہ ناز کرتی ہیں ایسا عظیم کہ عظمت بھی جھک کر جسے سلام کرتی ہے اتنا حسین کہ حسن بھی جس پہ نازاں ہے اتنا جمیل کہ جمال بھی جس پر فخر کرتا ہے اتنا مکمل کہ کمال کی بھی جس پر انتہا ہو جائے اتنا کریم کہ کرم بھی جس کی ثناء کرے اتنا رحیم کہ رحم بھی جس کی توصیف کرے اتنا ملیح کہ ملاحت فدا ہو جائے وہ جلوۂ حق نما عکس نور خدا، صاحب ھل اتی، آفتاب ہدیٰ، ماہتاب عطاء، دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل، بے بسوں کے بس، بے کسوں کے کس، بے سہاروں کے سہارا، صاحب مقام محمود، منشائے رب ودود، احمد و محمود، حضور پرنور، شافع یوم النشور، نور علیٰ نور، سیدنا و مولانا حضور محمد ﷺ جن کی خصوصی شفقت و مہربانی سے اس حقیر کو کچھ لکھنا نصیب ہوا۔

اس کتاب کو لکھتے ہوئے میرے والدین اور بہن بھائیوں کی دعائیں شامل حال رہیں اور مشکور ہوں عزت مآب جناب محمد اکبر قادری صاحب (مالک اکبر بک سیلرز لاہور) کا اور اپنے محبین پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید ثمر عباس شاہ صاحب بخاری قادری آذکری شریف، فخر السادات حضرت علامہ پیر سید عارف بہاء الحق صاحب کھروٹہ سیداں، استاذ العلماء حضرت علامہ غلام حیدر خادمی صاحب، حضرت علامہ قاری محمد یعقوب نقشبندی صاحب اٹلی، استاذ العلماء، حضرت علامہ حافظ نیاز احمد

الازہری، فخر القراء قاری عنایت اللہ قادری صاحب، استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ محمد عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت علامہ صاحبزادہ محمد حامد رضا صاحب، جگر گوشۂ سلطان الواعظین حضرت علامہ عطاء المصطفیٰ جمیل صاحب، جگر گوشۂ شیر پنجاب صاحبزادہ حکیم ضیاء المصطفیٰ شریفی صاحب، برادر طریقت حافظ ظفر اقبال سلطانی صاحب منڈی بہاؤ الدین، حضرت علامہ قاری محمد اعظم چشتی صاحب، برادر اصغر حضرت علامہ قاری محمد ریاض صدیقی صاحب، خطیب اعظم ماچھی کھوکھر، حضرت علامہ قاری اصغر علی مجاہد صاحب، مہتمم جامعہ غوث الاعظم کوٹلی لوہاراں حضرت مولانا محمد ارشد قادری صاحب مروال شریف بجوات، پیکر خلوص ومحبت مصنف کتب کثیرہ عالم باعمل حضرت علامہ محمد اقبال قادری عطاری صاحب، حضرت علامہ قاری سیف اللہ نوری صاحب گجرات، حضرت علامہ قاری محمد شفیق جماعتی صاحب، قاری مبارک علی قادری صاحب، جناب میاں محمد نواز چشتی صاحب، جناب قاری عاشق حسین انجم صاحب، قاری طارق قادری صاحب، حافظ محمد لیاقت صاحب دبئی، جناب شاہد محمود چودھری صاحب گوندل، جناب چودھری کرامت علی صاحب گوندل، جناب بابا غلام رسول صاحب گوندل، حافظ محمد مشتاق منہاس صاحب گوندل، صاحبزادہ محمد ابوبکر صدیقی، صاحبزادہ علی زین العابدین صدیقی، صاحبزادہ محمد طلحہ صدیقی، صاحبزادہ محمد حنظلہ صدیقی، صوفی ثناء اللہ قادری صاحب، جناب محمد افضل قادری صاحب، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اعجاز الحسن میراں صاحب، جناب میاں طارق پرویز صاحب، حضرت علامہ قاری فیض احمد فیض صاحب، جناب میاں افتخار حنیف صاحب صدر آرائیں انٹرنیشنل یوتھ فورم پاکستان، حضرت علامہ قاری محمد ارشد ضیاء صاحب، جناب ڈاکٹر امانت علی صاحب (ملک میڈیکل سٹور) اور اپنے بے شمار کرم فرماؤں کا جن کی دعائیں قدم قدم پر میرے ساتھ رہیں۔

ناچیز: محمد امجد صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ الک و اصحابک یا حبیب اللہ

حضور نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ کے میلاد پاک پر ہر دور میں بہت کچھ لکھا گیا ہر دور میں آپ ﷺ کی توصیف وثناء عاشقوں کی عادت رہی لیکن پھر بھی جو کچھ کہا حضور ﷺ کے شایان شان نہیں۔

حضور پاک ﷺ کے میلاد کا اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ روح کو سکون دیتا ہے، قلب کو نور دیتا ہے، آنکھوں کو ٹھنڈک دیتا ہے۔

گولڑہ کے تاجدار کہتے ہیں۔

ایس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کے جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے ربّ دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہرؔ علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

اور سیدی اعلیٰ حضرت یوں کہتے ہیں:

سرور کہوں کے مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حضور ﷺ کی شانیں ہم جیسے نکمے کیا بیان کریں جن کی صفت وثناء ساری خدائی بلکہ خود خدا کر رہا ہے اور شاعر دربار رسالت صحابی رسول مکرم ﷺ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تعریف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

و أحسن منك لم ترقط عيني
و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأً من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

(یارسول اللہ ﷺ!) آپ جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں ہے
آپ جیسا تو کسی ماں نے جنا ہی نہیں ہے
آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے
آپ کو اللہ نے آپ کی چاہت کے مطابق بنایا ہے

حضرت حسان رضی اللہ عنہ یہ عرض کرنے کے بعد یوں کہتے ہیں:

ما ان مدحت محمد ابمقالتی
ولكن مدحت مقالتی بمحمد

ان لفظوں کا ترجمہ حسان پاکستان محمد اعظم چشتی نے یوں کیا:

اعظم مری زباں کہاں اور کہاں وہ ذات
نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

اور کہنے والے تو یوں کہتے ہیں:

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں ہیں تری تصویر لیے پھرتے ہیں

بہر حال اس کتاب میں میلاد شریف کے بارے پڑھنے والے کو قرآن و حدیث کے مطابق میلاد شریف کا ذکر ملے گا اور منکرین میلاد، سواد اعظم یعنی اہلسنت و جماعت پر جو اعتراض کرتے ہیں کتاب کو محبت کی نظر سے پڑھیں تو ان کو جواب ضرور مل جائے گا۔ ہم حضور ﷺ کی آمد آمد کا ذکر کیوں نہ کریں ساری کائنات انہی کے وجود سے ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

بلکہ یوں کہو:

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اور حضور ﷺ ساری کائنات سے پہلے تخلیق فرمائے گئے جب کچھ بھی نہ تھا۔

فرشتے تھے نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفٰے پہلے

قد جاء کم من اللہ نور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نور بنا کے بھیجا ہے آپ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں، نور ایسے کہ نوری بھی آپ پر ناز کرتے ہیں بشر ایسے کہ بشریت کا سر بھی فخر سے بلند ہو گیا۔

اللہ نے اپنے نور کا جلوہ دکھا دیا
سب نور کو ملا کر محمد بنا دیا ﷺ

حقیقت تو یہ ہے کہ ساری کائنات بنی ہی حضور ﷺ کے لیے ہے۔

سجی ہے محفل کونین مصطفٰے ﷺ کے لیے
بنے ہیں دونوں جہان شاہ انبیاء کے لیے

قلندر سیالکوٹی فرماتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

سگِ دربارِ باھو
حافظ محمد امجد صدیقی
خطیب مرکزی جامع مسجد حضرت فقیہہ اعظم
کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ
موبائل: 0331-6643364

''قرآن''

''میلادنامہ انبیاء علیہم السلام''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کائنات کی جملہ خوبیوں اور محاسن کی جامع ہے۔ جن کا ذکر پاک ازل سے تا امروز اہل ایمان کا شیوہ رہا ہے۔ بلاشبہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت ہے اور یہی اصل ایمان بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے ہزاروں طریقوں میں سے ایک معروف طریقہ جو قرون اولیٰ سے چلا آرہا ہے محافل میلاد کا انعقاد ہے۔ ان پاکیزہ محافل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ، فضائل و خصائل، کمالات اور ولادت باسعادت کے واقعات کا تذکرہ بڑے ذوق وشوق اور والہانہ انداز سے کیا جاتا ہے۔ ماہ ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ یہ سلسلہ اپنے عروج کو پہنچ جاتا ہے اور بلاد اسلامیہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات ایک جشن کا سا سماں پیدا کر دیتی ہے۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں تو ہر گوشہ اپنے اندر بے پایاں عظمت رکھتا ہے لیکن وہ گوشہ جسے ہم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں اس کا ایک پہلو وہ ہے جس میں اہل ایمان اللہ رب العزت کے اس عظیم احسان کو یاد کرتے ہیں جو اس نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی صورت میں تمام عالم انسانیت پر فرمایا۔ ماہ ربیع الاول میں جو نعمت عظمیٰ ہمیں عطا کی گئی اور اس کے ساتھ کیا کیا عجائبات ظہور پذیر ہوئے ان کا حسین تذکرہ انتہائی دل آویز پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سارا بیان اہل ایمان انتہائی فرحت و مسرت اور محبت وشوق کے انداز سے کرتے

ہیں۔ اس ذکرِ جمیل کا دوسرا پہلو وہ بیان ہے جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پاک پشتوں سے منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ظہور کے مرحلے کا احاطہ کرتا ہے۔ اس عنوان کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وفضائل کا تذکرہ ہر کوئی اپنے انداز سے کرتا ہے۔ اس میں نثر ونظم کے تمام قرینے اور پیرائے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ کوئی نعت کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سراپا اور زلف ورخسار کی باتیں چھیڑتا ہے اور کوئی خطاب کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین خدوخال اور سراپائے جمیل کا نقشہ پیش کرنے کی سعی کرتا ہے اس کا تیسرا پہلو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے بیان پر مشتمل ہوتا ہے۔

میلادنامہ کی اہمیت:

عرب ممالک میں ائمہ محدثین اور علماء ربانیین نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ میلاد کے بیان کو بلادِ عربیہ میں مولد، موالید یا مولود پڑھنا کہتے ہیں۔ اس لئے ایسی کتابیں یا مضامین کو جس میں حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے واقعات مذکور ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا تذکرہ ہو مولود کہا جاتا ہے۔ اہل عرب میں جو اہل محبت ہیں ان کے ہاں بیشتر اب بھی یہی طریقہ رائج ہے کہ جب میلاد پاک کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے تو وہ محافل میلاد میں ذوق و شوق سے مولود پڑھتے ہیں۔ حرمین شریفین میں آج بھی نثر ونظم کی صورت میں مولود پڑھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ، شام، مصر، عراق، عمان، اردن، عرب امارات، کویت، لیبیا، طرابلس، مراکش اور دنیائے عرب کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں ائمہ ومحدثین کے تصنیف کردہ مولود نظم ونثر کی صورت میں اب بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا انبیاء علیہم السلام کی ولادت کے واقعات کو بیان کرنا مولد یا مولود کہلاتا ہے اردو میں اس کو میلادنامہ کہتے ہیں۔

تذکارِ انبیاء سنت الٰہیہ ہے

بعض ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ولادت با سعادت کے ذکر کی کیا ضرورت ہے؟ ولادت تو ہوچکی اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وسیرت کو بیان کیا جائے۔ اس سوچ اور ذہنیت کا ازالہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کا فقط ذکر کرنا ہی عبادت ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں جا بجا اپنے صالح ومقرب بندوں کا ذکر فرماتا ہے انبیاء علیہم السلام کا ذکر بطور خاص فرماتا ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مرتضیٰ بندے ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کی ولادت اور سیرت دونوں کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم کے طور پر بیان کرتا ہے۔

قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان اقدس سے جاری ہوا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہوگئی۔ اس بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات اور اس کی جزئیات تک بیان کرنا سنت الٰہیہ بھی ہے اور خود سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاء علیہم السلام کے حالات وواقعات کا ذکر کرنا کتنا باعث خیر وبرکت ہے۔ اس کی تفصیل آیات بینات کی روشنی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یوں تو قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے حالات وواقعات کو جا بجا تفصیل سے بیان کیا ہے مگر کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں انبیاء ومقربین کے ذکر کو ہی عنوانِ کلام بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند آیات درج ذیل ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورت انعام میں اپنے انبیاء کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اور اسماعیل اور یونس اور لوط (کو بھی ہدایت سے شرف یاب فرمایا) اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی، اور ان کے آباؤ (اجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور ہم نے انہیں (اپنے لطف خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمادی تھی۔

سورت ابراہیم کا نام ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل کے نام پر رکھا۔ اس میں فرزندان ابراہیم علیہ السلام کو فرزند اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے حوالے سے بیان فرمایا:

(القرآن، الانعام: ۶: ۸۶۔ ۸۷)

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (دو فرزند) عطا فرمائے۔ بے شک میرا ربّ دعا خوب سننے والا ہے۔''

(القرآن، ابراہیم: ۱۴: ۳۹)

سورت مریم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے اذکار سے بھری پڑی ہے، اس میں اپنے انبیاء کا یوں ذکر فرمایا:

(3) ''یہ آپ کے ربّ کی رحمت کا ذکر ہے (جو اس نے) اپنے (برگزیدہ) بندے زکریا پر (فرمائی تھی) جب انہوں نے اپنے ربّ کو (ادب بھری) دبی آواز سے پکارا۔''

(القرآن، مریم: ۱۹: ۲۔ ۳)

(4) ''اور آپ کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔''

(القرآن، مریم: ۱۹: ۴۱)

(5) ''بے شک ابراہیم بڑے متحمل مزاج، آہ وزاری کرنے والے ہر حال

میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔''

(القرآن: ہود: ۱۱، ۷۵)

(6) ''اور (اس) کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے بے شک وہ (نفس کی گرفت سے خلاصی پاکر) برگزیدہ ہو چکے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے۔''

(القرآن، مریم: ۱۹: ۵۱)

(7) ''اور آپ (اس) کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے۔''

(القرآن: مریم: ۱۹، ۵۴)

(8) ''اور وہ اپنے ربّ کے حضور مقامِ مرضیہ پر (فائز) تھے (یعنی) ان کا ربّ ان سے راضی تھا۔''

(القرآن، مریم: ۱۹: ۵۵)

(9) ''اور (اس) کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا تھا۔''

(القرآن، مریم: ۱۹، ۵۶-۵۷)

(10) ''اور (ہم نے) اپنے لطف خاص سے (انہیں) درد و گداز اور پاکیزگی وطہارت (سے بھی نوازا تھا) اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔''

(القرآن: مریم: ۱۹: ۱۳)

(11) ''اور اے حبیب مکرم آپ کتاب (قرآن مجید) میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے ہوئے) مشرقی مکان میں آگئیں۔''

(القرآن: مریم: ۱۶)

سورت انبیاء ساری کی ساری نفوس مقدسہ کے محبوب تذکروں سے بھرپور ہے حتیٰ

کہ پے در پے مقربت اور محبوب انبیاء کے تذکرے شروع کرنے سے قبل آیت ۵۰ میں فرمایا جارہا ہے۔

(12) ''اور یہ (قرآن) برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے کیا تم اس سے انکار کرنے والے ہو۔''

(القرآن: الانبیاء:۲۱:۵۰)

''ذکر مبارک'' کا عنوان دے کر اگلی آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر شروع کیا جارہا ہے جو جدالانبیاء ہیں۔

ارشاد فرمایا:

(13) ''اور بے شک ہم نے پہلے سے ہی ابراہیم کو ان کے (مرتبہ کے مطابق) فہم و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم ان (کی استعداد و اہلیت) کو خوب جاننے والے تھے۔''

(القرآن: الانبیاء:۲۱:۵۱)

پھر ان کا تفصیلی تذکرہ ہے، ان کے بعد حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر ہے اور آخر میں ارشاد ہوتا ہے:

(14) ''اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔''

(القرآن: الانبیاء:۲۱:۷۲)

پھر آیت نمبر ۷۳ میں ان کے دیگر فرائض منصبی کو بیان کر کے آگے ارشاد فرمایا گیا۔

(15) ''اور ہم نے انہیں (انسانیت کا) پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اعمالِ خیر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے (کے احکام) کی وحی بھیجی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔''

(القرآن، الانبیاء:۲۱:۷۳)

ان کے بعد آیت ۷۶ سے لے کر ۸۴ تک حضرت نوح، حضرت داوٗد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور آخر میں ارشاد فرماتا ہے۔

(16) ''تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں جو تکلیف (پہنچ رہی) تھی سو ہم نے اسے دور کر دیا اور ہم نے انہیں ان کے اہل وعیال (بھی) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور (عطا فرمادیئے یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے)''

(القرآن:الانبیاء:۲۱:۸۴)

پھر اگلی آیت میں حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا یوں تذکرہ فرمایا:

(17) ''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد فرمائیں) یہ سب صابر لوگ تھے اور ہم نے انہیں اپنے (دامن) رحمت میں داخل فرمایا بے شک وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔''

(القرآن،الانبیاء:۲۱:۸۵۔۸۶)

اس کے بعد آیت نمبر ۸۶ تا ۹۰ میں حضرت یونس (انہیں ذوالنون کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے) حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور آخر میں حسب سابق ان کے قلبی احوال اور روحانی کیفیات بھی بیان فرمائیں۔

(18) ''بے شک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے۔ تھے اور ہمیں شوق اور جنت اور خوف وخشیت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور ہمارے حضور بڑے عجز ونیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے۔''

(القرآن:الانبیاء:۲۱:۹۰)

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ومقرب اور برگزیدہ بندوں کے ذکر کی مقصدیت اور غرض وغایت کو واضح کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

(19) ''بے شک اس میں عبادت گزاروں کے لئے (حصولِ مقاصد کی) کفایت وضمانت ہے۔''

(القرآن: الانبیاء، ۲۱:۱۰۶)

پھر اس سورت میں مقبولانِ حق کے ذکر کا سارا سلسلہ محبوبانِ عالم کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر ختم کیا۔ آیت نمبر ۱۰۷ کا اختتام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(20) ''اور (اے رسولِ محتشم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔''

(القرآن الانبیاء، ۲۱:۱۰۷)

اس کے بعد اس سورت میں کسی اور نبی اور رسول کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ تذکرہ محبت اپنے معراج اور نقطہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس آیت کریمہ پر سورہ الانبیاء کو ختم فرمایا گیا وہ ذکرِ رحمان ہے کیونکہ وہ سب محبوبوں کا محبوب ہے ارشاد فرمایا:

''(ہمارے حبیب نے) عرض کیا اے میرے رب! (ہمارے درمیان) حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور ہمارا ربّ بے حد رحم فرمانے والا ہے اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ ان (دل آزار) باتوں پر جو (اے کافرو!) تم بیان کرتے ہو۔''

(القرآن، الانبیاء، ۲۱:۱۱۲)

سورۃ ص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(22) ''اور (اسی طرح) اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے اور یہ سبھی نیک لوگوں میں سے تھے۔''

(القرآن: ص، ۳۸:۴۸)

ہم نے پانچ مختلف سورتوں میں سے کچھ مقامات پیش کیے ہیں۔ اہل فہم و بصیرت کے لئے اتنا ہی کافی ہے ورنہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور مقرب بندوں کے تذکرے فرمائے ہیں اور ان میں سے یکے بعد دیگرے سب کے روحانی مشاغل و معمولات کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے مقربین کی دعاؤں اور مناجات کے کلمات بھی من وعن بیان فرمائے ہیں۔ جن سے وہ اللہ کو پکارتے تھے۔ ان کی عبادت گاہوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے خاص اوقات دعا' انداز دعا اور مقامات دعا و گریہ تک بیان فرمائے ہیں۔ ان پر اپنی غیبی نوازشات کا ذکر کیا۔ ان کی آزمائشیں، ریاضات اور مجاہدات کا ذکر فرمایا اور ان کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی بیان فرمائی ہے۔ الغرض ان کے ذکر کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور ہمیں بار بار ادھر متوجہ کیا ہے کہ یہ سب التزام عبادت گزاروں اور طاعت شعاروں کے لئے ہے جو کوئی چاہے کہ اللہ کی اطاعت و عبادت اور محبوبیت و مقربیت کی راہ پر گامزن ہو تو اس کے لئے یہی تذکرے زادِ سفر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں صحابہ کرام علیہم و الرضوان سے لے کر آج تک حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور حسن صورت کا بیان کرنا ہر صاحب ایمان و محبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ ائمہ محدثین، علماء کاملین اور اولیاء و عارفین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں اور ہر دور میں اس حوالے سے ہزار ہا کتابیں تصنیف کی جاتی رہی ہیں تاکہ اس سنت الٰہیہ پر عمل کی برکات نصیب ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنے کلام قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے میلاد کا بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کی بہت ساری شانوں میں سے ایک شان یہ بھی ہے کہ یہ میلاد نامۂ انبیاء علیہم السلام ہے اور میلاد پڑھنے والی خود ذات خدا ہے لہٰذا اس اعتبار سے اللہ کے محبوب علیہ السلام کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے۔

میلادِ انبیاء علیہم السلام کی اہمیت

انبیاء علیہم السلام کی ولادت فی نفسہٖ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے ہر نبی کی ولادت کی نعمت کے طفیل اس کی امت کو باقی ساری نعمتیں نصیب ہوئیں۔ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت یعنی نبوت ورسالت کی نعمت،نزول قرآن اور وحی کی نعمت،ہدایت وسیرت کی نعمت جتنی بھی نعمتیں ہیں تسلسل کے ساتھ عطا ہوئیں۔ان ساری نعمتوں کا اصل وہ روز جب وہ دن ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اوران کی اس دُنیائے آب وگل میں تشریف آوری ہوئی۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پرخوش ہوکرجشن منانا ایمان کی علامت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ولادت یا پیدائش تو ہر انسان کے لئے خوشی کا باعث ہے۔یوم پیدائش کی ایک خاص اہمیت ہوتی ہے۔قرآن مجید کے نقطہ نظر سے ہر نبی کا یوم ولادت خاص اہمیت کا حامل ہے۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۃ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اور یحییٰ پر سلام ہو،ان کے میلاد کے دن اوران کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔“

(القرآن:مریم:۱۹:۱۵)

اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآن مجید کی نسبت ان کی طرف کرکے فرماتا ہے۔

''اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔''

(القرآن، البقرہ ۲: ۳۰)

اگر ولادت کا دن قرآن وسنت اور شریعت کے نقطہ نظر سے خاص اہمیت کا حامل نہ ہوتا تو اس دن بطور خاص سلام بھیجنے کا بیان چہ معنی دارد؟ لہٰذا اسی خاص اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے انبیاء کرام کے میلاد کا ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں چند جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بطور حوالہ کیا جائے گا۔''

(1) میلاد نامہ آدم علیہ السلام:

اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں جہاں اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے وہیں سب سے پہلا ذکر ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔''

(القرآن، البقرہ ۲۰: ۳۰)

اللہ ربّ العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام کے میلاد کا ذکر ان کی تخلیق سے بھی پہلے کر دیا جس کا ذکر مذکورہ آیت کریمہ میں ہوا ہے۔ پھر جب خالق کائنات نے آدم علیہ السلام کے پیکر بشری کی تخلیق فرمائی اور تمام فرشتوں کو اس کے لئے سجدے کا حکم دیا تو صرف ابلیس نے نافرمانی کی اور وہ راندہ درگاہ ہوا۔ اس سارے عمل تخلیق کا ذکر قرآن مجید نے تفصیلاً کر دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اور (وہ واقعہ یاد کیجئے) جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں سن رسیدہ (اور) سیاہ بودار، بجنے والے گارے سے ایک بشری پیکر پیدا کرنے والا ہوں پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح

پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا، پس (اس پیکر بشری کے اندر نور ربانی کا چراغ جلتے ہی) سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔ (القرآن الحجر، ۱۵:۲۸ تا ۳۱)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر تفصیل کے ساتھ آیا ہے اور صرف پیدائش کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی حیات طیبہ کے کئی پہلوؤں کا ذکر موجود ہے۔ اعتراض اور پیکر آدم کو سجدہ نہ کرنے کا ذکر بھی تفصیل سے موجود ہے۔ انسانی تخلیق سے متعلق جتنی آیات مبارکہ ہیں ان کے اولیں مصداق سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جن کے احوال کو تفصیل سے قرآن مجید کی زینت بنایا گیا ہے۔ یہی ان کا میلا دنامہ ہے۔

(2) میلا دنامہ موسیٰ علیہ السلام:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں جنہوں نے فرعون جیسے ظالم جابر اور سرکش شخص کو جو زمین پر خدائی کا دعویدار بنا بیٹھا تھا، للکارا، اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی بعثت کے ذریعہ قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ فرعون کو غرق کر کے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل فرعون نے قوم بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ جب اُسے نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں کسی ایسے بچے کی پیدائش ہونے والی ہے جس کے ذریعہ قوم بنی اسرائیل تمہاری محکومی سے نجات پالے گی تو اس نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے، لڑکوں کو ذبح کروا دیتا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا، اس پس منظر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، جسے اللہ رب العزت نے بڑی تفصیل کے ساتھ قرآن کریم کا موضوع بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

''سورہ القصص'' کا آغاز ہی قصہ موسیٰ و فرعون سے ہوا ہے جو کہ 50 آیات مبارکہ پر مشتمل ہے۔ پہلے 5 رکوعات میں مسلسل آپ کا ذکر ہے یہاں ہم میلا دنامہ موسیٰ

علیہ السلام کے ضمن میں سورہ القصص کی ابتدائی 14 آیات بمع ترجمہ دے رہے ہیں جس میں باری تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے لے کر جوانی تک کا ذکر بڑے بلیغ انداز سے بیان فرما کر امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ میلاد پڑھنا میری سنت ہے۔ارشاد فرمایا:

"طاء سین، میم (معنی اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں) یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔(اے حبیب مکرم!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کے حقیقت پر مبنی حال میں سے ان لوگوں کے لئے کچھ پڑھ کر سناتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔بے شک فرعون زمین میں سرکش و متکبر (یعنی آمر مطلق) ہو گیا تھا اور اس نے اپنے (ملک کے) باشندوں کو مختلف فرقوں (اور گروہوں) میں بانٹ دیا تھا کہ ان کے لڑکوں کو (ان کے مستقبل کی طاقت کچلنے کے لئے) ذبح کر ڈالتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا (تاکہ مردوں کے بغیر ان کی تعداد بڑھے اور ان میں اخلاقی بے راہ روی کا اضافہ ہو) بے شک وہ فساد انگیز لوگوں میں سے تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ایسے لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں (حقوق اور آزادی سے محرومی اور ظلم واستحصال کے باعث) کمزور کر دیئے گئے تھے اور انہیں (مظلوم قوم کے) رہبر و پیشوا بنا دیں اور انہیں (ملکی تخت کا) وارث بنا دیں اور ہم انہیں ملک میں حکومت واقتدار بخشیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کی فوجوں کو وہ (انقلاب) دکھا دیں جس سے وہ ڈرا کرتے تھے اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم انہیں دودھ پلاتی رہو جب تمہیں ان پر (قتل کر دیئے جانے کا) اندیشہ ہو جائے تو انہیں دریا میں ڈال دینا اور نہ تم (اس صورت حال سے) خوف زدہ ہونا اور نہ رنجیدہ ہونا بے شک ہم انہیں تمہاری طرف واپس لوٹانے والے ہیں اور انہیں رسولوں میں (شامل کرنے والے ہیں، پھر فرعون کے گھر والوں نے انہیں (دریا سے) اٹھا لیا تاکہ وہ (مشیت الٰہی

سے) ان کے لئے دشمن اور (باعث) غم ثابت ہوں۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان دونوں کی فوجیں سب خطا کار تھے اور فرعون کی بیوی نے (موسیٰ کو دیکھ کر کہا کہ (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کے لئے ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور وہ (اس تجویز کے انجام سے) بے خبر تھے۔ اور موسیٰ کی والدہ کا دل (صبر سے) خالی ہو گیا قریب تھا کہ وہ (اپنی بے قراری کے باعث) اس راز کو ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل پر صبر و سکون کی قوت نہ اتارتے تا کہ وہ (وعدہ الٰہی پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہیں اور (موسیٰ کی والدہ نے) ان کی بہن سے کہا کہ (ان کا حال معلوم کرنے کے لئے) ان کے پیچھے جاؤ سو وہ انہیں دور سے دیکھتی رہی اور وہ لوگ (بالکل) بے خبر تھے اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو (موسیٰ کی بہن نے) کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس (بچے) کی پرورش کر دیں اور وہ اس کے خیر خواہ (بھی) ہوں○ پس ہم نے موسیٰ کو (یوں) ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور تا کہ وہ (یقین سے) جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○ اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور (سن اعتدال پر آ گئے تو ہم نے انہیں حکم (نبوت) اور علم اور دانش سے نوازا اور ہم نیکو کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔"

ان 14 آیات کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے حالات، ان کی پیدائش، پھر دودھ پلائے جانے کا بیان، ان کے بامر الٰہی صندوق میں ڈالے جانے، پھر فرعون کے محل کے ساتھ دریا کی لہروں کے دوش پر بہتے ہوئے صندوق کے وہاں پہنچنے کا بیان، پھر فرعون کے محل میں پرورش پانے اور رضاعت

کے لئے ان کی والدہ کی طرف لوٹائے جانے، پھر جوانی اور بعثت یعنی ایک ایک چیز کو بیان کیا ہے یہی میلا د نامہ موسیٰ علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔

(3) میلا د نامہ مریم علیہا السلام:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کا میلا د نامہ بھی بیان کیا ہے جو اگر چہ پیغمبر نہیں لیکن ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور ایک پاکباز ولیہ کاملہ ہیں۔ ان کا میلا د نامہ بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے بعض انبیاء علیہم السلام اور ان کی نسل کی فضیلت، بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمالیا اور یہ ایک ہی نسل ہے ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔" (آل عمران: ۳: ۳۳-۳۴)

یہ تمہید تھی جس سے آگے میلا د نامہ مریم علیہا السلام بیان ہو رہا ہے اب کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے گزشتہ واقعہ بیان کیا ہے تو آپ اس کو میلا د نامہ کیسے قرار دے رہے ہیں؟ تو ایسے ذہن رکھنے والے لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ جو چیز فقط تعلیم وتربیت اور رشد و ہدایت کی غرض سے بیان کی جاتی ہے ان کی حدود قیود ہوتی ہیں کہ کیا بیان کرنا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں؟ جو بات مضمون سے جتنی متعلق ہو اتنی بتائی جاتی ہے اور جو چیز غیر متعلق ہو اس کو کم از کم کلام الٰہی میں جگہ دینے اور قرآن مجید کا مضمون بنانے کا کوئی جواز نہیں اب ذیل میں حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت سے متعلق آیات اور ترجمہ پر غور کریں جس سے خود بخود پتا چل جائے گا کہ یہ نفس مضمون کسی تعلیم وتربیت اور رشد و ہدایت کے لئے نہیں بلکہ فقط ولادت کا قصہ بیان ہو رہا ہے جسے ہم بجا طور پر میلا د نامہ سے تعبیر کر رہے

ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "اور (یاد کریں) جب عمران کی بیوی نے عرض کیا اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے میں اسے (دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کر کے خالص تیری نذر کرتی ہوں سو تو میری طرف سے (یہ نذرانہ) قبول فرما لے بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے لڑکی جنی تو عرض کرنے لگی مولا! میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے، حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ اسے خوب جانتا تھا، (وہ بولی) اور لڑکا (جو میں نے مانگا تھا) ہرگز اس لڑکی جیسا نہیں (ہوسکتا) تھا (جو اللہ نے عطا کی ہے) اور میں نے اس کا نام ہی مریم (عبادت گزار) رکھ دیا اور بے شک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

(آل عمران: ۳: ۳۵-۳۶)

یہ حضرت مریم علیہ السلام کی ولادت کا حسین تذکرہ ہے جسے اللہ ربّ العزت نے بیان فرمایا، آگے ان کے بچپن کا واقعہ بیان ہو رہا ہے جب وہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگیں، اس دوران اللہ ربّ العزت نے ان پر جو نوازشات کیں اور بے موسم پھل عطا فرمائے اس کا تذکرہ ہے، جس کے توسل سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ ربّ العزت سے اولاد نرینہ کی دعا کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت عطا فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سو اس کے ربّ نے اس (مریم) کو اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرما لیا اور اسے اچھی پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا اور اس کی نگہبانی زکریا کے سپرد کر دی۔ جب بھی زکریا اس کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو وہ اس کے پاس (نئی سے نئی) کھانے کی چیزیں موجود پاتے، انہوں نے پوچھا اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا یہ

(رزق) اللہ کے پاس سے آتا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔''

(آل عمران: ۳: ۳۷)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے بچپن اور پرورش سے متعلق حالات کا بیان ہوا مگر بات فقط اس پر ختم نہ ہوئی بلکہ اللہ ربّ العزت نے ان کے مزید فضائل کو بیان فرمایا یہاں تک کہ اس چھوٹی سی بات کو بھی نظر انداز نہ کیا جب کاہن اس کی پرورش کے لئے قرعہ ڈال رہے تھے۔ فرمایا:

''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا ہے اور تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور تمہیں آج سارے جہان کی عورتوں پر برگزیدہ کر دیا ہے اے مریم! تم اپنے ربّ کی بڑی عاجزی سے بندگی بجا لائی ہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو اے (محبوب)! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں حالانکہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔''

(آل عمران: ۳: ۴۲-۴۴)

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ میلاد نامہ مریم علیہا السلام ہی تو ہے کہ اس قدر چھوٹی باتیں بھی بیان کر دیں جن کا بظاہر تعلیم و تربیت سے کوئی تعلق نہیں مثلاً یہ فرمانا کہ وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ اپنے قلم پھینک رہے تھے اور یہ بات کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے لیکن امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کا کون سا پہلو سنت الٰہیہ کی پیروی میں اس کے اندر پوشیدہ ہے؟ اگر بیان کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد نامہ بیان کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کی تفصیلات و جزئیات اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے وقت ظہور میں آنے والے آثار و برکات بیان کریں تو یہ بھی نہ صرف دین اور ایمان کی بات بلکہ اصل ایمان ہے۔ کاش! معترضین اتنی سی بات سمجھ سکیں کہ اگر اللہ کی ایک پاکباز ولیہ کا میلاد نامہ قرآن مجید میں بیان ہو رہا ہے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں اور تاجدارِ انبیاء علیہم السلام ہیں ان کا میلاد نامہ کیوں بیان نہیں ہو سکتا اور یہ ہرگز ہرگز بدعت نہیں بلکہ جزو ایمان، اصل ایمان اور عین توحید ہے۔

(4) میلاد نامہ یحییٰ علیہ السلام:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد نامے کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ جب ان کے والد گرامی قدر اور اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے دوران توسل مکانی کیا اور حجرہ مریم علیہا السلام میں کھڑے دعا کی اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

''اسی جگہ زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی، عرض کیا میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ، اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔ ابھی وہ حجرے میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے (یا دعا ہی کر رہے تھے کہ) انہیں فرشتوں نے آواز دی۔ بے شک اللہ آپ کو (فرزند) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور سردار ہوگا اور عورتوں (کی رغبت) سے بہت محفوظ ہوگا اور (ہمارے) خاص نیکوکار بندوں میں سے نبی ہوگا۔ (زکریا نے) عرض کیا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ درآنحالیکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے، فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ عرض کیا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشان مقرر فرما؟ فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوائے اشارے کے بات نہیں کر سکو گے اور اپنے

ربّ کو کثرت سے یاد کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرتے رہو۔''

(آل عمران:۳، ۳۸-۴۱)

واضح ہوا کہ ابھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت نہیں ہوئی صرف دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قبل از ولادت ان کے بعض فضائل کا ذکر کیا۔ آگے سورۃ مریم میں ان کی ولادت کا مکمل بیان آرہا ہے۔ جبکہ پہلے رکوع میں سارا بیان میلادِ یحییٰ علیہ السلام کا ہے۔ اس بیان کو قرآن مجید یوں شروع کرتا ہے۔

''ک، ھا، یا، عین، ص o یہ آپ کے ربّ کی رحمت کا ذکر ہے (جو اس نے) اپنے (برگزیدہ) بندے زکریا پر (فرمائی تھی) (مریم، ۱۹:۱-۲)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ میلاد نامہ یعنی پیغمبر کی ولادت کا ذکر قرآن کے الفاظ میں اللہ کی رحمت ہوتا ہے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر رحمت ربّ ہے تو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تو قرآن سے بدرجہ اولیٰ رحمت ثابت ہوا۔ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے لٰہذا عقلی و منطقی رو سے بھی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ذکر رحمت ہوگا یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ قرآن نے ولادت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر رحمت کو تسلسل سے آگے یوں بیان فرمایا ہے:

''جب انہوں نے اپنے ربّ کو (ادب بھری) دھیمی آواز سے پکارا o عرض کیا اے میرے رب! میرے جسم کی ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کے باعث سر آگ کے شعلہ کی مانند سفید ہوگیا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا o اور میں اپنے (رخصت ہو جانے کے) بعد (بے دین) رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں (کہ وہ دین کی نعمت ضائع نہ کر بیٹھیں) اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے سو تو مجھے اپنی (خاص) بارگاہ سے ایک وارث (فرزند) عطا فرما o جو (آسمانی نعمت میں) میرا (بھی) وارث بنے اور یعقوب کی اولاد (کے سلسلہ نبوت) کا (بھی)

وارث ہو اور اے میرے رب! تو (بھی) اسے اپنی رضا کا حاصل بنا لے ○ (ارشاد ہوا) اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا○ (زکریا نے) عرض کیا! اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے درآنحالیکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بڑھاپے کے باعث (انتہائی ضعف میں) سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں ○ فرمایا (تعجب نہ کرو ایسے ہی ہوگا تمہارے ربّ نے فرمایا ہے یہ (لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے اور بے شک میں اس سے پہلے تمہیں (بھی) پیدا کر چکا ہوں۔ اس حالت سے کہ تم (سرے سے) کوئی چیز ہی نہ تھے○ (زکریا نے) عرض کیا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما، ارشاد ہوا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات (دن) لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے ○ پھر (زکریا) حجرۂ عبادت سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے تو ان کی طرف اشارہ کیا (اور سمجھایا) کہ تم صبح وشام (اللہ کی) تسبیح کیا کرو اے یحیٰ (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت وبصیرت (نبوت) عطا فرمادی تھی○ اور اپنے لطف خاص سے (انہیں) درد وگداز اور پاکیزگی وطہارت (سے بھی نوازا تھا) اور وہ بڑے پرہیز گار تھے○ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بڑی نیکی (اور خدمت) سے پیش آنے والے (تھے) اور (عام لڑکوں کی طرح) ہرگز سرکش ونافرمان نہ تھے○ اور یحیٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔"

(مریم، ۱۹: ۲-۱۵)

یہ سارے کا سارا رکوع میلادِ یحیٰ علیہ السلام کے بیان کے لئے وقف ہے جس میں

پہلے ان کے میلاد اور پھر ان کی سیرت کو بیان کیا گیا۔ یہ تھا میلاد نامہ یحیٰ علیہ السلام جس کی قرآن میں تلاوت کی جاتی ہے۔

(5) میلاد نامۂ عیسیٰ علیہ السلام:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام جو اللہ رب العزت کی پاکباز ولیہ تھیں۔ ان کے میلاد نامہ کے بیان کے بعد ان کے فرزند اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد نامہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا۔ سورہ مریم کا ایک مکمل رکوع میلاد نامہ عیسیٰ علیہ السلام پر مشتمل ہے جس میں ان کی ولادت سے قبل ان کی والدہ محترمہ کو بیٹے کی خوشخبری دی گئی۔ اس کا تفصیلی بیان بھی قرآن مجید میں مذکور ہے:

''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمہ (خاص) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں قدر ومنزلت والا ہوگا○ اور اللہ کے خاص قربت یافتہ بندوں میں سے ہوگا○ اور وہ لوگوں سے گہوارے میں اور پختہ عمر میں (یکساں) گفتگو کرے گا اور وہ (اللہ کے) نیکوکار بندوں میں سے ہوگا○ (مریم نے) عرض کیا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا ہوگا کیسے درآنحالیکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا، ارشاد ہوگا۔ اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے جب کسی کام (کے کرنے) کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اس سے فقط اتنا فرماتا ہے کہ ''ہوجا'' وہ ہوجاتا ہے۔

(آل عمران: ۳: ۴۵-۴۷)

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر تفصیل سے کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی بیان کیا گیا کہ کس طرح جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے روح پھونکی اور حضرت مریم علیہ السلام امید سے ہوگئیں۔ بچوں کی ولادت کے وقت جیسے ہر ماں کو دردِ زہ ہوتا ہے جو کہ معمول کی چیز ہے حضرت مریم علیہا السلام کو بھی تکلیف

لاحق ہوئی لیکن قرآن نے حضرت مریم علیہا السلام کی اس تکلیف کا ذکر بھی کیا۔ بتقاضائے نسوانیت ان کے شرمانے کا ذکر بھی قرآن مجید نے کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جو خلوت گزیں ہوگئیں۔ اس کا ذکر کیا، پھر تکلیف کو دفع کرنے کے لئے اللہ نے چشمے کا شیریں پانی مہیا کیا، تازہ کھجوریں دیں جسے کھانے سے تکلیف دور ہوگئی، پھر عین ولادت کا ذکر کیا، پھر ولادت کے بعد جب وہ نومولود کو اٹھا کر اپنے لوگوں کے پاس لے گئیں ان کے طعنوں کا ذکر کیا اور طعن و تشنیع کے جواب میں پنگھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کرنے کا ذکر کیا۔

ان سارے احوال کو بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

''اور (اے حبیب مکرم) آپ کتاب (قرآن مجید) میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کے (عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے ہوئے) مشرقی مکان میں آ گئیں۔ پس انہوں نے ان (گھر والوں اور لوگوں) کی طرف سے حجاب اختیار کر لیا (تاکہ حسن مطلق اپنا حجاب اٹھا دے) تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرئیل) کو بھیجا سو جبرئیل ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا (مریم نے) کہا بے شک میں تجھ سے (خدائے) رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (اللہ) سے ڈرنے والا ہے (جبرئیل نے) کہا میں تو فقط تیرے ربّ کا بھیجا ہوا ہوں (اس لئے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں o (مریم نے) کہا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار رہوں o (جبرئیل نے) کہا (تعجب نہ کر) ایسے ہی ہوگا تیرے ربّ نے فرمایا ہے یہ (کام) مجھ پر آسان ہے اور (یہ اس لئے ہوگا) تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی جانب سے رحمت بنا دیں اور یہ امر (پہلے سے) طے شدہ ہے o پس مریم نے اسے پیٹ میں لے لیا

اور (آبادی سے) الگ ہو کر دور ایک مقام پر جا بیٹھیں ○ پھر دردِ زہ انہیں ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا وہ (پریشانی کے عالم میں) کہنے لگیں اے کاش میں پہلے سے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو چکی ہوتی ○ پھر ان کے نیچے کی جانب سے (جبرائیل نے یا خود عیسیٰ نے) انہیں آواز دی کہ تو رنجیدہ نہ ہو بیشک ربّ نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے (یا تمہارے نیچے ایک عظیم المرتبہ انسان کو پیدا (کر کے) الٹا دیا ہے ○ اور کھجور کے تنا کو اپنی طرف ہلاؤ وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرا دے گا سو تم کھاؤ اور پیو اور (اپنے حسین و جمیل فرزند کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم کسی بھی انسان کو دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے (خدائے) رحمان کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہوئی ہے سو میں آج کسی انسان سے قطعاً گفتگو نہیں کروں گی ○ پھر وہ اس (بچے) کو (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آگئیں۔ وہ کہنے لگے اے مریم! یقیناً تو بہت ہی عجیب چیز لائی ہے ○ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی ○ تو مریم نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کہنے لگے ہم اس سے کس طرح بات کریں جو (ابھی) گہوارہ میں بچہ ہے ○ (بچہ خود) بول پڑا بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے ○ اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے سراپا برکت بنایا ہے اور میں جب تک بھی زندہ ہوں اس نے مجھے زکوٰۃ اور نماز کا حکم فرمایا ہے ○ اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور اس نے مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا ○ اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا ○ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (یہی) سچی بات ہے جس میں یہ

لوگ شک کرتے ہیں o یہ اللہ کی شان نہیں کہ وہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنائے، وہ (اس سے) پاک ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہی حکم دیتا ہے ''ہوجا'' پس وہ ہوجاتا ہے۔

(6) میلاد نامہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم!

گزشتہ صفحات میں ہم نے ''قرآن میلاد نامہ انبیاء علیہم السلام'' کے عنوان سے ان انبیاء کرام کے میلاد نامے بیان کیے جن کا میلاد خواں خود خدائے رحمان ہے۔ قرآن کے حوالے سے ان انبیاء علیہم السلام کے میلاد نامے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ولادت کے واقعات کا ذکر، ان کے کمالات و برکات اور ان پر رب کریم کی عنایات کا ذکر کیا جائے۔ یہ سب سنت الٰہیہ اور ان کا بار بار دہرانا قرآن کا منشاء ہے۔

اب یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ان کا ذکر تو قرآن مجید میں آیا ہے تو کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی کوئی ذکر قرآن مجید میں ہے؟ تو اس کا جواب اثبات میں ہے۔ قرآن مجید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

مطالعہ قرآن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں اپنے نبیوں کی ولادت کا ذکر فرما کر ان کی شان کو اجاگر کیا اور یہی میلاد نامۂ انبیاء ہے۔

اگر قرآنی آیات کے مفہوم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ ربّ العزت نے امام الانبیاء رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا وہ فقط ذکر ولادت تھا مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو اس شان امتیاز کے ساتھ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی نسبت سے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر ولادت بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجھے اس شہر (مکہ) کی قسم (اے حبیب مکرم) اس لئے کہ آپ اس شہر میں

تشریف فرما ہیں○ (اے حبیبِ مکرم آپ کے) والد (آدم علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام) کی قسم اور (ان کی) قسم جن کی ولادت ہوئی○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہر مکہ کو اس وجہ سے لائق قسم نہیں ٹھہرایا کہ وہاں کعبۃ اللہ، حجر اسود، حطیم، مطاف، صفاومروہ اور آب زم زم ہے بلکہ قسم فرمانے کی وجہ از روئے قرآن یہ ہے کہ اس شہر کو محبوب خدا کی جائے سکونت ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم اس لئے فرمائی کہ وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے پھر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ آباؤ اجداد کی قسم فرمائی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے پیدا ہونے کی قسم نہیں فرماتا بلکہ صرف ایک ہی پیدا ہونے والی ہستی کی قسم فرماتا ہے جس کے باعث ہر کوئی پیدا ہوا۔

ان آیات مقدسہ کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ سمجھا دیا کہ میرے محبوب کی ولادت کا ذکر قیامت تک آنے والے پر واجب ہے۔ یہ سوچ کہ ولادت کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ انبیاء کی ولادت کا ذکر کرنا اور ان کا میلادنامہ قرآن میں بیان کر کے اس کی تلاوت کا حکم دینا منشائے خداوندی ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعنوان میلاد کرتے ہیں تو اللہ کی سنت ادا ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات میلاد کے بیان، قرآن مجید کی ان آیات کے مفہوم پر جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی ولادت کو بیان کیا ہے غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ ان آیات میں بیان کردہ واقعات کا امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ ان سب واقعات کا مقصود میلادنامہ انبیاء کا بیان ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے برگزیدہ انبیاء کی ولادت کا ذکر اس قدر اہتمام سے کیا کہ انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے خیال کو بھی بیان کیا۔ میلادنامہ یحییٰ علیہ السلام

پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ جب ان کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام حجرۂ مریم علیہا السلام میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کے پاس بے موسم پھلوں کو دیکھا تو اسی جگہ بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی پھر جب ان کو خوشخبری ملی کہ بیٹا عطا ہوگا تو دل میں بشری تقاضے کے تحت ایک خیال آیا کہ میں اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے تو میرا بیٹا کیسے پیدا ہوگا؟ یہ خیال آتے ہی اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا تو قرآن نے اس خیال اور اس کے نتیجے میں ذہن میں پیدا ہونے والے سوال کا بھی ذکر کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا ذکر بھی فرمایا۔

اسی طرح میلاد نامہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطالعہ بھی بڑا ایمان افروز اور فکر انگیز ہے۔ اس میں بعض چیزوں کو پڑھ کر کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس قدر معمول کی چیزوں کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی جیسے جبرئیل علیہ السلام سے لے کر ولادت عیسیٰ علیہ السلام تک لمحہ بہ لمحہ واقعات کا ذکر، دردِزہ کی تکلیف کا تذکرہ اور اس وقت حضرت مریم علیہ السلام کو جو پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے اس پریشانی کے عالم میں جب کہا ''اے کاش! میں پہلے سے مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو چکی ہوتی'' اس قسم کی باتوں کا بھی ذکر کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ شعور عطا کیا کہ جس طرح قرآن دیگر انبیاء کی ولادت کے باب میں بہت سے واقعات بیان کرتا ہے اسی طرح جب حبیب کبریاء، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آئے اور ان کی ولادت کا ذکر چھڑے تو تم بھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بات شروع کرو اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود سے لے کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گاؤں تک کے سارے واقعات بیان کرو اور جو کمالات و برکات، مشاہدے میں آئے ان کا ذکر کرو یہی سنت الٰہی اور منشاء قرآن ہے دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر تو وحی الٰہی کے ذریعے حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعد میں آنے والوں ہی نے کرنا تھا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ذکر امت ہی کرے گی کوئی نبی نہیں۔

میلاد نامہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہی واقعات کا بیان ہے جو آقا علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے قبل اور ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کس طرح پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر کیا کیا احسانات فرمائے۔ اب جب بھی بطور خاص ماہ میلاد ربیع الاول آتا ہے تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین تذکروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیغام عام کیا جاتا ہے یہ بڑا ایمان افروز سماں ہوتا ہے۔ کہیں نعت خوانوں کی ٹولیاں جمع ہو کر حضور علیہ السلام کے زلف ورخسار کی بات کرتی ہیں۔ کوئی شہر مدینہ کے گلی کوچوں، کوئی گنبد خضرا کے حسین منظر کی، کوئی روضہ اقدس کی سنہری جالیوں کی بات کرتا ہے کوئی اس شہر دل نواز کی روشنیوں اور رونقوں کی بات کرتا ہے کوئی آقا علیہ السلام کے دیدار و وصال کی بات کرتا ہے کوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا تذکرہ کرتا ہے۔ کوئی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنے اور آقا علیہ السلام کو لے جانے کی بات کرتا ہے۔ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خرام ناز کا حسین تذکرہ چھیڑتا ہے۔ الغرض اس مہینے میں فقط محبت کے ترانے گونجتے ہیں۔ محبت کے تذکرے ہوتے ہیں۔ آقا علیہ السلام کی ولادت اور بچپن کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے دلوں کے اندر موجود خوابیدہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم عشق کے یہ ترانے سن کر جاگ اٹھے۔ گزشتہ صفحات میں قرآن مجید کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کے میلاد ناموں کے بیان سے اس سوال کا رد ہو جاتا ہے۔ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت یہ بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت میں آیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کس طرح ہوئی؟ وغیرہ۔ اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ انبیاء کرام کے احوال پڑھ کر بھی اگر

کوئی یہ سوچے اور سمجھے کہ ان چیزوں کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تو اس سے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کوئی قصے کہانی کی کتاب نہیں جس میں معاذ اللہ غیر ضروری اور بے فائدہ باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلا مقصد

رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے اثبات میں ہے:

نص نمبر 1:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یقیناً تمہارے پاس اللہ سے بڑی شان والا رسول آیا اور روشن کتاب آئی۔

نور کی قسمیں:

پہلا قسم وہ نور ہے جس کا دیکھنا ممکن ہو دوسرا قسم وہ نور ہے جس کا دیکھنا ممتنع اور ناممکن ہو۔ سورج، چاند اور ستارے پہلا نور ہے، اور نور ایمان اور نور ہدایت اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا نور دوسرا قسم ہے وہ نور جس کا دیکھنا ممکن ہو وہ حسی نور ہے اور جس نور کو دیکھنا ناممکن ہو وہ معنوی نور ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے جامع ہیں اور یہ مسئلہ حقیقت ہے۔ علماء حق کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ علماء حق نے کہا کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم حسی نور ہیں اور نور ذات ہیں۔ امت کے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت مذکورہ کے تحت فرمایا کہ نور سے مراد اللہ کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہے۔ تفسیر ابن عباس (ج ا ص 72) محقق آلوسی نے فرمایا کہ نور سے مراد نور الانوار نبی مختار ہیں۔ قتادہ اسی طرف گئے۔ زجاج نے اسی کو پسند کیا۔ (روح المعانی ص 97) اور شیخ اسماعیل حقی نے فرمایا کہ پہلے لفظ یعنی نور سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور دوسرے لفظ سے قرآن مراد ہے۔

(روح البیان ص 548)

امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا نور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مراد ہے۔

امام فخر الدین رازی نے فرمایا نور میں مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔
(تفسیر کبیر ص 282)

محقق آلوسی نے کہا کہ میرے نزدیک یہ بات بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ سوال عطف مغایرۃ ذاتی کو چاہتا ہے یہاں مغایرۃ ذاتی نہیں ہے جواب عنوان کی مغایرۃ عطف کے لئے کافی ہے۔
عنوان کی مغایرۃ مغایرۃ ذاتی کی جگہ اتاری گئی اور شیخ احمد صاوی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اس لئے رکھا گیا کہ آپ نگاہوں کو منور فرماتے ہیں اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔ نور نام رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہر نور کی حسی اور معنوی کی اصل ہیں۔ (صاوی ص 339)

میں کہتا ہوں کہ ہم بریلوی آپ کی ذات کے نور ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آپ کے نور صفت ہونے کا انکار نہیں کرتے۔ اس عقیدہ پر کوئی نقص وارد نہیں ہوتا اور مخالف کہتا ہے کہ آپ فقط نور ہدایت ہیں۔ یہ بات مفسرین کی تصریح کے خلاف ہے۔ یہ مقید قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ دوسری خرابی ذات جوہر ہے۔ ہدایت عرض ہے عرض جوہر کے تابع ہوتا ہے۔ نور ذات تسلیم کرنے سے نور صفت تسلیم ہو سکتا ہے۔ نور ہدایت جو کہ عرض ہے عرض کا قیام جوہر کے تحقق کے بغیر لازم آئے گا۔ عرض کا تحقق جوہر کے تحقق کے بغیر محال اور خلاف عقل ہے۔ ہم بریلوی کہتے ہیں کہ آیت میں نور کا لفظ بے قید اور مطلق ہے۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا تو قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ آپ نور ذات بھی ہیں اور نور ہدایت بھی ہیں۔ مطلق کو مقید کرنے سے قرآن پاک کے مطلب میں تبدیلی لازم آئے گی اور مفہوم قرآن میں تبدیلی کفر ہے۔

نص نمبر 2:

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو حاضر و ناضر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا چراغ بنا کر بھیجا۔ سراج منیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ قاضی ثناء اللہ نے کہا آپ اپنے قلب اور قالب کے اعتبار سے چراغ کی طرح ہیں۔ ایمان والے آپ کا رنگ حاصل کرتے ہیں اور آپ کے نور کے ساتھ منور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورج کے نور سے جہاں منور ہو جاتا ہے اور چراغ سے گھر روشن ہو جاتا ہے۔ (مظہری ص 354)

مفسر قاضی ثناء اللہ کی مراد یہ ہے کہ آپ کا دل اور آپ کا قالب یعنی جسم مبارک نور ہے۔ رشید احمد گنگوہی نے کہا اللہ فرماتا ہے اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد اور بشیر اور نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں تو اگر کسی انسان کو روشن کرنا محال ہوتا تو آپ کی ذات پاک کو یہ کام حاصل نہ ہوتا کیونکہ آپ آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر آپ نے اپنی ذات پاک کو ایسا پاکیزہ بنا دیا کہ خالص نور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو نور فرمایا (مقالات کاظمی ج 2 ص 148 بحوالہ امداد السلوک) اس کلام سے پیارے آقا کا نور عین ہوتا ہے اور جسم اقدس کا نورانی ہونا ثابت ہوا۔

چراغ سے تشبیہ کی حکمت:

آپ کو چراغ سے تشبیہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن کئے جاتے ہیں اور اصل چراغ کا نور کم نہیں ہوتا اور اہل ظاہر و شہود نے اتفاق کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا کی اور آپ کا نور ذرہ بھر کم نہیں ہوا۔

سراج منیر فرمانے کی دوسری وجہ:

وہ یہ کہ آپ کا نور ساری امت کو منور فرما رہا ہے جیسے چراغ سے تمام طرفیں نور ہو جاتی ہیں۔ نابینا نہ چراغ کو دیکھ سکتا ہے نہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جن کی دل کی آنکھ نہیں وہ آپ کو ظاہراً دیکھتے ہیں۔ آپ کو حقیقۃً نہیں دیکھ سکتے۔ ابوجہل اور اس کے پیروکاروں نے آپ کو نہیں دیکھا اللہ کریم نے فرمایا: پیارے محبوب آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ اپنی آنکھ سے آپ کو دیکھتے ہیں حالانکہ وہ دل کی آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے حقیقۃً آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔

(روح البیان 197)

قرآن پاک کی دو آیتوں سے محبوب کا نور عین ہونا ثابت ہو۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت نے فرمایا:

تیرے ہی ماتھے رہا جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

پیارے آقا کے نورِ عین ہونے پر احادیث کا سلسلہ

حدیث نمبر 1:

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میری قبر میں نور کر دے میرے سامنے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میری دائیں طرف نور کر دے میری بائیں طرف نور کر دے میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے کان میں نور کر دے اور میری نگاہ میں نور کر دے اور میرے بالوں میں نور کر دے اور میرے چمڑے میں نور کر دے اور میرے گوشت میں نور کر دے اور میرے خون میں نور کر دے اور میری ہڈیوں میں نور کر دے اور میرے نور کو بڑا بنا دے اور مجھے نور عطا کر اور مجھے سراپا نور بنا دے۔

(ترمذی ج2 ص178، مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری مسلم ج1 ص261)

ان کتب میں زبان اور پٹھوں کے نور بننے کا بھی ذکر ہے۔ یہ حدیث آپ کے نورِ عین ہونے کی صراحت کرتی ہے اور آپ کی تمام طرفوں کے نور ہونے کی صراحت کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ محبوب کا مسکن اور روضہ مطہرہ بھی نور ہے۔ نورانی شخصیت نور میں جلوہ گر ہے۔ دعا سے پہلے نور نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دعا بھی ایک نعمت کے ثابت رہنے اور باقی رہنے کے لئے

ہوتی ہے اور کبھی شے مطلوب کی ترقی کے لئے ہوتی ہے اور کبھی دوسرے مقاصد کے لئے ہوتی ہے۔

حدیث نمبر 2:

ابن مبارک اور ابن الجوزی نے ابن عباس سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور کبھی بھی آپ سورج کے ساتھ کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آ گئی اور آپ کبھی چراغ کے ساتھ کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آ گئی۔

(زُرقانی: ج: 1، ص: 249)

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حدیث نمبر 3:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابن ابی ہالہ سے پوچھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے والے تھے اور میں یہی چاہتا تھا کہ ماموں میرے لئے کوئی آپ کے حلیے کی ایسی چیز بیان کریں جس کو محفوظ کرلوں تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ بڑی شان والے معظم تھے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ (شمائل ترمذی ص 2)

آنکھ والو آؤ دیکھو ماہ طیبہ کی ضیاء
آسماں کے چاند کا تو پھیکا پھیکا نور ہے

حدیث نمبر 4:

پیارے آقا کے نورانی چہرہ کی روشنی میں رات کے وقت سوئی کا نظر آنا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں سحری کے وقت کپڑا سی رہی تھی مجھ سے سوئی گرگئی اور چراغ بجھ گیا۔ اچانک مجھ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے آپ کے نورانی چہرہ کی روشنی میں سوئی اٹھائی تو میں نے کہا کہ آپ کا چہرہ کتنا پر رونق ہے اور آپ کا رخسار کتنا زیادہ روشن ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہلاکت ہے ہر طرح کی ہلاکت ہے اس کے لئے جو قیامت کے دن مجھے نہیں دیکھے گا۔ میں نے کہا وہ کون ہے جو قیامت کے دن آپ کو نہیں دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا وہ بخیل جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ مجھے نہیں دیکھے گا۔ (جواہر البحار ج3 ص30)

جگمگا اٹھے ہیں عرش و فرش و کرسی نور سے
اللہ اللہ کیا چمک کیا روشنی کیا نور ہے

حدیث نمبر 5:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ربیع بنت مصوذہ کو کہا کہ میرے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم آپ کو دیکھو گے تو تم کہو گے کہ سورج چڑھ آیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص179)

حدیث نمبر 6:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ گویا کہ آپ کے چہرہ میں سورج چلتا تھا اور جب آپ ہنستے تو دیواریں چمک اٹھتیں۔ (مواہب اللدنیہ ص 271)

حدیث نمبر 7:

حضرات براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن آپ کا چہرہ چاند کی طرح تھا۔ (خصائص کبریٰ ص 179)

حدیث نمبر 8:

ابو اسحاق سے اور وہ ہمدان کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں۔ عورت نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا کہ میں نے عورت سے کہا کہ آپ کی تشبیہ دو آپ کس چیز جیسے تھے۔ عورت نے کہا آپ چودھویں کے چاند جیسے تھے۔ (خصائص کبریٰ ص 179)

حدیث نمبر 9:

حضرت جابر ابن سَمُرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا جبکہ آپ پر سرخ پوشاک تھی۔ میں آپ کی طرف نظر کرتا اور چاند کی طرف دیکھتا میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (شمائل ترمذی ص 2)

حدیث نمبر 10:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جبکہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے کہ جب میں نے آپ پر سلام کیا اس وقت آپ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے بجلی کی طرح چمک رہا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب

خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا اور اسی طرح ہم آپ سے یہ حقیقت پہچانتے تھے۔ (بخاری شریف ج 1 ص 502)

حدیث نمبر 11:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کی حالت میں ان پر داخل ہوئے۔ آپ کے چہرہ کے خطوط چمک رہے تھے۔ (بخاری شریف ج 1 ص 502)

حدیث نمبر 12:

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کے دو دانتوں میں کشادگی تھی۔ آپ جب بولتے آپ کے نورانی دانتوں سے نور نکلتا ہوا دیکھا جاتا۔ (شمائل ترمذی ص 3)

ان تمام احادیث سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عین ہونا اور نور حسی ہونا ثابت ہوا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور عین تھے۔ (مدارج النبوۃ ج 1 ص 129) اور اسی صفحہ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک سے قدم مبارک تک نور تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ آیت انما انا بشرٌ مثلکم متشابہات سے ہے اور محدث مذکور نے کہا کہ آپ کا نور آپ کے خدام کی طرف بھی سرایت کرتا ہے۔

حدیث نمبر 13:

آپ کے نور کا خدام کی طرف سرایت کرنا

صحابی رسول حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابن کلبی سے روایت ہے کہ صحابی رسول حضرت طفیل کا نام ذوالنور اس لئے پڑا کہ جب طفیل پیارے آقا کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان کی قوم کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت طفیل نے کہا آپ مجھے ان کی طرف بھیجیں اور میرے لئے نشانی بنا دیں۔ پیارے آقا نے دعا فرمائی کہ باری تعالیٰ طفیل کے لئے نور پیدا فرما۔ آپ کی دعا کے فوراً بعد ان کی دو آنکھوں کے درمیان نور چمکا پیشانی چمک اٹھی۔ حضرت طفیل نے دعا کی کہ باری تعالیٰ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ مجھے قبلہ کہیں گے تو وہ نور ان کے چابک کے کنارہ کی طرف منتقل ہو گیا تو ان کا چابک تاریک رات میں چمکتا تھا۔ (خصائص کبریٰ ص 338)

حدیث نمبر 14:

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کسی کام کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ رات تاریک تھی۔ دونوں گھروں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹا سا عصا تھا۔ ایک صحابی کا عصا چمک اٹھا۔ اس کی روشنی میں وہ چلتے رہے۔ جب ہر ایک کا راستہ جدا جدا ہو گیا تو دوسرے کا عصا بھی چمک اٹھا۔ ہر ایک اپنے عصا کی روشنی میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص 544)

پیارے آقا کا نام نامی نور، آپ کا جسم مبارک نور، آپ کا دل مبارک ایمان و حکمت سے لبریز اور نور، آپ کا رہائش کا مکان نور، مرقد منیف روضہ اطہر نور، آپ کے تمام اصحاب نور، امام ربانی عارف یزدانی جلال الدین رومی نے بہت خوب کہا:

اسم نور و جسم نور و جان نور
اہل نور و بیت نور و جملہ اصحاب نور

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت نے فرمایا:

مستنیر از تابش یک آفتاب　　　　عالمے واللہ اعلم بالصواب

ایک آفتاب کی چمک سے تمام جہان روشن ہو گیا۔ امام جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے دفتر سوم مثنوی شریف ص 260 میں قافلہ عرب کا واقعہ لکھا جنہوں نے سخت پیاس کی وجہ سے موت کا یقین کرلیا پیارے آقا نے ان کی امداد فرمائی۔

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون　　　　مصطفیٰ پیدا شدہ از بہر عون

اچانک دو جہاں کے فریادرس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امداد کے لئے ظاہر ہوئے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک سیاہ رنگ کا غلام اونٹ پر پانی کا مشکیزہ لے کر اپنے مولیٰ کی طرف جارہا ہے لوگ اس کی طرف گئے اور کہا تمہیں اللہ کے رسول بلاتے ہیں۔ وہ جب آ گیا تو

آپ نے تمام قافلہ کو اس کی مشک سے سیراب کیا۔ انسانوں حیوانوں سب نے پانی پیا۔ نبی پاک علیہ السلام نے مہربانی فرمائی۔ حبشی کی مشک جو کہ خالی ہو چکی تھی بھر دی اور سیاہ حبشی کو سفید رنگ والا چمک دار چاند کی طرح بنا دیا۔ جب غلام مسلمان ہو کر چودھویں کا چاند بن کر اپنے مالک کے پاس پہنچا تو مالک اس کو نہ پہچان سکا۔

آں یکے بدریست مے آید زِ دور
میزند بر نور رونہ از روش نور

مالک نے کہا یہ جو دور سے آرہا ہے ایک چودھویں کا چاند ہے جس کا چہرہ نور ہی نور ہے۔ غلام نے کہا:

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام

میں نے ساری کائنات کے سردار کو دیکھا اور چودھویں کا چاند بن گیا۔ فضیلت والا اور شان والا ہو گیا۔

نور کی پھونک بھی نور بنا دیتی ہے۔

الحاوی للفتاوی صفحہ 260 پر امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ شیخ صفی الدین نے اپنے رسالہ میں کہا انہوں نے مجھے شیخ ابو العباس حرار نے کہا کہ میں ایک بار روضہ مصطفیٰ پر حاضر ہو کر روضہ مصطفیٰ میں داخل ہوا۔ پیارے آقا کو اس حال میں پایا کہ آپ اولیاء کے لئے منشور روایت لکھ رہے ہیں اور آپ نے میرے بھائی محمد کے لئے منشور ولایت لکھا شیخ کے بڑے بھائی ولی تھے۔ ان کے چہرہ پر ایسا نور ہوتا جو کسی پر مخفی نہیں کہ وہ ولی ہیں۔ ہم نے ابو العباس حرار سے پوچھا کہ محمد کا چہرہ کیوں چمکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے بھائی محمد جب پیارے آقا کے روضہ میں داخل ہو کر آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر دم کیا تو اس نورانی پھونک نے ان کا چہرہ نورانی بنا دیا۔

اگر کوئی آپ کی سنت پر چلے اور آپ کی ذات میں فنا ہو جائے تو وہ بھی خالص نور ہو جاتا ہے۔ عارف رومی نے فرمایا۔

چوں فناش از فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

(مثنوی ص 407)

ولایت کی وجہ سے جب کامل کے لئے فنافی الرسول ہونا زیور ہو جاتا ہے وہ کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے۔ اس صدی کے مجدد شاہ احمد رضا کا حال اسی طرح آپ کا سایہ آپ کی عمر کے آخر میں ختم ہو گیا۔ لاڑکانہ کے ڈاکٹر شمس الزماں نے بیان کیا کہ آپ اپنی عمر کے آخری حصہ میں بہت گریہ فرماتے تھے اور آپ کا سایہ ختم ہو گیا۔

حدیث نمبر 15:

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا سایہ سورج کے سامنے نہیں تھا اور نہ چاند کے سامنے ابن سبع نے کہا کہ آپ کی خصوصیت

ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔ بندہ گزارش کرتا ہے کہ امت کے کاملین کے سایہ کا ختم ہونا بالتبع ہے۔

ابن سبع نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلے آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا اور آپ کا قول آپ کی دعا میں کہ باری تعالیٰ مجھے نور بنادے اس مقصد کی دلیل ہے یعنی جب آپ نور ہیں تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (خصائص کبریٰ ص 149)

امام قسطلانی نے کہا کہ آپ کا زمین پر سایہ واقع نہیں ہوا اور نہ سورج میں آپ کا سایہ دیکھا گیا نہ چاند میں۔ (مواہب اللدنیہ ج3 ص 249)

شیخ اسماعیل حقی نے کہا کہ آپ کا زمین پر سایہ واقع نہیں ہوا کیونکہ آپ نور محض ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور سایہ نہ ہونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ نے دنیاوی سایہ والا وجود ختم کر دیا اور آپ صورۃ بشر میں مشتمل ہیں۔ (روح البیان ج7 ص 208)

سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت بھی ہے آپ ہر چیز سے زیادہ لطیف ہیں۔ ہر چیز کا سایہ لطیف ہوتا ہے آپ کی ذات نورانی سایہ سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ سایہ نہ ہونے کی یہ حکمت بھی ہے کہ چیز کا سایہ اس چیز کے مثل ہوتا ہے۔ جب آپ بے مثل ہیں تو آپ کا سایہ نہیں ہے اگر آپ کا سایہ ہوتا تو وہ آپ کا مثل قرار پاتا۔ حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا کہ جب میں آپ کے انوار کو دیکھتا ہوں اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھتا ہوں نگاہ کے ختم ہونے کے ڈر سے غرضکہ انبیاء کرام ملائکہ کرام اولیاء عظام سب آپ کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
تیرے ہی جانب ہے پانچواں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

اور یہ جو روایت کی گئی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں پیارے آقا کے سامنے سوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کی قبلہ کی طرف میں ہوتے آپ جب سجدہ کرتے مجھے اشارہ کرتے میں اپنے پاؤں سکیڑتی جب آپ کھڑے ہوئے تو انہیں پھیلاتی آپ بیان کرتی ہیں ان دنوں میں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(بخاری ج 1 ص 73)

یہ بعض احوال پر محمول ہے نور نہ چمکنے میں حکمتیں ہیں نمبر ۱ تاریکی میں نماز جائز ہے۔ نمبر 2 مرد عورت کے آپس میں اشتغال سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ کے نور سے تاریک گھر منور ہو جاتے تھے۔

مقصد ثانی:

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم ارواح کی نورانیت کے بیان میں ہے

دوسرے مقصد میں دس فصلیں ہیں:

فصل نمبر 1:

محققین علماء کرام نے بغیر سند کے اپنی تصنیفات میں یہ حدیث درج کی چنانچہ مواہب اللدنیہ ج 1 ص 2 پر ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور ایمان والے میرے نور سے پیدا کئے گئے ایک روایت میں ہے کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

(مدارج النبوۃ ج 2 ص 27)

ایک روایت میں ہے سب سے پہلے اللہ کریم نے میری روح کو پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے اللہ نے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے ہر چیز سے پہلے اللہ نے موتی کو پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر چیز سے پہلے اللہ کریم نے قلم کو پیدا کیا۔

(جواہر البحار ج 4 ص 171)

روح سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا نور ہے۔ روح اور نور میں کوئی منافات نہیں۔ نور ذات اور عقل میں بھی کوئی منافات نہیں جب پیارے آقا کا نور نورِ الٰہی سے جلوہ گر ہوا تو وہ نور ممتاز ہوا اس نور ذات نے اپنے آپ کو پہچانا اور اپنے ربّ کو پہچانا اس اعتبار سے نور ذات کو عقلِ کلی کہا گیا دو روایتوں میں بظاہر منافات ہے وہ نور اور قلم

والی دوروایتیں ہیں۔اول تخلیق ایک چیز کی ممکن ہے۔پیارے آقا کا نور اول مخلوق ہو گا یا قلم اول مخلوق ہو گا۔صوفیاء علیہم الرحمہ نے جواب دیا کہ قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے اور یہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی ہے۔آپ کے نور کی قلم اعلیٰ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ نور مصطفیٰ نے بارگاہ غیب سے اللہ کا فیض لیا اور تمام مخلوق کو وہ فیض پہنچایا اور ہر چیز نے پیارے آقا کے نور سے فیض ایسے لیا جیسے کہ خط قلم کے واسطے سے سیاہی سے فیض لیتا ہے۔اسی فیضان کے اعتبار سے اس نور کو قلم کہا گیا یہ نور عالم کو فیض پہنچاتا ہے اور لوح عالم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

علماء کرام کا جواب:

قلم کی اولیت اضافی ہے حقیقی نہیں ہے قلم کا اول مخلوق ہونا بقیہ موجودات کے اعتبار سے ہے۔

اول مخلوق حقیقی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

دلیل نمبر 1:

اللہ کریم نے فرمایا: وانا اوّل المسلمین اور میں پہلا مسلمان ہوں اسلام کا پہلے ہونا موجود کے اول ہونے کو چاہتا ہے جو پہلے پیدا ہو گا اول اسلام اسی کا ہو گا۔

دلیل نمبر 2:

امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔آپ مجھے بتائیے کہ سب سے پہلے اللہ کریم نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔آپ نے فرمایا: اے جابر! ہر چیز سے پہلے اللہ کریم نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا وہ نور اللہ کریم کی قدرت کے ساتھ جہاں اس نے چاہا چلتا رہا اس وقت لوح نہ تھی اور نہ قلم تھا نہ جنت تھی اور نہ ہی نار تھی اور نہ کوئی فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا نہ

چاند تھا اور نہ کوئی جن تھا نہ انسان جب اللہ کریم نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اس نور کے چار حصے کیے۔

نمبر 1 سے قلم نمبر 2 سے لوح نمبر 3 سے عرش پیدا کیے چوتھے حصہ کے 4 جز کیے۔

ایک سے حملۃ العرش نمبر 2 سے کرسی نمبر 3 سے باقی ملائکہ پیدا کیے جز رابعہ کے چار جز کیے۔

نمبر 1 سے مومنوں کی نگاہوں کا نور نمبر 2 سے ان کے دلوں کا نور نمبر 3 سے نور انس پیدا فرمایا اور وہ توحید ہے اس روایت میں صراحت ہے کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ کریم نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اس وقت لوح نہیں تھی قلم نہیں تھا ثابت ہوا کہ اول مخلوق بے قید نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور قلم بقیہ موجودات سے پہلے ہے۔

دلیل نمبر 3:

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اول مخلوق ہونے کی تائید روایت حضرت عمر سے ہوتی ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ میں وہ ہوں کہ ہر چیز سے پہلے اللہ کریم نے جس کے نور کو پیدا کیا۔ اس نور نے اللہ کے لئے سجدہ کیا تو سات ۷۰۰ سو سال وہ سجدہ میں رہا تو ہر چیز سے پہلے میرے نور نے اللہ کے لئے سجدہ کیا یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ اے عمر کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ میں وہ ہوں کہ میرے نور سے اللہ کریم نے عرش کو پیدا کیا اور کرسی کو میرے نور سے پیدا کیا اور لوح اور قلم کو میرے نور سے پیدا کیا۔ سورج اور چاند کو میرے نور سے پیدا کیا اور نگاہوں کا نور میرے نور سے پیدا کیا اور مومنوں کے دلوں میں معرفت کا نور میرے نور سے پیدا کیا اور کوئی فخر نہیں۔

(جواہر البحار ج2 ص345)

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صراحت فرمائی کہ ہر چیز سے پہلے اللہ کریم نے میرے نور کو پیدا کیا تو کل میں قلم بھی داخل ہے اور جب یہ بیان ہوا کہ لوح و قلم کو اللہ

کریم نے میرے نور سے پیدا کیا تو قلم کا اول مخلوق حقیقی سمجھنا باطل قرار پایا اور روایت جابر سے قلم کی اولیت اضافی متعین ہوگئی۔

دلیل نمبر 4:

دلیل عقلی ہے وہ یہ ہے کہ بے قید اول مخلوق ایک چیز ہو سکتی ہے کیونکہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کی غیر ہوں بے قید اول مخلوق نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ دونوں چیزیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ پیدا ہوں گی تو اول کوئی بھی نہ ہوگی۔ اگر وہ دونوں چیزیں اس حال میں پیدا ہوں کہ ایک چیز پہلے ہو۔ دوسری چیز بعد میں ہو تو جو پہلے پیدا ہوگی اول مخلوق وہی ہے بعد میں پیدا ہونے والی چیز اول نہیں آخر ہوگی۔ ثابت ہوا کہ اول مخلوق ایک ذات ہے اس کے مختلف نام ہیں۔

خاص تنبیہ

علماء محققین نے اول مخلوق نور مصطفیٰ کو متعین کر دیا اور جن علماء کرام نے روح مصطفیٰ کو اول مخلوق قرار دیا ان کی مراد نور مصطفیٰ ہے کیونکہ رُوحانیت جو وصف اور عرض ہے بغیر ذات کے قائم نہیں ہو سکتا۔ ذات قائم بنفسہ ہے۔ روح ذات کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے خود بخود قائم نہیں ہو سکتی۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا اپنی مخلوق کی ایجاد کا اور اپنے رزق کی تقدیر کا تو اس نے بارگاہ احمدیت میں اپنے خصوصی انوار احمدیہ سے حقیقت محمدیہ کا اظہار فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص 27)

عارف تجانی نے کہا کہ اول موجود جس کو اللہ کریم نے بارگاہ نجیب سے موجود فرمایا وہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روح ہے۔ پھر اللہ نے تمام جہان کی روحیں آپ کے نور سے پیدا فرمائیں۔ (جواہر البحار ج 3 ص 50)

عارف تجانی نے من نورہ بول کر متعین کر دیا کہ روح سے مراد نور ذات ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ

ایک شرذمہ قلیلہ کہتا ہے کہ روایت جابر میں نور نبیک میں نور سے مراد روح نبی مراد ہے۔ یہ مراد قطعاً باطل ہے نور سے مراد نور ذات اور آپ کے لطیف جوہر کا نور مراد ہے۔ نور سے روح مراد لینے کی تردید قرآن پاک سے ہوتی ہے وہ یہ کہ انا اول المسلمین میں انا مبتدر ہے ذات کی تعبیر انا سے ہوتی ہے۔ عرض پر حکم نہیں لگتا ایک دلیل بیان ہوگئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ روایت جابر جس کو محدث گاذرونی نے اپنی سیرت میں نقل کیا کہ نور جب حجابات سے نکلا اسے اللہ کریم نے زمین میں گاڑ دیا تو زمین میں مرکوب ہونے سے تمام روئے زمین مشرق اور مغرب ایسے چمک اٹھے جیسے تاریک رات میں چراغ چمکتا ہے (جواہر البحار ص 408) نور کا زمین میں رکوب اور اس نور کا تمام دنیا کو منور کر دینا یہ دونوں آپ کے جوہر لطیف کی صفتیں ہوسکتی ہیں کیونکہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ عالم امر جہات سے مفید نہیں ہوتا یوں نہیں کہا جاتا کہ روح زمین میں مرکوز کی گئی یوں کہا جاتا ہے کہ جوہر زمین میں مرکوز کیا گیا۔

دلیل نمبر 3:

وہ یہ ہے کہ یہ نور صلب آدم علیہ السلام میں ودیعت رکھا گیا جو ہر وہ لطیفہ کا ودیعت رکھا جانا امر معقول ہے۔ ایک جسم میں دو روحوں کا ودیعت رکھا جانا ناممکن ہے۔ باپ کی پشت میں اولاد کی روح نہیں رکھی جاتی بلکہ روح شکم مادر میں پھونکی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص 20)

ابن مسعود والی روایت کا مفاد یہی ہے۔ (خلاصہ مقالات کاظمی ص 20)

دلیل نمبر 4:

نور نبی میں اضافت بیانیہ ہے جو نبی ہے وہی نور ہے۔ (مقالات کاظمی ص 12) دلائل بیان ہوگئے۔ حدیث جابر کا کچھ حصہ جو علامہ قسطلانی نے بیان نہیں کیا وہ لکھا جاتا ہے۔

محدث گاذرونی نے بیان کیا کہ اللہ کریم نے پیارے آقا کے نور کو بارہ ہزار سال مقام قرب میں رکھا اور بارہ ہزار سال مقام حب میں رکھا اور بارہ ہزار سال مقام خوف میں جلوہ گر فرمایا اور بارہ ہزار سال مقام رجاء میں اور بارہ ہزار سال مقام حیا میں جلوہ گر فرمایا اور بارہ ہزار سال مقامات عبودیت میں جلوہ گر فرمایا۔ وہ مقامات یہ ہیں:

نمبر 1 (حجاب کرامت) نمبر 2 (حجاب سعادت) نمبر 3 (حجات رویت) نمبر 4 (حجاب رحمت) نمبر 5 (حجاب رأفت) نمبر 6 (حجاب حلم) نمبر 7 (حجاب علم) نمبر 8 (حجاب وقار) نمبر 9 (حجاب سکینہ) نمبر 10 (حجاب صبر) نمبر 11 (حجاب صدق) نمبر 12 (حجاب یقین) جب حجابات سے نور نکلا تو اللہ کریم نے اس نور کو زمین کے خاص حصہ میں جلوہ گر کیا تو وہ نور مشرق و مغرب کے درمیان چمکتا تھا جیسا کہ تاریک رات میں چراغ چمکتا ہے۔ (جواہر البحار ج3 ص 31)

نور مصطفیٰ کے پیدا کرنے کی حکمت

حکمت یہ ہے کہ اللہ کریم ایک مخفی خزانہ تھا وہ تنہا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔ اس نے پسند فرمایا کہ وہ پہچانا جائے تو اس نے اپنا حسن الوہیت چمکایا تو اس کی یہ تجلی لامحدود تھی۔ اس کی آخری طرف کوئی نہیں تھی۔ اسی لامحدود تجلی کا نام حقیقت احمدیہ ہے چونکہ یہ تجلی لامحدود ہے اور اس تجلی جیسا چمکدار نور کوئی نہیں اور اللہ کریم کے پیارے محبوب اسی تجلی کا عکس ہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ مجھے میرے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کوئی نہیں جانتا

وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ کریم کی ذات سے پیدا ہوئے اللہ کریم نے چاہا کہ میرے جلوے ذات اقدس کے اسی ہستی میں جلوہ فرما ہو سکتے ہیں جو میرے حسن ذات سے پیدا ہوئے اور نور ذات کا جاننا ناممکن ہے۔ اگر حقیقت احمدیہ کو اس مقام سے دور کر دیا جائے

تو تمام کائنات ختم ہو جائے۔ اگر حقیقت احمدیہ نہ ہوتی تو ساری کائنات ختم ہو جاتی۔
حقیقت احمدیہ کی سخت چمک کی وجہ سے اللہ کریم نے عرش کو پیدا فرمایا اور عرش سے اوپر
ستر حجاب پیدا کیے۔ ایک حجاب سے دوسرے تک ستر ہزار سال کی مسافت ہے اور ہر
حجاب کا مقدار ستر ہزار سال کی مسافت ہے۔ اس کے اوپر ایسی فضا ہے جس کی مسافت کو
اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی کا نام عالم الرقا ہے۔ یہی عالم اللہ کے اسما کا مظہر
ہے۔ عالم الرقا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور یہی حقیقت احمدیہ ہے اور
یہ حقیقت عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین جنت و جہنم اور تمام جہان کو محیط ہے اور اس
نور کا نام حقیقۃ الحقائق ہے۔ دوسرا نام عالم کا ہیولیٰ (اصل) ہے تمام اجسام گویا کہ
تاریک گھر تھے جب حقیقت احمدیہ نے ان کا احاطہ کیا تو وہ تمام جسم منور ہو گئے اس بارگاہ
سے انوار کے فیضان کی وجہ سے اور یہ حقیقت اللہ کریم کے ساتھ بھی موصوف ہے جیسے کہ
آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا اور نسبت کونیہ سے بھی موصوف
ہے۔ اللہ کریم ہر چیز کی تدبیر جس کی اس نے ایجاد کرنی ہے اسی حقیقت کے سپرد فرماتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے مطابق اس کے معلومات میں وہی حقیقت تصرف
کرتی ہے وہ حقیقت اللہ سے علم پا کر مخلوق کی مدد کرتی ہے۔

حقیقت احمدیہ سے اللہ کریم کا کلام

اللہ کریم نے جب حقیقت احمدیہ اور نور محمدی کو پیدا فرمایا تو فرمایا: اے محبوب میں
نے اس کو اپنے اسماء اور اپنی صفات مرحمت فرما دیں جس نے آپ کو دیکھا جس نے آپ
کو جانا اس نے مجھے جانا اور جو آپ سے ناواقف رہا وہ مجھ سے ناواقف رہا۔ جب یہ نور
مخلوق ہو چکا تو اس نے اپنی ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سفر شروع کیا تو
اللہ تعالیٰ نے نور محبوب کو اپنی زیارت سے نوازا تو محبوب کے نور نے تمام وہ راز اور
حکمتیں جان لیں جو اللہ کریم نے آپ میں ودیعت رکھیں اور آپ کو اپنا حادث ہونا ثابت
ہوا اور آپ نے اپنی ہستی کو اچھی طرح جان لیا یہی پہچان آپ کی مددگار غذا بنی۔ یہی

معرفت آپ کی روزی بنی رہی اور اسی کے ساتھ آپ کی حیات ہمیشہ رہی۔ محبوب کے نور سے اللہ کریم نے تجلی اقدس فرما کر پوچھا کہ آپ کے نزدیک میرا کیا نام ہے۔ نور نے جواب دیا تو میرا ربّ ہے محبوب نے اللہ کریم کو ربوبیت والی بارگاہ میں پہچانا اور یہ قدیم ذات الوہیت کے ساتھ اکیلی ہے۔ اللہ کریم کی ذات کو کوئی نہیں جانتا مگر محبوب کی ذات تو اللہ کریم نے فرمایا تو میرا مربوب ہے میں تیرا ربّ ہوں میں نے آپ کو اپنے نام عطا کر دیئے، اپنی صفتیں دے دیں۔ میں اسرار الٰہیہ کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا اور ان کے ساتھ آپ کی تربیت کروں گا۔ میرے راز آپ کے اندر مہیا ہوں گے۔ آپ میرے رازوں کو پہچانیں گے اور میں نے ان رازوں کے ساتھ جو آپ کی مدد کی انہی امداد کی کیفیت آپ سے پردہ میں رکھی کیونکہ اس کی کیفیت کی برداشت کی طاقت آپ میں نہیں اگر آپ امداد کی کیفیت جان لیں تو دلیل اور مدلول عبد اور معبود کا ایک ہونا لازم ہوگا عبد جو مرکب ہے بسیط ذات معبود کا مقابلہ نہیں کر سکتا کسی حقیقت کا الٹ نہیں ہو سکتا۔ معدن اسرار علام الغیوب برزخ بحرین امکان و وجوب۔

علام الغیوب کے رازوں کا آپ معدن ہیں۔ بحر امکان اور بحر وجوب کی آپ درمیانی حد ہیں۔

تمام علوم اور معارف کا حقیقت محمدیہ میں ودیعت رکھنا

اللہ کریم نے جب حقیقت محمدیہ کو پیدا فرمایا تو آپ کی حقیقت میں تمام وہ چیزیں جو مخلوق کے لئے تقسیم فرمائیں ودیعت رکھیں۔ علوم اور معارف فیض اور اسرار و تجلیات کے فیض اور انوار اور حقائق کے فیوض اور یہ چیزیں اپنے تمام احکام اور مقتضیات اور لوازم کے ساتھ ودیعت فرمائیں اور پیارے آقا اب تک کمالات الٰہیہ دیکھنے میں ترقی فرما رہے ہیں۔ آپ کے سوا کسی کے لئے ان کمالات کا طمع نہیں ہو سکتا اور وہ کمالات کبھی ختم نہیں ہوتے اور حقیقت محمدیہ اللہ تعالیٰ کے غیوب سے اعظم غیب ہے۔ کوئی شخص ان چیزوں پر مطلع نہیں ہو سکتا جو آپ میں ودیعت ہیں۔ معارف اور علوم اسرار و تجلیات،

فیوضات عطایا مواہب بلند احوال اور پاکیزہ اخلاق سے جو آپ میں ہیں۔ ان پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا نہ عام نہ مرسلین نہ انبیاء یہ تمام چیزیں آپ کی خصوصیات سے ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین تمام ملائکہ اور مقربین تمام اقطاب اور صدیقین تمام اولیاء اور عارفین نے آپ کے جس اجمال یا تفصیل پر اطلاع پائی وہ حقیقت محمدیہ کا فیض ہے۔ البتہ حقیقت احمدیہ میں جو کچھ ودیعت ہے اس پر اطلاع کا طمع بھی کسی کو نہیں ہوسکتا۔

مقامات خمسہ

آپ کے پانچ مقام ہیں۔ نمبر 1 مقام السر، نمبر 2 مقام الروح، نمبر 3 مقام عقل، نمبر 4 مقام القلب، نمبر 5 مقام النفس۔ مقام السر وہ حقیقت محمدیہ ہے جو خالص نورالٰہی ہے۔ مخلوق سے خاص بلند ہستیاں بھی اس کے ادراک اور فہم سے عاجز ہیں۔ حقیقت محمدیہ کو انوار الٰہیہ کا لباس پہنایا گیا اور چھپا دیا گیا تو اس کا نام روح رکھ دیا گیا پھر انوار الٰہیہ کا لباس پہنایا اب اس کا نام عقل رکھ دیا گیا پھر انوار الٰہیہ کا لباس پہنایا گیا۔ اب اس کا نام قلب رکھا گیا۔ حقیقت محمدیہ کو انوارِ الٰہیہ کا لباس پہنایا گیا اب اس کا نام نفس رکھا گیا۔

بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ پر اطلاع پانے کے لئے میں نے معارف کی گہرائی میں غوطہ لگایا تو اچانک میرے اور حقیقت محمدیہ کے درمیان ایک ہزار حجاب تھے اور میں پہلے حجاب کا قرب حاصل کروں تو جیسے آگ میں بال جل جاتا ہے ایسے جل جاؤں۔

شیخ عبدالسلام کا بیان

انہوں نے کہا کہ حقیقت محمدیہ کو معلوم کرنے کے لئے تمام فہم سمجھیں ختم ہوگئیں نہ کوئی پہلا اس حقیقت کو جان سکا نہ بعد میں آنے والا۔

خواجہ اویس قرنی کا بیان

خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ رابع حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمہ نے کہا کہ تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو نہیں دیکھا۔ خواجہ اویس قرنی نے کہا ابو بکر صدیق نے بھی آپ کو نہیں دیکھا۔ خواجہ صاحب نے ورطہ معارف میں غوطہ لگایا حقیقت محمدیہ کو معلوم کرنے کے لئے تو آپ کو کہا گیا کہ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے اکابر رسل اور انبیاء کرام علیہم السلام عاجز رہ گئے۔ کسی دوسرے کے لئے اس حقیقت کو معلوم کرنے کا طمع ناممکن ہے۔

حقیقت احمدیہ اور باقی ممکنات کے حادث ہونے میں فرق

ساری کائنات حادث ہے لیکن وہ حادث ازلی نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حادث ہیں لیکن ازلی الوجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ممکن ہیں لیکن آپ کے حادث ہونے کے وقت کو کوئی نہیں بیان کرسکتا کہ آپ کے نور پیدا ہونے سے آج تک وقت کتنا گزر چکا ہے۔ ہم دنیا کی عمر کو جانتے ہیں کہ وہ ساڑھے سات ہزار سال ہے اور حقیقت احمدیہ کے پیدا ہونے کے وقت کو ہم نہیں جانتے۔

حقیقت احمدیہ کے متعلق احادیث کا سلسلہ

(1) حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے سامنے نور تھا۔ (مواہب اللدنیہ ج1 ص49)

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے رب کے سامنے نور تھا۔ وہ

نور تسبیح کیا کرتا تھا اور فرشتے اسی نور والی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔(جواہر البحار ص298)

(3) امام زُرقانی نے کہا کہ شیخ مسلم نے اپنے مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ قریش تخلیق آدم سے دو ہزار برس پہلے بارگاہِ الٰہی میں نور تھا وہ تسبیح کرتا تھا اور فرشتے اس نور والی تسبیح پڑھتے تھے۔(زُرقانی ج1 ص 49)

(4) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبریل تیری عمر کتنے سال ہے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی میں نہیں جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ جو ستر ہزار سال کے عرصہ میں ایک مرتبہ طلوع ہوتا تھا جس کو میں بہتر ہزار مرتبہ دیکھ چکا ہوں تو آپ نے فرمایا: اے جبریل! میرے ربّ جل جلالہ کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔

(انسان العیون 49)

اس حدیث سے جانا گیا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام وجود عینی روحانی کے ساتھ اس وقت سے متصف ہیں جسے کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسی وجہ سے شیخ محی الدین ابن العربی نے آپ کی وصف میں فرمایا کہ آپ ازلی حادث ہیں اور دائم ابدی مخلوق ہیں اور کلمہ فاصلہ اور جامعہ ہیں اگر تم کہو کہ حدوث اور ازلیہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ظاہر ضد ہیں تو دونوں کا اجتماع کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب کا سمجھنا ایک اور حقیقت کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدوث دو قسم پر ہے۔ نمبر 1 حدوث ذاتی نمبر 2 حدوث زمانی پیارے آقا دونوں سے موصوف ہیں۔ حدوث ذاتی سے متصف ہونا اس لئے ہے کہ آپ کی ذات وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اور حدوث زمانی سے متصف ہونا وہ یوں ہے کہ آپ کی عنصری اور جسمانی زندگی پر عدم زمانی آچکا ہے اور آپ کا ازلی ہونا اور اعتبار سے ہے ازلیت کی دو قسمیں ہیں۔ ازلیت وجود علمی کے اعتبار سے نمبر 2 ازلیت وجود عینی روحانی کے اعتبار سے پیارے آقا دونوں اعتبار سے ازلی ہیں۔ آپ کی ازلیت وجود علمی کے اعتبار سے تو وہ ایسے ہے کہ اللہ کے علم میں آپ کا عین ثابتہ ازلی ہے۔ آپ

کی ازلیت وجودعینی روحانی علمی کے اعتبار سے تو وہ یوں ہے کہ آپ کا روح پیدا ہوا اس وقت زمانہ پیدا نہیں ہوا تھا کیونکہ زمانہ بھی آپ کے روحانی وجود کے بعد پیدا ہوا اور مکان بھی اگر تم کہو کہ پیارے آقا کے لئے ازلیت مان لینے سے اللہ کی ذات میں شرک لازم آئے گا کیونکہ اللہ کی ذات ازلی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی تم نے ازلیت ثابت کر دی جواب یہ ہے کہ اللہ کی ذات بالذات ازلی ہے اور پیارے آقا کی ازلیت اللہ کی ازلیت کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ کی ازلیت اس کی سلبی نعت ہے کہ آپ ایک وقت نہیں تھے لیکن اللہ بھی ہمیشہ سے ہے۔ اس کا حبیب بھی ہمیشہ سے ہے لیکن آپ کے اوپر عدم تھا لیکن موجود ہونے کے وقت کو ہم نہیں جانتے۔ وہاں تک وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔

سوال:

حقیقت محمد یہ جسم ہے یا غیر جسم ہے اگر جسم ہے تو اس وقت چیز نہیں تھا جسم کے لئے چیز ضروری ہے جب نور محمدی پیدا ہوا تھا اس وقت زمانہ بھی نہیں تھا۔ مکان بھی نہیں تھا۔ یہ سوال فقط ایک تقدیر ہو سکتا ہے حقیقت محمد یہ کو جسم ماننے کی تقدیر پر ہے۔

جواب:

یہی ہے کہ نور محمد اور جسم دونوں میں منافات ہے جسم کے لئے چیز ضروری ہے نور محمد نہ جسم ہے نہ اس کے لئے چیز کی ضرورت ہے۔

چیز کی تعریف

اوّل سنت کے نزدیک چیز فراغ موہوم کا نام ہے جس کا کوئی تحقق نہیں۔ اگر اس کا تحقق فرض کر لیں تو اس کو چیز کی ضرورت ہوگی اور دور لازم آئے گا۔ ہر چیز کا محتاج ہو گا اگر ہر ایک دوسرے کا محتاج نہ ہو ایک چیز دوسرے کا محتاج ہو دوسرا تیسرے کا محتاج ہو وہلم جرا تو تسلسل لازم آجائے گا۔ سوال مذکور تو ہو سکتا ہے اگر چیز امر وجودی ہو اہل سنت

کے نزدیک چیز امر وجودی نہیں بلکہ امر موہوم ہے۔ بعض علماء نے اس حقیقت میں بحث کرنے میں تعسف کیا اور کہا اس میں بحث کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ حقیقت جوہر ہوگی یا عرض ہوگی اگر جوہر ہو تو مکان کی محتاج ہوگی جس میں وہ حلول کرے جب وہ حقیقت مکان کی محتاج ہوگی تو مستقل بالوجود نہیں ہوگی۔ مکان کے بغیر تو اس حقیقت کے موجود ہونے اور اس کے مکان میں موجود ہونے کا وقت ایک ہوگا تو وہ حقیقت اول نہیں ہوگی کیونکہ حقیقت محمدیہ اور مکان دو چیزیں بیک وقت پیدا ہوئیں اور اگر وہ حقیقت عرض ہو تو اس پر کوئی کلام نہیں کیونکہ عرض کا وجود قلیل وقت میں ہوتا ہے پھر عرض کا وجود زائل ہو جاتا ہے تو اولیت کہاں رہی جس کے تم قائل ہو۔ جواب یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ حقیقت میں جوہر ہے۔ اس کی دو نسبتیں ہیں۔ نسبت نورانی اور نسبت ظلمانی جوہر کا محل کا محتاج ہونا یہ تصنیف درست نہیں۔ اس تعین کا اعتبار وہ شخص کرتا ہے جس کا عقل مقام اجسام میں اڑ گیا ہو تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ان مخلوقات کو بغیر محل کے پیدا فرما دے۔ استحالہ عقلیہ۔ عقل تو یہی بات متعین کرتا ہے کہ اجسام محل کے بغیر نہیں پائے جاتے۔ اجسام کا محل کے بغیر وجود محال ہے۔ اللہ کریم کی یہی عادت ہے جسے اللہ نے چلایا عقل اسی بات پر اڑ گیا کہ یہ بات فضاء حقائق میں اس نے جاری نہیں کی۔ وہ حقائق کو محل کے بغیر بھی مخلوق فرما سکتا ہے۔ اللہ کریم نے حقیقت محمدیہ کو اس حال میں پیدا فرمایا کہ وہ جوہر ہے۔ حقیقت محمدیہ محل کی محتاج نہیں جس کے لئے حقیقت الٰہیہ ظاہر ہوگی اس نے یقیناً جانا کہ جہان کا بغیر محل کے پیدا کرنا درست ہے۔

حقیقت محمدیہ کے اسماء

(1) تعین اول (پہلا تعین) (2) قلم اعلیٰ (3) امر اللہ (اللہ کا حکم) (4) عقل اول (پہلا عقل) (6) سدرۃ المنتہیٰ۔ حد فاصل (واجب اور ممکن میں درمیانی حد) (7) مرآۃ صورۃ الحق (صورت حق کا آئینہ) (8) انسان کامل (9) قلب (تمام جہان کا دل)

(10) ام الکتاب، (11) کتاب المسطور (12) روح القدس (13) روح الاعظم (14) تجلی ثانی (15) حقیقۃ الحقائق (16) العماء (17) روح کلی، (18) امام الامبین (19) عرش (جس پر اللہ کریم نے مکمل جلوہ فرمایا) (20) مرآۃ الحق (حق کا آئینہ) (21) مادہ اولیٰ (پہلا مادہ) (22) معلم اول (پہلے استاد) (23) نفس الرحمٰن (24) فیض اول، (25) دربیضا (سفید موتی) (26) مرآۃ الحضر تین (اللہ اور انسان کا آئینہ) (27) جامع برزخ (28) واسطۃ الفیض والمدد (فیض الٰہی اور مدد الٰہی کا واسطہ) (29) حضرۃ الجمع (30) مجمع البحرین (دریا ہے وجوب اور امکان کے ملنے کی جگہ) (31) مرآۃ الکون (دنیا کا آئینہ) (32) مرکز الدائرہ (دائرہ امکان کا مرکز) (33) وجود ساری (دنیا کی ہر شے میں سرایت کرنے والا وجود) (34) نور الانوار (ہر نور کا اصل) (35) ظل اولیٰ (اللہ کا پہلا سایہ) (36) ہر موجود میں سرایت کرنے والی حیاۃ (37) اسماء الٰہی اور صفات الٰہی کی بارگاہ (38) ایسا حق جس کے ساتھ ہر چیز پیدا کی گئی۔ جواہر البحار سے تفصیل طلب کی جائے۔

انسان کامل

اللہ تعالیٰ کے تمام مراتب کا نام انسان کامل ہے۔ مراتب الہیہ کی تفصیل مرتبہ نمبر 1: مرتبہء احدیت اِس کا دوسرا نام جمع الجمع ہے۔ اسی کا نام حقیقۃ الحقائق ہے۔ اسی کا نام عمائیتہ ہے اور یہ وجود کا مرتبہ ہے بشرط لاشی۔

مرتبہ نمبر 2: اللہ کا دوسرا مرتبہ واحدیت ہے۔ اس مرتبہ کا دوسرا نام مقام الجمع ہے۔ یہ وجود کا مرتبہ بشرط شی ہے۔ وجود یا اپنی تمام اشیاء لازمہ کی شرط کے ساتھ لیا جائے گا تو وہ مقام واحدیت ہے۔ یہ مرتبہ اس اعتبار سے کہ وہ مظاہر اسماء اور اعیان حقائق کو ان کے ان کمالات کی طرف پہنچاتا ہے جو ان کی خارجی استعداد کے مناسب ہیں۔ اس کا نام مرتبہ اسم باطن مطلقاً اول علیم رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک الحیان ثابتہ کا ربّ ہے۔ وجود یا کلیات اشیاء کی شرط کے ساتھ لیا جائے گا تو وہ اسم الرحمٰن عقل اول کے ربّ کا مرتبہ

ہے۔ اس مرتبہ کو (لوح القضا) (ام الکتاب) (قلم اعلیٰ) کا نام دیا جاتا ہے اور وجود جب اس شرط سے لیا جائے کہ کلیات اس وجود میں تفصیلی جزئیات ہوں تو وہ اسم الرحیم کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ کا نام (لوح القدر) لوح محفوظ کتاب مبین ہے اور جب وجود اس شرط سے لیا جائے کہ جزئیات مفصلہ اس وجود میں جزئیات متغیرہ ہوں تو وہ اسم ماحی مثبت کا مرتبہ ہے۔ اس کا نام لوح المحو والاثبات ہے۔ جب وجود اس شرط سے لیا جائے کہ وہ صور نوئیہ روحانیہ اور جسمانیہ کو قبول کرتا ہو تو وہ اسم قابل کا مرتبہ ہے اور جب وجود اس شرط سے لیا جائے کہ اس میں تاثیر اور تاثیر کی قابلیت بھی ہے تو وہ اسم فاعل کا مرتبہ ہے جسے موجد اور خالق کہا جاتا ہے اور جب وجود صور حسیہ غیبیہ کی شرط سے لیا جائے تو وہ اسم علیم مفصل مدبر کا مرتبہ ہے اور جب وجود مور حسیہ حاضرہ کے اعتبار سے لیا جائے تو وہ اسم ظاہر مطلق کا مرتبہ ہے۔

تمام مراتب الٰہیہ کو اکٹھا کرنے سے اور مراتب کونیہ عقول نفوس کلیہ جزئیہ کے جمع کرنے سے انسان کامل بنتا ہے۔ تو انسان کامل وہ ہے جس میں تمام مراتب الٰہیہ پائے جائیں اور دنیا کے تمام مراتب پائے جائیں اور طبیعت کے مراتب آخر تنزلات وجود تک ان کا نام عمائیہ وجہ سے کہ انسان کامل میں تمام مراتب الٰہیہ پائے جاتے ہیں وہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ وعز بریانہ کے خلیفہ بن گئے۔

عوالم کلیہ کا بیان

نمبر 1: عقل اول عالم کلی ہے کیونکہ وہ تمام حقائق عالم پر مشتمل ہے اور اس کی صورتوں پر 2: نفس کلی بھی عالم کلی ہے کیونکہ وہ ان تمام جزئیات پر مشتمل ہے جن پر عقل اول مشتمل تھا عقل اول عالم کی حقیقتوں پر مشتمل تھا۔ نفس کلی ان حقائق کی جزئیات پر مشتمل ہے۔

نمبر 3: انسان کامل بھی عالم کلی ہے۔ انسان کامل دونوں کا جامع ہے۔ عقل اول کا بھی اور نفس کلی کا بھی انسان کامل اپنے مرتبہ روح میں اجمالی طور پر اور مرتبہ قلب میں

تفصیلی طور پر عالم کلی ہے۔ عقل اول سے اسم رحمٰن جانا جاتا ہے۔ نفس کلی سے اسم رحیم جانا جاتا ہے اور انسان کامل سے اللہ اسم اور اس کی ذات جانی جاتی ہے۔ جیسے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ذات حق کو دیکھا۔

اور اسی طرح ممکنات کے افراد سے ہر فرد عالم ہے۔ اس وجہ سے عوالم غیر متناہی ہیں لیکن عوالم کلیہ بالنسبت الی الحضر ات الکلیہ پانچ ہیں۔ نمبر 1: حضرت الغیب المطلق ہے۔ اس کا عالم اعیان ثابتہ کا عالم ہے۔ وہ اعیان جو اللہ کی علمی بارگاہ میں ثابت ہیں۔ حضرت غیب مطلق کا مقابل حضرت شہادت مطلقہ ہے۔ اس کا عالم عالم ملک ہے۔ نمبر 2 حضرت الغیب المضاف اس کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر 1: ایک قسم مضاف کا وہ ہے جو غیب مطلق کے زیادہ قریب ہے اور اس کا عالم عالم جبروت ہے۔

عوالم کی فہرست

1- عالم الاعیان الثابتہ 2- عالم جبروت 3- عالم الملکوت 4- عالم ملک۔ پانچ حضرات کلیہ اور ان کے عوالم بیان ہوں گے البتہ نمبر 5- وہ کلی بارگاہ جو حضرات کلیہ اربعہ کی جامع ہے۔ انسان کامل کا عالم ہے۔

عالم ملک عالم ملکوت کا مظہر ہے اور وہ عالم جبروت کا مظہر ہے یعنی عالم مجردات اور وہ اعیان ثابتہ کا مظہر ہے اور وہ اسماء الٰہیہ اور وہ حضرۃ وحدانیہ کا عالم ہے اور وہ حضرۃ احمدیہ کا مظہر ہے اور یہ عوالم کتب الٰہیہ ہیں کیونکہ وہ اللہ کے کلمات تامہ کو محیط ہیں۔

(1) تو عقل اول اور نفس کلی جو کہ ام الکتاب کی صورت ہیں۔ ام الکتاب حضرت علمیہ کا نام ہے۔ دونوں کتاب الٰہی ہیں۔ کبھی عقل اول کو ام الکتاب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اجمالاً اشیاء کا احاطہ کرتی ہے اور نفس کلی کو کتاب مبین کہا جاتا ہے کیونکہ کتاب مبین میں اشیاء کا تفصیلی طور پر ظہور ہے اور جسم کلی میں نفس منطبعہ کو اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق حوادث سے ہے۔

(2) کتاب المحور والالبات کہا جاتا ہے اور انسان کامل ان مذکورہ کتب کی جامع کتاب ہے کیونکہ انسان کامل عالم کبیر کا نسخہ ہے تو انسان کامل اپنے روح اور اپنے عقل کے اعتبار سے کتاب عقلی ہے جس کا نام ام الکتاب رکھا جاتا ہے اور من حیث النفس آپ کا نام کتاب المحور والالبات رکھا جاتا ہے اور من حیث القلب، کتاب اللوح المحفوظ نام رکھا جاتا ہے تو وہ معزز بلند شان پاکیزہ کتابیں ہیں۔ انہیں وہ ہاتھ لگا سکتے ہیں جو ظلمانی حجابوں سے پاکیزہ ہوں اور وہی ان کے اسرار اور معانی کو معلوم کر سکتے ہیں۔

اس بیان کے ساتھ جانا گیا کہ انسان کامل تمام مراتب الٰہیہ کے ساتھ متصف ہے اور انسان کامل حضرت الٰہیہ کی پہلی صورت ہے جس کا خارج میں ظہور ہوا تمام ممکنات آپ ہیں۔ حقیقت میں موجود بھی آپ ہیں۔ باقی سب کچھ آپ کا عکس ہے۔

محبوب الٰہی کی تخلیق نور ذات سے ہوئی، اور باقی انبیاء کی تخلیق نور صفات سے ہوئی

شیخ عبدالکریم جیلی نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کمالات میں اکیلے ہیں اور بالا جماع تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں کیونکہ آپ اللہ کے نور ذات سے پیدا ہوئے اور آپ کے سوا جو کچھ ہے اسما اور صفات کے انوار سے پیدا ہوا۔ اسی وجہ سے اللہ کریم نے آپ کو ساری مخلوق سے پہلے پیدا کیا جیسے ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے اسی طرح اللہ کریم کی ذات کے مظہر مظہر صفات پر مقدم ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق روایت جابر میں خبر دی کہ اے جابر اللہ نے ہر چیز سے پہلے تیرے نبی کی روح کو پیدا کیا پھر اسی سے عرش کو اور اس کے بعد اسی سے تمام جہان کو پیدا کیا۔ اس حدیث میں بیان ہوا کہ تمام جہان کی تخلیق آپ کے نور سے ترتیب دی گئی خواہ اوپر کا جہان ہو یا نیچے کا۔

آپ کے نور ذات سے پیدا ہونے میں راز یہ ہے کہ ذات کا وجود حکم میں صفات سے پہلے ہوتا ہے ورنہ ذات صفات ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں۔ ذات حکم میں پہلے ہوتی ہے۔ وقت میں ذات کا پہلے ہونا ضروری نہیں ذات کا صفات پر مقدم ہونا وجود میں ضروری ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وجود میں مقدم ہیں کیونکہ آپ فقط ذات

ہیں۔تمام جہان اسی ذات کی صفتیں ہیں۔تمام جہان کے آپ کے نور سے پیدا ہونے کا یہی مطلب ہے تو آپ ذاتی الوجود ہیں اور آپ کے سوا ہر شے صفاتی الوجود ہے۔

نور ذات سے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے عالم میں جلوہ گر ہونے کا ارادہ فرمایا تو ذات کے کمال نے چاہا کہ اپنے ذاتی کمال کے ساتھ جہان کی زیادہ کامل ہستی میں جلوہ گری فرمائے تو اس نے اپنے نور ذات سے اپنی ذات کی تجلی کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا کیونکہ تمام جہان اللہ کی ذاتی تجلی کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ سارا جہان انوار صفات سے پیدا ہوا تو پیارے آقا جہان میں بمنزلہ دل کے ہیں جس نے نور ذات کو برداشت کیا آپ نے اپنے قول کہ یٰسین قرآن کا دل ہے کے ساتھ اسی طرف اشارہ فرمایا یٰسین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔آپ نے ارادہ فرمایا کہ تمام قلوب اور ارواح اور تمام جہان جو وجود میں آئے ان کی حیثیت میرے سامنے ہیکل کی ہے اور میری حیثیتِ دل کی ہے۔باقی موجودات جیسے آسمان وزمین اللہ کی ذاتی تجلی برداشت نہیں کر سکتے۔اللہ کریم نے اپنے نبی کی زبان پر فرمایا کہ زمین میری تجلی ذاتی کی برداشت اور تاب نہیں لاسکتی اور نہ آسمان تاب لاسکتا ہے اگر میری ذاتی تجلی کی تاب لاسکتا ہے تو وہ میرے کامل بندہ کا قلب ہے تو انبیاء و اولیاء اور ملائکہ اور موجودات سے باقی مقربین میں سے کسی کے پاس معرفت ذاتیہ کی تاب کی طاقت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم قلب الوجود ہیں۔آپ کے پاس معرفت ذاتیہ کی ذاتی طاقت ہے اور آپ نے اپنے قول کے ساتھ اسی طرف اشارہ فرمایا کہ میرا اللہ کے ساتھ ایسا وقت ہے کہ اس وقت نہ کوئی مقرب فرشتہ میرے نور کو دیکھنے کی تاب لاسکتا ہے نہ نبی مرسل آپ نے ملائکہ اور انبیاء کو آسمان وزمین کی طرح قرار دیا کہ اللہ کے نور ذات کو نہ آسمان و زمین برداشت کر سکتے ہیں نہ ملائکہ نہ مقربین نہ انبیاء و مرسلین ہاں یہ سب اللہ کے نور صفات کی تاب لاسکتے ہیں۔نور ذات کی تاب لانے والے فقط جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ قلب قرآن ہیں کیونکہ آپ کا نام یٰسین ہے۔یٰسین قرآن کا دل ہے۔دل ہی

اس معرفت کی تاب لاسکتا ہے جس کی تمام آسمان اور زمین اور کل دنیا تاب نہ لاسکی۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا بیان

آپ نے فرمایا کہ حقیقت محمدیہ پہلا ظہور ہے اور تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے مراد یہ ہے کہ تمام حقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقت ہوں یا ملائکہ عظام ہوں۔ سب اسی حقیقت کا سایہ اور عکس ہیں۔ حقیقت محمدیہ ہر چیز کی اصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز سے پہلے اللہ کریم نے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے تمام موجودات پیدا کیے گئے تو یہ حقیقت تمام کائنات اور اللہ کریم کے درمیان ایک حد ہے۔ اس وجہ سے آپ کے واسطہ کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے تو آپ انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اس وجہ سے کہ آپ کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے اولوالعزم انبیاء نے آپ کی امت سے ہونے کی آرزو کی جیسے کہ آپ سے یہ بات وارد ہوئی سوال (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آپ کی امت بننے میں کون سا کمال ہے جو ان کو حاصل نہ ہوسکا حالانکہ ان میں دولت نبوت پائی جاتی ہے) جواب، وہ کمال حقیقۃ الحقائق تک پہنچنا ہے اور آپ کے ساتھ اتحاد ہے۔ اس حقیقت تک پہنچنا اور اس سے متحد ہونا تابع ہونے اور وارث ہونے کے ساتھ ہوسکتا ہے تابع ہونا اور وارث ہونا آپ کے کمال فضل پر موقوف ہیں۔ تابع ہونا وارث ہونا امت کے اخص الخواص کا نصیب ہے جو آپ کی امت نہیں ہوگا۔ وہ اس دولت تک نہیں پہنچے گا اور اس کے حق میں ذات باری سے حجاب نہیں اٹھے گا۔ ذات باری سے حجاب کا اٹھنا ایک بننے اور امت ہونے میں ہے۔

امت جب فنافی الرسول ہوگی ذات باری کا نور مشاہدہ کرے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ اللہ کی صفات کا نور ہیں۔ ان میں اللہ کے صفات کا نور مشاہدہ کرنے کی تاب ہے۔ امت محمدیہ نور ذات کا مشاہدہ کرسکتی ہے۔ اللہ کریم نے اس حیثیت سے فرمایا

کہ اے امت محمدیہ تم بہترین امت ہو جو کہ لوگوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ عظام کے ہر فرد سے افضل ہیں اسی طرح آپ کل کائنات من حیث الکل سے افضل ہیں۔ اصل کی اپنے سایہ پر فضیلت ہوتی ہے۔ اگر چہ وہ ظل ہزاروں سایوں کو اپنے ضمن میں رکھتا ہو۔ جیسے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اللہ جل مجدہ الکریم سے بھی ظل کی طرف فیض کا پہنچنا اصل کے واسطہ سے ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس بیان سے اس امت کے خواص کی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام پر فضیلت لازم آ گئی کہ خاص امت سے حقیقۃ الحقائق تک پہنچیں اور آپ کے واسطہ سے ذات کے مشاہدہ تک پہنچیں جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام پر امت کے خواص کی فضیلت لازم نہیں آتی بلکہ اس ایک دولت میں خواص امت کی شرکت لازم آتی ہے۔ وہ یہ کہ امت کے خواص بھی نور ذات کے مشاہدہ تک پہنچے اور انبیاء کرام حقیقۃ الحقائق کے واسطہ سے نور ذات کے مشاہدہ تک پہنچتے ہیں۔ جب ان میں یہ فضیلت پیارے آقا کے واسطہ سے پائی گئی اور اس کے علاوہ ان نفوس قدسیہ میں اور بہت کمالات ہیں۔ خصوصیات بھی ہیں تو امت محمدیہ کی فضیلت تو درکنار برابری بھی نہیں ہو سکتی۔ برابری محال ہے۔ برابری فقط ایک چیز نور ذات کے مشاہدہ میں ہے۔

اس امت کا اخص الخواص اگر انتہائی ترقی کرے تو ادنیٰ الانبیاء کے قدم تک بھی نہیں پہنچ سکتا برابری کی گنجائش کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین عباد کے لئے سبقت کر گیا۔ سوال کیا حقیقت محمدیہ جو حقیقۃ الحقائق ہے حقائق ممکنات سے جس کے اوپر کوئی حقیقت نہیں سے اوپر ترقی ہو سکتی ہے۔ جواب اس حقیقت سے اوپر ترقی ناجائز اور محال ہے کیونکہ اس سے اوپر لاتعین کا مرتبہ ہے۔ متعین کا لا متعین تک پہنچنا محال ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقۃ الحقائق سے ترقی غیر واقع اور ناجائز ہے۔ اس حقیقت سے قدم کا اٹھانا اور اس سے اوپر قدم رکھنا وجوب میں قدم رکھنا ہے اور امکان سے نکلنا ہے

اور وہ عقلاً شرعاً محال ہے۔ سوال اس تحقیق سے لازم آتا ہے کہ خاتم الرسل کے لئے بھی اس حقیقت سے ترقی غیر واقع ہے جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بلند شان اور جلالت قدر کے باوجود ہمیشہ ممکن ہیں۔ امکان سے بالکل نہیں نکلتے وجوب سے بالکل نہیں نکلتے اور اوپر بڑھنا الوہیت کو مستلزم ہے۔ واقعہ معراج مستثنیٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتِ الٰہی کے ساتھ انتہائی قرب

دلیل نمبر 1:

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مراٰۃ الوجود ہیں۔ وجود واجب ہو یا ممکن دونوں کا آپ آئینہ ہیں۔ اسی مقصد پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے یقیناً وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ صحابہ کے ہاتھ پر رسول اللہ کا ہاتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ وجود واجب کا آئینہ ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے۔ آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔

دلیل نمبر 2:

آپ کے وجود واجب کے آئینہ ہونے پر اللہ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ صحابہ کرام ہر ایک کو راضی کریں۔ ضمیر مفرد منصوب اللہ اور اس کے رسول کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا مظہر ہیں۔ گویا وہ دونوں اس حیثیت سے ایک ہیں۔ اللہ کریم نے ضمیر مفرد اسی لئے استعمال فرمائی۔

دلیل نمبر 3:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی عزت کرو اور

اس کی توقیر کرو تعزروہ میں ضمیر مفرد منصوب دونوں کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی معنی کی صراحت فرمائی کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ذات حق کو دیکھا۔ مقصد یہ ہے کہ میں اللہ کی ذات کا مظہر ہوں جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ اس مقصد پر آپ کا قول حمل کیا گیا کہ میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ مجھ پر انوار الٰہیہ کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ میرا نور دیکھ سکتا ہے نہ کوئی مرسل نبی، ان تمام نصوص سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہے کہ اولین وآخرین سے کسی کو وہ قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

فصل نمبر 2:

پیارے آقا کا نبوت اور رسالت سے متصف ہونا

تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف بھیجے گئے۔ آپ مرسلین ملائکہ انسانوں اور جنوں اور باقی تمام مخلوق کے رسول ہیں اور ہمارا دعویٰ ہے کہ تخلیق آدم سے پہلے آپ کی نبوت نفس الامر میں ثابت ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کی نبوت اس وقت سے تقدیر اور علم الٰہی میں ثابت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تقدیر اور علم الٰہی میں آپ کی نبوت کا ثابت ہونا مسلم ہے لیکن قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کی نبوۃ نفس الامر اور واقع میں ثابت ہے۔ اس دعویٰ پر کافی نصوص دلالت کرتے ہیں۔

نص نمبر 1:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا۔ اس نے فرمایا جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس شان والا رسول آئے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ اور اس کی ضرور مدد کرو۔ اللہ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے کہا ہم نے اقرار کرلیا۔ اللہ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ حضرت ابن عباس اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور سدی اور قتادہ نے کہا کہ جس رسول کے بارے میں عہد لیا گیا اس سے مراد ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کریم نے علیحدہ ایک ایک نبی سے عہد لیا کہ اگر اسی نبی کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں اس حال میں کہ وہ موجودہ وقت کے نبی

پاک کی کتاب کی تصدیق کرتے ہوں تو تمام نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ یہی کلمہ کہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں صراحت کرتا ہے کہ تخلیق آدم سے پہلے آپ کی نبوۃ نفس الامر میں ثابت ہے اور پختہ عہد کا یہی فائدہ ہے کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے نبی ہیں اور تمام نبی آپ کے خلیفے ہیں۔

نص نمبر 2:

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے قائم ہونے تک کے تمام لوگ مراد ہیں جب آپ تمام لوگوں کے رسول ہیں تو انبیاء کے بھی رسول ہیں۔ لفظ ناس بے قید ہے کون سے لوگ آپ کے زمانہ بعثت کے بعد والے یا پہلے والے بھی، تو لفظ ناس مطلق ہے۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا معلوم ہوا کہ آپ کی نبوۃ تخلیق آدم سے پہلے اور واقع میں ثابت ہے بلا تخصیص۔

نص نمبر 3:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا آپ کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام جہانوں کے رسول ہیں۔ آپ کا عالمین کے لئے رسول ہونا بلا تخصیص وقت ثابت ہوا اور رسالت نفس الامر میں ثابت ہوئی کیونکہ جو چیز تقدیر میں ہو اس کی خبر درست نہیں ہوتی۔

نص نمبر 4:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن اتارا تا کہ وہ عبد تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ آپ کے دائرہ رسالت سے کوئی چیز خارج نہیں۔ تخلیق آدم سے قیامت قائم ہونے تک، اگر ہم عالمین سے مراد بعثت نبویہ سے بعد کا وقت مراد لیں تو یہ مراد درست نہ ہوگی کیونکہ عالمین میں

استغراق حقیقی ہے۔علاوہ ازیں حدیث پاک آپ کی نبوت ورسالت کے عام ہونے کی تصریح کرتی ہے۔

نص نمبر 1:

صحیح مسلم ص 199 پر ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں ساری مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا۔

نص نمبر 2:

(خصائص کبریٰ ج 1 ص 11 پر ہے۔) بعثت الی النّاس کافۃ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا لفظ ناس سے مراد تمام لوگ ہیں۔آدم علیہ السلام کے وقت سے قیامت قائم ہونے تک امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا لا یختص به الناس من زمانه الی یوم القیامة بل یتناول عن قبلهم ج 1 ص 12 میں سے مراد فقط وہی نہیں جو آپ کی بعثت کے وقت سے قیامت تک ہیں بلکہ ناس آپ کی بعثت کے وقت سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے۔اسی مطلب کی تفصیل یہ حدیث کرتی ہے۔

نص نمبر 3:

خصائص کبریٰ ص 10 پر ہے۔عن ابن عباس قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی کنت نبیا قال و آدم بین الروح و الجسد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب سے نبی تھے۔آپ نے فرمایا کہ میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان میں تھے۔جب آپ تخلیق آدم سے پہلے نبی تھے تو آپ کی نبوت نفس الامر واقع میں ثابت ہوئی۔اسی مطلب کی صراحت وہ حدیث کرتی ہے۔

نص نمبر 4:

جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ

آپ کے لئے نبوۃ کب سے ثابت ہوئی۔آپ نے فرمایا آدم علیہ السلام کی تخلیق اور آپ
میں روح پھونکے جانے کے درمیان سے (مشکوٰۃ ص 513، بحوالہ ترمذی خصائص کبریٰ ج 1 ص
10) وجہت کا مصدر وجوب ہے وجوب کا معنی ثبوت ہے یعنی آپ کے لئے ثبوت کب
سے ثابت ہوئی۔ثبوت اس وقت سچ ہوگا جب نبوۃ نفس الامر میں ثابت ہو وجوب کا معنی
ثبوت حقیقی معنی ہے۔تقدیر مجاز ہے۔حقیقت جب ممکن ہو مجاز ساقط ہوگا وجبت نے تقدیر
میں نبوۃ کے ہونے والے معنی کا قلع قمع کر دیا۔ثابت ہو گیا کہ نبی پاک علیہ السلام کی
جب سے حقیقت اور نور پیدا ہوا اسی وقت سے واقعی طور آپ کو نبوۃ سے سرفراز کر دیا گیا۔
آیات اسی مطلب کی تصریح کرتی ہیں کہ آپ کو نبوت تخلیق آدم سے پہلے دی گئی۔امام
ربانی تقی الدین سبکی نے کہا کہ کمال نبوت کا حصول آپ کے لئے ہم نے تخلیق آدم سے
پہلے خبر صحیح سے جانا۔اللہ نے آپ کا نور پیدا کرتے ہی آپ کو نبوت سے مشرف فرمایا پھر
انبیاء کرام علیہم السلام سے پختہ وعدے لئے تاکہ وہ جانیں کہ ان پر مقدم وہی ہیں اور وہی
ان کے نبی اور رسول ہیں اور ان کے زمانے میں آپ کی جلوہ گری کی تقدیر پر ان کی
طرف مرسل آپ ہوں گے۔آپ کی نبوت اور رسالت تمام مخلوق کے لئے عام ہوگی۔
آدم علیہ السلام یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص نہ ہوگا جو آپ کے زمانہ سے قیامت قائم
ہونے تک ہیں بلکہ یہ قول ان لوگوں کو بھی شامل ہوگا جو آپ سے پہلے ہیں۔اس بیان
کے ساتھ آپ کی اس حدیث کا مطلب بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ میں اللہ کے علم میں نبی تھا
وہ اس مطلب تک نہیں پہنچا کہ میں نفس الامر میں نبی تھا کیونکہ علم الٰہی تو تمام چیزوں کو محیط
ہے۔نبی پاک علیہ الصلاۃ والتسلیم نے تخلیق آدم سے پہلے اپنے نبی ہونے کا بیان فرمایا۔
اس سے مناسب یہی ہے کہ ایک ثابت چیز مراد ہو۔اسی بنا پر آدم علیہ السلام نے عرش پر
دیکھا محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔اگر کنت نبیا سے مراد یہ ہو کہ میں
اللہ کے علم میں تھا پھر یہ آپ کی خصوصیت نہیں رہے گی حالانکہ تخلیق آدم سے پہلے آپ کا
واقعی نبی ہونا آپ کی خصوصیت ہے۔اللہ تعالیٰ تو ہر نبی کی نبوت کو ہمیشہ سے جانتا ہے تو

ضروری ہے کہ حدیث کنت نبیا کو آپ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ نے یہ خبر دی تاکہ آپ کی امت کو خبر ہو کہ ہر نبی کو نبوت دنیا میں آکر ملی اور میری شان یہ ہے کہ میرا نور پیدا ہوتے ہی مجھے نبوت مل گئی۔ یہاں تک چار آیتیں اور چار حدیثیں بیان ہو گئیں۔ جن سے ثابت ہو گیا کہ نورِ مصطفیٰ اور روحِ مصطفیٰ کے مخلوق ہوتے ہی ذاتِ مصطفیٰ کو نفس الامر میں نبی بنادیا گیا۔

سوال:

نبوت ایک وصف ہے ضروری ہے کہ نبوۃ کا موصوف اس وقت موجود ہو جسمانی وجود سے پہلے اور دعویٰ بعثت سے پہلے، وصف نبوت کس چیز کے ساتھ قائم ہو گی اگر جسمانی وجود سے پہلے نبوت پائی جاسکتی ہے تو آپ کا غیر بھی اسی طرح ہو سکتا۔

جواب:

آپ کا روح اور آپ کی حقیقت اس وقت موجود تھی نبوۃ نے آپ کے روح اور حقیقت کے ساتھ تعلق پکڑا اور یہ بات کہ دوسرے انبیاء بھی تو روحانیت کے ساتھ اس وقت موجود تھے۔ اتنی بات درست ہے کہ ارواح انبیاء اس وقت جبکہ ان کی روحین پیدا ہوئیں موجود تھے لیکن ان کو اس وقت نبوۃ نہیں ملی۔ ہمارے پیارے آقا کو اسی وقت سے نبوۃ مل گئی آپ نے صراحت فرمائی کہ میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا نفخ روح نہیں ہوا تھا۔ آپ نے اس وقت سے اپنے نبی ہونے کا فرمایا۔ موجود ہونے کا نہیں فرمایا آپ اول و آخر ظاہر و باطن ہر طرح نبی ہیں۔ یہ چار نبی پاک علیہ السلام کے وصفی نام ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک آپ کی نبوت اسم باطن کے اعتبار سے ہے اور آپ کے زمانہ بعثت سے قیامت قائم ہونے تک آپ کی نبوت آپ کے اسم ظاہر کے اعتبار سے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے فرمایا کہ تمام نبی دنیا میں آپ کے نائب ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک۔

انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے نائب ہیں

نص نمبر 1:

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے سوا اور کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 30)

نص نمبر 2:

مشکوۃ شریف ص 479 پر ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ....

ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کریم کی قسم ابن مریم حاکم عادل بن کر اتریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور آپ کا قول ان یومئذ منا آج کے دن عیسیٰ علیہ السلام ہم سے ہوں گے یعنی ہماری اتباع کریں گے۔

اگر پیارے آقا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اپنے زمانہ تک اپنی جسمانیت کے ساتھ موجود تھے تو تمام اولادِ آدم قیامت کے دن تک حسی طور پر آپ کی شریعت کے تحت ہوتی اور اس کی صراحت یہ حدیث کرتی ہے۔

نص نمبر 3:

یہی مضمون ابو سعید سے بھی مروی ہے (ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حمد کا جھنڈ اٹھانے والا میں ہوں آدم علیہ السلام اور آپ کے سوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی کے نیچے ہوں گے معلوم ہوا تمام انبیاء کرام آپ کی امت ہیں اور آپ۔ کے نائب ہیں اسی وجہ سے آپ کی بعثت عام ہے تو بادشاہ اور سردار آپ ہیں۔

نص نمبر 4:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں۔ مطلقاً آپ ہی مرسلین کے قائد ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص 511)

نص نمبر 5:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام مرسلین کا قائد میں ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص 514)

در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
در فضیلتہا و در قرب خدا

ایسی بلند ہستی بے قید سردار کا مثل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں نہ کسی فضیلت میں آپ کا کوئی مثل نہ ہے نہ اللہ کے قرب میں آپ کا کوئی مثل ہے۔

جس کے زیر لوا آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

ہر نبی مخصوص قوم کی طرف بھیجا گیا۔ آپ کی رسالت عام اور عالمگیر ہے۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے قیامت قائم ہونے تک آپ کی رسالت اور آپ کی بادشاہی ہے۔ عارف ربانی تقی الدین سبکی نے کہا کہ آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں۔ اس کا مظاہرہ عالم آخرت میں آپ کے لواء الحمد کے نیچے ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے لواء الحمد کے نیچے ہوں گے اور دنیا میں بھی اس کا مظاہرہ ہوا جب لیلۃ الاسراء آپ نے تمام انبیاء

کی امامت کرائی اور اگر تشریف آوری کسی نبی کے وقت میں ہو جاتی۔ آدم ونوح ابراہیم موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں آپ جلوہ گر ہو جاتے تو سب انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر آپ کی پیروی اور ایمان واجب ہو جاتا اور آپ کی مدد ان پر واجب ہو جاتی اسی کا اللہ نے ان سے وعدہ لیا تھا۔ اس وقت سے نبوت اور رسالت آپ کو مل چکی۔

سوال:

جب آپ سب انبیاء اور مرسلین کے رسول ہیں اور رسول کا کام احکام الٰہیہ کی تبلیغ ہوتی ہے تو آپ نے عالم اجسام میں جلوہ گری سے پہلے تبلیغ کیسے کی۔

جواب:

تبلیغ اس وقت آپ کی حقیقت اور روح کا کام تھا۔ حقیقت کی تبلیغ کو ہم نہیں جانتے کیونکہ ہم حقیقت کو نہیں جانتے۔ اس کی تبلیغ کو بھی نہیں جانتے۔ حقائق اور ان کی تبلیغ کو اللہ جانتا ہے یا وہ جس کی اللہ کریم نے اپنے نور سے مدد فرمائی۔ (مواہب اللدنیہ ص 37) شیخ محی الدین ابن العربی نے فرمایا کہ آپ کی روحانیت اور ہر نبی کی روحانیت موجود تھی۔ آپ کی پاکیزہ روح سے انبیاء کرام کے زمان وجود رسالت میں ان کو شریعتوں میں اور علوم میں امداد پہنچی اور شریعت کے قانون بنانے میں بھی امداد پہنچی۔

(جواہر البحار ص 112)

سوال:

گزشتہ بیان سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کی شریعتیں آپ کی شریعت ہیں۔ قرآن تو اس کے خلاف گواہی دیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی اور نوح علیہ السلام کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام وہ پاک ہستیاں ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی۔ آپ ان کی ہدایت کی اقتدا کریں۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں مستقل ہیں۔

جواب:

ان آیتوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی آیت سے مطلق وحی کرنا مراد ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی ہوئی اور ہر ایک کی طرف جو وحی ہوئی وہ آپ کی شریعت کے احکام ہیں اور دوسری آیت میں ہدٰی سے مراد آپ کی شریعت ہے جو انبیاء کرام تک پہنچی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس ہدایت کی اقتداء کریں جو ان کے پاس رہی۔ اللہ کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتداء کریں۔ شیخ اکبر نے فرمایا جب عالم حس میں آپ کا وجود جسمانی پہلے نہیں گزرا تو ہر نبی کی طرف اس کی شریعت کی نسبت کر دی گئی۔ حقیقت میں وہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔ (جواہر البحار 1 ص 12)

شیخ اکبر فرماتے ہیں بادشاہ آپ ہیں ہر لولاد آدم کے سردار آپ ہیں۔ تمام گزرا ہوا وقت آپ کی بادشاہی تھی اور لوگ آپ کے پیروکار تھے اور دنیا میں سب بادشاہی کرنے والے آپ کے نائب تھے اور شیخ اکبر فرماتے ہیں: فبھداھم اقتدہ کا معنی یہ ہے کہ آپ اس شریعت کو لازم پکڑیں جسے آپ کے نائب لے کر دنیا میں ظاہر ہوئے یعنی آپ دین قائم فرمائیں اور اس دین میں اختلاف نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے قول ولا تتفرقوا فیہ دین میں اختلاف نہ کرو۔ میں تمام شریعتوں کے ایک ہونے پر دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کریں اور وہ دین ہے تو آپ کو دین کی پیروی کا حکم ہوا دین اللہ کی طرف سے ہے کسی دوسرے کی طرف سے نہیں۔

سوال:

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں مختلف ہیں۔ سب شریعتوں کے ایک ہونے کی بات کیسے درست ہو سکتی ہے۔

جواب:

رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں متفق ہے۔ اصول میں اختلاف نہیں ہوتا فروع کا اختلاف تخصیص کے طور پر ہوتا ہے یا نسخ کے طور پر ہوتا ہے۔

سوال:

احکام کا نسخ یعنی ختم کرنا شریعتوں کے مستقل ہونے کی دلیل ہے۔ اگر شریعتیں سب ایک چیز ہیں تو احکام منسوخ کیوں ہوئے؟

جواب:

شیخ اکبر نے اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ کریم کا آپ کی شریعت کے ساتھ باقی شریعتوں کو منسوخ کر دینا یہ نسخ ان شریعتوں کو آپ کی شریعت ہونے سے نہیں نکالتا۔ قرآن وسنت میں کچھ مسائل ایسے ہیں کہ وہ پہلے تھے بعد میں منسوخ ہو گئے اور ہمارا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو حکم منسوخ ہو گیا وہ آپ کی شریعت تھی جس حکم کو آپ ہمارے پاس لائے بعد والے حکم کے ساتھ پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ قرآن وسنت میں جو نسخ موجود ہے وہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ کی شریعت کا دوسری شریعتوں کو منسوخ کر دینا ان شریعتوں کو آپ کی شریعت ہونے سے نہیں نکالتا۔

جواب نمبر 2

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ان اوقات میں وہی تھی جسے ان امتوں کے نبی لائے تھے اور اس وقت اس امت کی بہ نسبت یہی شریعت ہے جسے آپ لائے اور احکام اختلاف اشخاص اور اختلاف اوقات کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ قرآن وسنت سے بارہ دلیلیں گزریں۔ اس مقصد پر کہ آپ کا نور پیدا ہوتے ہی آپ کو واقعی طور پر نبی بنا دیا گیا۔

دلیل نمبر 13:

امام قسطلانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اس نور گرامی کو حکم فرمایا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار کو دیکھے آپ کے نور نے جوان کے انوار کو دیکھا تو آپ کا نور انوار الانبیاء پر غالب آ گیا۔ انوار انبیاء بولے کہ باری تعالیٰ جس کا نور ہمارے نور پر غالب آ گیا وہ نور والا کون ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد ابن عبداللہ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو میں تمہیں نبوت سے سرفراز کروں گا۔ سب انبیاء علیہم السلام بولے ہم آپ پر ایمان لائے آپ کی نبوت پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں تمہاری اس بات پر گواہ ہو جاؤں۔ سب بولے تو ہماری بات پر گواہ ہو جا اللہ تعالیٰ کے قول واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کا یہی مطلب ہے۔

(جوار البحار ج 4 ص 200، مواہب اللدنیہ ص 40)

معلوم ہوا کہ آپ کی نبوۃ آپ کے نور کی تخلیق ہوتے ہی نفس الامر میں ثابت ہے۔ ابن عابدین نے کہا کہ اللہ کریم نے آپ کا روح باقی ارواح سے پہلے پیدا کیا اور آپ کے روح کو خلعتِ تشریف نبوت سے نوازا یعنی آپ کے لئے وصف نبوۃ عالم ارواح میں ثابت ہوگئی۔ آپ کے سوا کسی کے لئے یہ وصف ثابت نہ ہوئی اللہ کریم نے ملاء الاعلیٰ فرشتوں کو آپ کی شان بتائی۔

دلیل نمبر 14:

امام قسطلانی نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جنت عدن میں چمکدار نور دیکھا کرتے تھے جو تمام انوار پر نور اور ہدایت میں بڑھ جاتا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: جس نور کو میں دیکھتا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے' آسمان کے گروہ ہر سیر کے بعد رات اسی نور کے پاس گزارتے ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا وہ نور ایک نبی ہیں تمام روئے زمین پر چلنے والوں سے افضل اور نیکی میں صبح و شام وقت گزارنے والوں سے افضل میں نے آپ کی تخلیق سے پہلے آپ کو پسند فرمایا میں نے تمام انبیاء سے پہلے ان کو سرداری کی خلعت سے

نوازا۔ اس سرداری سے نبوت اور رسالت کی سرداری مراد ہے۔ (مواہب اللدنیہ 42)

دلیل نمبر 15:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ میں تخلیق آدم سے دو ہزار سال پہلے نور تھا وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور فرشتے اسی نور والی تسبیح پڑھتے تھے۔ (جواہر البحار ص 298)

دلیل نمبر 16:

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی جسم کا مادہ باقی مواد سے پہلے پیدا کیا گیا۔ کعب الاحبار سے روایت کی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ نورانی مٹی جو زمین کا دل ہے لائے تو وہ جنت الفردوس کے ملائکہ اور اللہ کریم کے خاص قرب میں رہنے والے فرشتوں کو ساتھ لے کر اترے تو آپ کی قبر مکرم کی مٹی ہاتھ میں لی۔ وہ نورانی مٹی ماءِ تسنیم سے گوندھی گئی پھر اسے جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی پھر ملائکہ نے اسے عرش و کرسی کے ارد گرد طواف کرایا۔ آسمانوں کا اور زمین اور دریاؤں کا طواف کرایا تو ملائکہ اور تمام مخلوق نے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا۔ آدم علیہ السلام کو جاننے سے پہلے (مواہب اللدنیہ ج1 ص 42)

امام زُرقانی نے کہا ایسی بات رائے کی نہیں کتب قدیمہ سے ہے کیونکہ وہ کتب قدیمہ کے عالم ہیں یا یہ روایت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ اگر وہ حدیث نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے واسطہ کے ساتھ تو وہ حدیث مرسل ہے۔ صحابیِ رسول حضرت کعب نے کہا کہ اجسام سے پہلے اللہ کریم نے ایک موتی پیدا فرمایا جو چمکتا رہا تو ہمارے پیارے آقا کی بابرکت اور نورانی مٹی اسی سے ہے۔ (جواہر البحار ج 4 ص 109)

بحمد اللہ آپ کے نور اور روح کا ہر چیز سے پہلے ہونا بھی ثابت ہو گیا اور اجسام سے آپ کے جسم مبارک کے مادہ کا ہر جسم کے مادہ سے پہلے ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ انہی

دونوں سے نبوۃ نے تعلق پکڑا۔ علاوہ ازیں کعب الاحبار سے روایت ہے کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے موتی پیدا فرمایا۔ اس کے درمیان سے طینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے چمکتی تھی جیسے انگوٹھی کا نگینہ چمکتا ہے۔ اللہ کریم نے اس کی طرف نظر ہیبت فرمائی تو وہ موتی پانی بن گیا تو طین مصطفیٰ کا نور کعبہ معظمہ کے مقام پر چمکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے پانی سے زمین پیدا فرمائی تو زمین سے وہ نورانی مقام چمک گیا۔ جس سے آپ بنے وہ پاکیزہ مٹی زمین کی ناف اور اس کا مرکز ہے۔ (جواہر البحار ج 4 ص 171)

پیارے آقا کی اقرار ربوبیت میں اولیت

قرآن پاک میں ہے: انا اول المسلمین سب سے پہلا مسلمان میں ہوں۔

سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے پہلے کیسے ہو گئے آپ تو تمام کے بعد بھیجے گئے؟ محمد بن علی نے بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اولاد آدم کو پشت سے نکال کر اور ان کو ان پر گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوبیت کا اقرار کیا کہ ہاں تو ہمارا ربّ ہے۔ اقرار ربوبیت میں آپ تمام انبیاء سے پہلے ہیں بعثت میں سب کے بعد ہیں۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 34)

باری تعالیٰ نے ایک مرتبہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے یہی سوال کیا تھا اس وقت بھی پیارے آقا نے سب سے پہلے اقرار کیا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا آپ کب سے نبی بنے؟ آپ نے فرمایا جب مجھ سے میثاق ربوبیت لیا گیا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان میں تھے میں کہتا ہوں کہ پیارے آقا نے جب ربوبیت باری کا اقرار کیا اللہ کریم نے اس وقت سے آپ کو نبوۃ سے نوازا۔ پیارے آقا کی اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ میں تخلیق آدم سے پہلے نبی تھا۔

ہر دو عالم بستہء فتراک او
عرش و کرسی کردہ قبلہ خاک او

آپ کی شان یہ ہے کہ دنیا اور آخرت آپ کی غلام ہے۔ عرش و کرسی کا قبلہ تربت مصطفیٰ ہے۔

بادشاہ عرشیاں و فرشیاں
جلوہ گاہ آفتاب کن فکاں

عرش والوں کے بادشاہ، فرش والوں کے بادشاہ، آفتاب کن ذات حق کی جلوہ گاہ۔

بندگانش حور و غلمان و ملک
چاکرانش سبز پوشان فلک

جنت کی حوریں اور غلمان اور فرشتے سب آپ کے غلام ہیں۔ آسمان کے سبز پوش ملائکہ آپ کے غلام ہیں۔

ترے در کا درباں ہے جبریل اعظم
ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

خلاصہ فصل یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ میں معرفت ذات الٰہیہ علوم و اسرار سب کچھ ودیعت تھا نبوت کی دولت سے اسی وقت سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا اور یہ سب کچھ اللہ کریم کا آپ پر فضل ہے اور عطاء الٰہی ہے جب نبوت تخلیق آدم سے پہلے مل گئی تو اللہ کریم نے تمام مہربانیاں بھی اسی وقت سے کر دیں۔ حتیٰ کہ کلام الٰہی قرآن پاک کو بھی آپ کی حقیقت میں ودیعت رکھا گیا' جس ذات پاک نے عالم ارواح میں سات سو سال کا سجدہ کیا اور قرار باری تعالیٰ سب سے پہلے کیا اور فرشتوں کو وہ تسبیح پڑھائی جو آپ خود پڑھا کرتے تھے اور حضرت جابر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے سامنے اس نعمت

الٰہیہ کا بیان فرمایا کہ سب کچھ میرے نور کے فیض سے ہے میں ساری کائنات سے پہلے پیدا ہو کر سب کے لئے رحمت ہوں۔ میرے وجود سے ساری کائنات کا وجود معرض وجود میں آیا۔ میں ساری کائنات کی تربیت کر رہا ہوں۔

ایسی ذات پاک کو سراپا فضل سراپا علم از سرتا پا ہدایت کا آفتاب درخشندہ ماننا ضروریات ایمان سے ہے۔ ان لوگوں کا رد بلیغ ہو گیا جو اس مقام پر انا اوّل المسلمین آٹھویں پارہ کی آیت کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کریم تو صراحت فرماتا ہے کہ سب سے پہلے میرے حبیب اسلام لائے پھر آپ کا فیض جمیع ماسوی اللہ کے لئے تخلیق آدم سے پہلے شروع ہو گیا کہ تخلیق آدم سے پہلے نفس الامر میں آپ پر نبوت کا فیضان ہوا۔ ایسے سراپا علم و معرفت کے لیے کتاب اللہ سے ناواقفی کا عقیدہ رکھنا یا وہ کلمہ کہنا جو ازلی ابدی محروم کہتے ہیں۔ یہ قرآن پاک کا انکار اور حدیث پاک کا انکار ہے۔

فصل نمبر3:

مظہر اللہ الاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق کائنات کا سبب ہیں

نمبر1:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 44)

امام زُرقانی نے کہا کہ اس حدیث کا حکم مرفوع ہونے کا ہے اور حاکم نے اس حدیث کے متعلق کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

جواہر البحار میں ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا: اے آدم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے میں نہ تم کو پیدا کرتا نہ جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 44)

نمبر2:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے تو انہوں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کو فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو میں نے آپ کو اپنا حبیب بنایا آپ سے زیادہ معزز میں نے کسی کو نہیں بنایا اور میں نے دنیا اور اس کے باشندوں کو اس لئے پیدا کیا تاکہ میں آپ کا مرتبہ اور آپ کی بزرگی جو میری بارگاہ میں ہے بتادوں اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا (حجۃ اللہ علی العالمین ص 29)

اور ایک روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو اور نہ طول پیدا کرتا اور نہ عرض اور نہ ثواب پیدا کرتا اور نہ عذاب اور نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ اور نہ سورج پیدا کرتا نہ چاند۔ (جواہر البحار ص343)

اور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا اللہ سبحانہ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنا رب ہونا ظاہر فرماتا۔

ترا عز و لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسیں بس است

پیارے آقا آپ کی مقام لولاک پر فائز ہونے والی شان ہی کافی ہے۔ آپ کی تعریف طٰہٰ اور یٰسین کافی ہے۔

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

....

زمین و زماں تمہارے لئے
مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے
بنے دو جہاں تمہارے لئے

....

فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

....

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

فصل نمبر 4:

پیارے آقا کے اسم گرامی کا اسم الٰہی کے ساتھ لکھا ہونا

نص نمبر 1:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام نے لغزش کا اقرار کیا کہا: اے ربّ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے میری مغفرت فرما اللہ کریم نے فرمایا کہ محمد کو آپ نے کیسے جان لیا۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا باری تعالیٰ جب تو نے مجھے دست قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی میں نے اپنا سر اٹھایا تو قوائم عرش پر لکھا ہوا دیکھا

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

تو میں نے جان لیا کہ جس کے نام نامی کو اپنے نام کے ساتھ ملایا وہ تجھے ساری کائنات سے زیادہ پسند ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا: آدم ! تو نے سچ کہا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 62)

نص نمبر 2:

کعب الاحبار سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کریم نے انبیاء و مرسلین کی تعداد کے مطابق آدم علیہ السلام پر عصا اتارے آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام

پر متوجہ ہوئے۔ فرمایا: اے میرے بیٹے! میرے بعد تو میرا خلیفہ ہے۔ یہ تمام عصا تقویٰ کے ساتھ آباد ہوں اور ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو جب اللہ کا ذکر کرو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ضرور لو کہ میں نے پیدا ہوتے ہی آپ کا اسم گرامی ساق عرش پر لکھا دیکھا۔ پھر میں تمام آسمان پھرا تو آسمان کی ہر جگہ نام محمد لکھا دیکھا میں نے حورِعین کے سینے پر نام محمد لکھا دیکھا پھر مین تمام آسمانوں کی ہر جگہ جنت کی نہروں پر شجرۃ داؤد کے پتوں اور بہشت کے طوبیٰ درخت کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتون پر اللہ کریم کی عظمت والی چادر کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان آپ کا نام نامی اسمِ گرامی لکھا دیکھا۔ پیارے بیٹے! کثرت سے آپ کا ذکر کرو فرشتے ہر گھڑی آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص 18، مواہب اللدنیہ ص 62)

انبیاء کرام آپ کی وصف سے حیران ہوئے۔ راز جاننے والے بھی آپ کا وصف بیان نہ کر سکے نہ آپ کی تعریف ختم ہوتی ہے نہ آپ کے اوصاف بیان ہو سکتے ہیں۔

صد ہزاران جبرئیل اندر بشر
بَہرِ حق سوئے غریباں یک نظر

لاکھوں معزز فرشتے بشری لباس میں آپ کی بارگاہ میں بیٹھ کر برکت حاصل کرتے ہیں۔ پیارے آقا خدا کے لئے غریبوں کی طرف بھی ایک نظر ہو۔

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

نص نمبر 3:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور آپ کی امت سے جو بھی آپ کو پائیں آپ پر ایمان لائیں اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے میں آدم کو پیدا نہ کرتا نہ جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ کانپنے لگا میں نے اس

پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو عرش عظیم کو قرار آ گیا۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 44، خصائص کبریٰ ج 1 ص 19)

سرادقات عرش میں آپ کا نور

روایت کی گئی کہ جب اللہ کریم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا انہیں الہام فرمایا انہوں نے کہا: اے ربّ! تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی۔ اللہ کریم نے فرمایا: اے آدم تو اپنا سر اٹھا آدم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اوپر دیکھا تو عرش کے خیموں میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے ربّ یہ کس کا نور ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا یہ ایک عظیم الشان نبی کا نور ہے جو آپ کی اولاد سے ہوں گے جن کا اسم گرامی آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد ہے۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 44)

جنت میں پیارے آقا کا نور دیکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کریم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو ان کی ساری اولاد دکھائی تو آدم علیہ السلام بعض کے بعض پر فضائل دیکھتے تھے سب کے آخر میں ایک چمکدار نور دیکھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا یہ کس کا نور ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا یہ آپ کے بیٹے ہیں جن کا اسم گرامی احمد ہے وہی اول ہیں وہی آخر ہیں۔ وہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 223)

امام قسطلانی نے کہا کہ آدم علیہ السلام جنت عدن میں چمکدار نور دیکھتے تھے جو تمام انوار پر چمک اور روشنی اور ہدایت میں بڑھ جاتا آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے معبود! میں دیکھتا ہوں آسمان کی نوری مخلوق کے گروہ دن جہاں بھی گزاریں رات کے وقت اس نور کے پاس آ جاتے ہیں اللہ کریم نے فرمایا: اے آدم! وہ ہستی کل روئے زمین سے افضل ہے ہر بہتر سے بہتر وہی ہے۔ آپ کو پیدا کرنے سے پہلے میں نے ان کو اپنا

محبوب بنایا۔ تمام انبیاء کرام سے پہلے میں نے ان کو سرداری عطا کی۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 42)

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

فصل نمبر 5:

نورنبوی کا آدم علیہ السلام کی پشت مبارکہ میں ودیعت رکھا جانا اور نور کا دیکھنا

اللہ کریم نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت مبارکہ میں نورانی تراب رکھی تو آدم علیہ السلام نے اپنی پشت سے پرندہ کی بھینی بھینی آواز کی طرح ایک آواز سنی آدم علیہ السلام نے کہا: اے ربّ! یہ بھینی بھینی آواز کیسی ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا یہ نور محمد کی تسبیح ہے جو آخری نبی ہیں جن کو میں آپ کی پشت سے نکالوں گا۔ ان کا نور میرے عہد و میثاق کے ساتھ لے لو اور اسے پاکیزہ رحموں میں رکھو تو آدم علیہ السلام نے کہا: اے ربّ! میں نے اس نور گرامی کو تیرے عہد و میثاق کی شرط پر لے لیا اور میں اسے پاکیزہ مردوں میں اور پاک دامن عورتوں میں رکھوں گا۔

(جواہر البحار ج 1 ص 225)

کعب الاحبار نے کہا کہ نور نبوی آدم علیہ السلام کی چمکدار پیشانی کے دائرہ میں ایسے دیکھا جاتا جیسے سورج اپنے فلک کے دوران میں دیکھا جاتا ہے اور جیسے کہ چاند اندھیری رات کی تاریکی میں دیکھا جاتا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 217)

امام قسطلانی نے کہا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس نور کو آپ کی پشت میں کر دیا۔ جب وہ پیشانی کی طرف منتقل ہوا تو وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ آپ کے باقی انوار پر غالب آجاتا تھا۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 49)

امام زُرقانی نے کہا کہ ابن عباس سے روایت کی گئی کہ جب آدم علیہ السلام میں

روح پھونکی گئی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پیشانی سے چمکدار سورج کی طرح چمکتا تھا۔

(زُرقانی ج1ص64)

نگاہ غور سے دیکھو ذرا آدم کی پیشانی
نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی
یہی جلوہ ہے تخلیق جہاں کی علت غائی
اسی کی روشنی ہے دیدۂ ہستی کی بینائی
یہی ہے وہ نور جس سے زمانہ جگمگائے گا
یہی آدم کا رتبہ عرش اعظم تک اٹھا جائے گا
نشاں اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے
کہ نور احمدی پیشانی آدم میں رکھا ہے

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ملائکہ آدم علیہ السلام کے پیچھے صف بنا کر ٹھہرتے تھے۔ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! فرشتوں کی میرے پیچھے ٹھہرنے کی کیا وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ خاتم الانبیاء کا نور دیکھتے ہیں جن کو میں آپ کی پشت سے نکالوں گا۔ انہوں نے کہا: اے رب! مجھے اس نور کی زیارت کرا۔ اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے حبیب کا نور دکھایا۔ آدم علیہ السلام اس نور پر ایمان لائے اور آپ پر انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے درود پڑھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص217)

عظمت مصطفیٰ، درود شریف کا مہر بننا

امام قسطلانی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ کریم نے آپ کی بیوی حضرت حوا کی تخلیق آپ کی ایک بائیں پسلی سے کی جبکہ آپ نیند میں تھے جب بیدار ہوئے اور اسے دیکھا آپ کو اس سے سکون ہوا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ فرشتوں نے کہا: اے آدم ٹھہریے! آپ نے فرمایا کیوں حالانکہ اللہ نے اسے میرے لئے پسند

کیا۔ فرشتوں نے کہا پہلے اس کا مہر ادا کریں۔ آپ نے فرمایا اس کا مہر کیا ہے۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود پڑھ دیں۔ (مواہب اللدنیہ ج1 ص52)

ابن جوزی نے اپنی کتاب سلوۃ الاحزان میں ذکر کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنی بیوی سے قرب کا ارادہ کیا۔ اس نے آپ سے مہر طلب کیا۔ اللہ کریم نے فرمایا: اے آدم میرے حبیب پر بیس مرتبہ درود پڑھیں تو آپ نے بیس مرتبہ درود پڑھا۔

(مواہب اللدنیہ ج1 ص53)

نور مصطفیٰ کے لئے تعظیم

علامہ نبہانی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب اپنی بیوی کے قرب کا ارادہ فرماتے خود بھی پاک اور صاف ہوتے، غسل فرماتے اپنی بیوی کو اسی چیز کا حکم فرماتے۔ آدم علیہ السلام فرماتے اے حوا! تو پاکیزگی اختیار کر عنقریب میری پشت اور پیشانی کا نور اللہ کریم تیرے پاکیزہ شکم میں ودیعت فرمائے گا۔ حضرت حوا ہمیشہ پاکیزہ وقت گزارتیں۔ یہاں تک کہ نور گرامی ان کے چہرے کی طرف منتقل ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے معلوم کر لیا کہ حضرت حوا کی پیشانی کا چمکتا نور نبوی کی ان کی طرف منتقل ہونے کی علامت ہے کہ شیث علیہ السلام ان میں جلوہ گر ہو گئے۔ صبح تک آدم علیہ السلام کے چہرہ سے نور ختم ہو چکا تھا اور دن بدن حضرت حوا کے چہرے کا حسن و جمال بڑھ رہا تھا اور چہرہ کی چمک زیادہ ہو رہی تھی۔ جب حضرت شیث علیہ السلام والدہ کے بطن عفت میں پہنچ گئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی بیوی کا قرب ترک فرمایا اپنی بیوی کی پاکیزگی اور بطن عفت کے حمل کی پاکیزگی کی وجہ سے اور ہر روز فرشتے اللہ کے سلام کے تحفے حضرت حوا کو پہچاتے۔

حضرت شیث علیہ السلام کا اکیلے پیدا ہونا

حضرت حوا علیہا السلام کے چالیس بیٹے پیدا ہوئے۔ ہر مرتبہ دو بیٹے ہوتے۔ اس

طرح بیس حمل ہوئے اور حضرت شیث علیہ السلام نمبر 21 میں اکیلے جلوہ گر ہوئے۔ یہ عزت اس لئے ہوئی کہ نور مصطفیٰ کے ساتھ دوسرے بیٹے کی شرکت نہ ہو اور یہ بطن والے خود بھی نبی تھے لہٰذا اتنی عزت کی گئی۔(مواہب اللدنیہ ج ۱ ص 64)

حضرت زُرقانی نے کہا شیث علیہ السلام کے چہرہ میں ہمارے نبی کا نور تھا۔ اس لئے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے لئے آتے تھے (زرقانی ج ۱ ص 64)

علامہ نبہانی نے کہا: حضرت حوا علیہا السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو جنا آدم علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور مصطفیٰ کا نظارہ کیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص 217)

حضرت آدم علیہ السلام کی بوقت وفات بیٹے شیث علیہ السلام کو وصیت

پیارے بیٹے! جو نور آپ کی پشت میں ودیعت رکھا گیا اور جس کے جلوے آپ کے چہرہ میں ہیں۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے عالم ارواح میں پختہ عہد لیا تھا کہ اس نور گرامی کو آپ جہان کی پاکیزہ عورتوں میں رکھیں۔ اس کے علاوہ محبوب کی امت کے فضائل بیان کئے کہ مجھے ایک لغزش کی بنا پر جنت سے باہر بھیجا گیا۔ اس محبوب کی امت دنیا میں گناہ کرے گی اور جنت میں جائے گی اور بھی امت کے فضائل بیان کئے۔

امت محمدیہ کے حق میں قانون الٰہی کا بدلنا

''اللہ تعالیٰ نے جب قلم کو پیدا کیا اسے فرمایا تو لکھ اس نے کہا: اے ربّ! میں کیا لکھوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو لکھ نوح (علیہ السلام) کی امت جو اللہ کریم کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اسے آگ میں

داخل کرے گا اور ابراہیم (علیہ السلام) کی امت جو اللہ کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ امت موسیٰ (علیہ السلام) سے جو اللہ کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ امت عیسیٰ (علیہ السلام) سے جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے جو فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا پھر قلم نے توقف کیا۔ اللہ کریم نے فرمایا: اے قلم یہ مقام ادب ہے جو قانون دوسری امتوں کے بارے میں لکھا گیا وہ نہ لکھ تو قلم کانپ گیا اور دوشق ہو گیا۔ قلم ہزار سال کانپتا رہا پھر بولا: اے ربّ! کیا لکھوں۔ اللہ کریم نے فرمایا لکھ امت محمد یہ گناہ کرے گی اللہ بخش دے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا مرقد منیف اور قبر منور

ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام حج سے فارغ ہوئے ہندوستان واپس آئے اور اسی ملک میں وصال فرمایا اور ثابت بنانی سے روایت ہے کہ آپ کی اولاد نے آپ کی قبر سری لنکا میں بنائی اور جنت سے جس مقام پر اترے تھے اسی مقام پر اولاد نے ان کو دفن کیا۔ (زرقانی ج ۱ ص 65)

فصل نمبر 6:

نبی پاک علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب کا ذکر

نور محمدی کا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکنا:

جب ابرھہ بادشاہ کعبہ شریف کو گرانے کے لئے مکہ آیا۔ حضرت عبدالمطلب قریش کی ایک جماعت لے کر سوار ہوئے اور جبل ثبیر کی طرف گئے جب کعبہ شریف تک یہ قافلہ پہنچا اور قافلہ وہاں ٹھہرا تو نور نبوی عبدالمطلب کے چہرہ میں بشکل ہلال ایسا چمکا کہ اس کی شعاعیں چراغ کی طرح خانہ کعبہ پر پڑیں اور نور نبوی کی یہ چمک جب حضرت عبدالمطلب نے دیکھی تو فرمایا: اے قریش کا گروہ! واپس چلو تم جس کام کے لئے آئے ہو وہ ہو گیا۔ اللہ کی قسم جب نور نبوی مجھ سے ایسے چمکتا ہے کامیابی ہماری ہوتی ہے۔

(انسان العیون ج1 ص96)

حضرت عبدالمطلب کو ہاتھی کا سجدہ

بادشاہ ابرھہ کے ہاتھی نے عبدالمطلب کو سجدہ کیا۔ علامہ نورالدین حلبی نے کہا ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو اونٹ کی طرح بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہاتھی کو بولنے کی طاقت عطا کی اور اس نے فصیح زبان سے کہا کہ اے عبدالمطلب اس نور پر سلام ہو جو آپ کی پیشانی میں رہا۔ (انسان العیون ج1 ص98)

نور نبوی کی برکت سے رحمت کی بارش

حافظ الحدیث علامہ ابو سعید نیشاپوری نے کہا قریش مکہ کو جب قحط پہنچتا عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ لیتے اور جبل ثبیر پر پہنچتے عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش مانگتے تو اللہ کریم

انہیں نورِ نبوی کی برکت سے بارش دے دیتا۔ (انسان العیون ج1 ص96)

عبدالمطلب کا خواب:

عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کا ایک سلسلہ نکلا جس کا ایک کنارہ آسمان میں ہے اور ایک زمین میں ایک مشرق میں ایک مغرب میں پھر وہ چاندی کا سلسلہ درخت بن گیا۔ درخت کے ہر پتا پر نور چمکتا ہے۔ مشرق اور مغرب والے اس کی شاخوں کو پکڑ رہے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے اور زمین و آسمان والے جس کی تعریف کریں گے۔ (جواہر البحار ج3 ص44)

جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا
درخت نسل ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا
کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے

خواب کی تعبیر:

پشت تیری تھیں بچہ ہوسی ربّ دیاں سمجھ عطائیں
مالک ہوسی کل دنیا دا مشرق مغرب تائیں

عبدالمطلب کی شادی:

کعب الاحبار نے کہا عبدالمطلب نے مکہ میں ایک عورت سے شادی کی۔ کچھ عرصہ تک وہ بیوی فوت ہوگئی پھر دوسری عورت سے شادی کی وہ بھی کچھ عرصہ تک فوت ہو گئی پھر آپ نے خواب دیکھا کہ فاطمہ بنت عمر سے شادی کریں تو اس سے شادی کی۔ ابو طالب پیدا ہوئے اور ایک مدت تک نور نبوی بطن فاطمہ تک منتقل نہ ہوا۔ ایک دن عبدالمطلب دوپہر کے وقت شکار سے واپس آئے تو حطیم کعبہ میں چشمہ کی شکل میں پانی

دیکھا تو وہ پانی پیا تو اپنے پیٹ پر اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اس وقت اپنی بیوی فاطمہ بنت عمر کے پاس گئے تو وہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو جب فاطمہ بنت عمر سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب کو انتہائی خوشی ہوئی۔ شام کے تمام علماء یہود کو آپ کی ولادت کی خبر دی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص 219)

کعب الاحبار سے روایت ہے کہ نور نبوی جب حضرت عبدالمطلب تک پہنچا آپ ایک دن حطیم کعبہ میں سو گئے جب بیدار ہوئے سرمہ لگا ہوا تھا تیل بھی کہ آپ نے گویا کہ رونق اور خوبصورتی کا لباس پہنا ہوا ہے۔ آپ حیران ہوئے کہ یہ کام کس نے کیا۔ آپ کے والد نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور تعبیر جاننے والے مردِ قریش کے پاس گئے۔ ان کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے تعبیر بتائی کہ آسمانوں کے معبود نے اس نوجوان کو شادی کا حکم دیا ہے۔ باپ نے آپ کا نکاح قیلہ نامی عورت سے کر دیا۔ قیلہ سے ایک بیٹا حارث نامی پیدا ہوا پھر وہ فوت ہوگئی۔ قیلہ کے بعد آپ کے والد نے آپ کا نکاح ہند ابنت عمر سے کر دیا۔ (مواھب اللدنیہ ج 1 ص 81)

امام زُرقانی نے کہا ہندا' یہ غلط ہے درست فاطمہ ہے۔

صاحب تاریخ الخمیس نے کہا عبدالمطلب کی بیویاں پانچ ہیں۔

۱۔ صفیہ 2۔ نٌیلہ 3۔ ھالہ 4۔ آمنہ 5۔ فاطمہ

عبدالمطلب کی سیادت اور ان کی برکات اور ان کے اولیات

علامہ ابن کثیر نے کہا کہ قریش میں عبدالمطلب نے بڑی سرداری کی اور ان کا شرف اور ان کی سیادت آپ لے گئے۔ ان کا کام آپ کی طرف ہوتا پانی پلانے کا کام اور کام کا سہارا آپ ہوتے یعنی مطلب کے بعد ہر قسم کی سرداری آپ کے سپرد تھی۔

علامہ نبہانی نے کہا کہ آپ کے والد مطلب نے عبدالمطلب کے چہرہ میں نور نبوی کی چمک دیکھی۔ فرمایا: اے قریش کا گروہ! تم اسماعیل کا خلاصہ ہو تم وہ ہو جنہیں اللہ کریم نے

اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا۔ تمہیں اپنے حرم کا رہائشی بنایا آج کے دن میں تمہارا سردار اور رئیس ہوں۔ یہ نزار کا جھنڈا اور اسماعیل کی کمان اور حاجیوں کے پانی پلانے کی خدمت میں نے عبدالمطلب کے سپرد کی۔ تم اس کی فرمانبرداری کرو تو قریش فوراً کھڑے ہوئے اور دینار اور درہم آپ پر نچھاور کئے اور سر چوما اور کہا ہم آپ کے فرمانبردار ہیں اور بادشاہ آپ کی بزرگی جانتے اور ہر سال آپ کو قیمتی ہدیے پیش کرتے ہیں۔ آپ کے فضل سے ابرہہ کے قاصد کا سجدہ کرنا ہے۔ ابرہہ نے مکہ کی طرف اپنا قاصد بھیجا تھا۔ وہ قاصد جب مکہ آیا اور عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا جھک گیا اور اس کی زبان گنگ ہوگئی اور بے ہوش ہوکر گر پڑا اور یوں خراٹے مارتا تھا جیسے بیل وقت ذبح خراٹے مارتا ہے۔ جب بے ہوشی سے افاقہ پایا عبدالمطلب کے لئے سجدہ میں گر گیا اور ابرہہ کے فیل اور فیلہ نے بھی عبدالمطلب کو سجدہ کیا۔ جب ابرہہ کو فیل کے عبدالمطلب کو سجدہ کرنے کی خبر پہنچی تو اس کا دماغ اڑ گیا۔ پھر ابرہہ نے حکم کیا کہ عبدالمطلب کو میرے پاس لاؤ جب عبدالمطلب اس کے سامنے آئے اس کے دل میں آپ کی ہیبت واقع ہوئی تو عبدالمطلب کی تعظیم کے لئے اپنے تخت سے کھڑا ہو گیا۔

عبدالمطلب کا زم زم کھودنا:

علامہ ابن کثیر نے کہا عبدالمطلب نے ہی زمزم کھودنے کی تجدید کی جبکہ عہد جرہم سے وہ بے نشان ہو چکا تھا۔ علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ عبدالمطلب نے حطیم کعبہ میں نیند میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے نیک چیز کو کھودو۔ آپ نے کہا نیک چیز کیا ہے۔ خواب میں بتانے والا چلا گیا۔ جب دوسرا دن آیا آپ اسی جگہ سوئے تو خواب میں آنے والے نے کہا کہ نفیس چیز کھود کر نکال لو پھر غیبی ہاتف چلا گیا۔ پھر جب اس سے اگلا دن آیا آپ اسی جگہ سو گئے۔ آنے والے نے کہا آپ آب زمزم کھودیں۔ آپ نے پوچھا زمزم کیا ہے۔ اس نے کہا وہ ایسا کنواں ہے جس کا پانی ختم نہیں ہوگا پھر وہ خاص جگہ بیان کر دی گئی تو آپ نے کھودنا شروع کر دیا۔ قریش نے آپ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے

عبدالمطلب یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا زمزم کھودنے کا حکم ہوا۔ جب کنواں ظاہر ہوا اور لوگوں نے اس کی بنیاد دیکھی تو کہا: اے عبدالمطلب اس میں آپ کے ساتھ ہمارا بھی حق ہے۔ وہ ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا پانی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا اس میں کوئی حق نہیں۔ تمہارے بغیر یہ خاص میرا حق ہے۔ انہوں نے کہا ہمارا فیصلہ کرائیں آپ نے فرمایا تمہارے اور میرے درمیان قبیلہ بنی سعد بن ہذیم کی ایک کاہنہ ہے اور وہ شام میں تھی۔ اس سے فیصلہ کرائیں۔ حضرت عبدالمطلب اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ سوار ہوئے قریش کے نوجوانوں سے ہر بطن سے آدمی ساتھ لئے اس وقت شام سے حجاز تک تمام زمین جنگل تھی۔ قافلہ روانہ ہوا ان ممالک سے کسی ایک جنگل میں جب قافلہ پہنچا عبدالمطلب اور آپ کے ساتھیوں کا پانی ختم ہوا یہاں تک کہ انہوں نے ہلاکت کا یقین کرلیا پھر باقی قوم سے پانی طلب کیا۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں پانی نہیں پلا سکتے۔ ہمیں بھی پیاس کا خوف ہے جو تمہیں پہنچی۔ عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا کہ اب کیا صورت ہوگی سب نے کہا جو آپ کی رائے ہے وہی ہماری رائے ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ایک اپنی قبر خود تیار کرے جب بھی کوئی مرے اسے اس کے ساتھی اس کی قبر میں گرادیں۔ یوں ایک آدمی کو قبر میں دفن کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ایک کا ضائع ہونا تمام کے ضائع ہونے سے آسان ہے تو سب نے قبریں تیار کرلیں پھر سب نے کہا اپنے ہاتھ موت لینا اچھا نہیں ہم سفر کرتے ہیں پانی طلب کرتے ہیں اپنے آپ مرنا سفر نہ کرنا پانی طلب نہ کرنا عاجز ہوجانا ہے۔ آپ نے فرمایا چلو سفر کرو تو سب روانہ ہوئے۔

جب عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو وہ کھڑی ہوئی تو اس کے قدموں سے میٹھے پانی کے چشمے پیدا ہوئے تو آپ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی سواریاں بٹھائیں تو سب نے پانی پیا اور پانی برتنوں میں بھرلیا پھر اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی آواز دی کہ پانی کی طرف آجاؤ ہمیں اللہ نے پانی دے دیا ہے تو وہ آئے اور پانی پیا اور کہا اللہ کی قسم فیصلہ آپ کے حق میں کردیا گیا ہے۔ جس نے اس جنگل میں آپ کو پانی دیا زمزم اسی نے

آپ کو دیا اب آپ واپس چلیں۔ وہ زمزم آپ کا ہے ہم آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔
(خصائص کبریٰ ج1ص110)

زمزم کے کھودنے پر دو قیمتی چیزیں برآمد ہوئیں۔ نمبر 1 سونے کا چھاج نمبر 2 قلعی شدہ تلواریں۔ اس سے کعبہ شریف کا دروازہ طلا کیا گیا۔

حضرت عبدالمطلب جب کاہنہ والے سفر سے واپس ہوئے تو زمزم کھودا اور اس میں دو چھاتے سونے کے پائے قبیلہ جرہم نے جنہیں دفن کیا تھا اور ان کے علاوہ تلواریں اور زرہیں پائیں جب یہ چیزیں برآمد ہوئیں تو قریش نے کہا: اے عبدالمطلب ان چیزوں میں ہم بھی آپ کے شریک ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا نہیں تمہاری کوئی شرکت نہیں لیکن ہم ایک انصاف کا کام کرتے ہیں پیالوں والی قرعہ اندازی کرتے ہیں دو پیالے خانہ کعبہ کے دو میرے دو تمہارے جس کے پیالے کسی چیز پر نکلیں گے۔ وہ چیز اسی کی ہوگی جس کے پیالے نہیں نکلیں گے اس کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے انصاف کیا کعبہ شریف کے نام کے پیالے زرد رنگ کے عبدالمطلب کے سیاہ رنگ کے اور قریش کے سفید رنگ کے اس کے بعد وہ پیالے اس آدمی کو دیئے گئے جو پیالوں کو دو حصوں پر رکھتا۔ سونے کے چھاننے ایک حصہ بنایا گیا تلواریں اور زرہیں دوسرا حصہ بنایا گیا اور عبدالمطلب نے اپنے رب سے دعا شروع کی قرعہ اندازی کرنے والے نے زرد رنگ کے پیالے چھانوں پر کر دیئے۔ سیاہ رنگ کے پیالے تلواروں اور زرہوں پر کر دیئے اور سفید رنگ کے پیالے اپنی جگہ پر رکھے یعنی ان کے لئے حصہ نہیں تھا تو عبدالمطلب نے تلواروں سے کعبہ شریف کا دروازہ بنایا اور دروازہ پر سونے کا طلا کر دیا۔

اسی وجہ سے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم باب کعبہ کو سونے کا طلا سب سے پہلے عبدالمطلب نے کیا۔ (انسان العیون ج1ص55)

ابرھا اور عبدالمطلب کا حال:

ابرھہ نے اپنا لشکر مکہ بھیجا لشکر نے عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لئے۔ قریش نے

ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا۔ قریش فوراً جان گئے کہ ابرہہ کے ساتھ جنگ نہیں کر سکیں گے تو ارادہ ترک کر دیا ابرہہ جب مکہ پہنچا۔ اس نے اعلان کیا کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں کعبہ شریف کو گرانے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا اللہ کی قسم! ہم اس سے جنگ کا ارادہ نہیں کرتے۔ یہ اللہ کا معزز گھر ہے اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا۔ ابرہہ بادشاہ نے عبدالمطلب کو اپنے آپ بلایا عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے جب ابرہہ نے آپ کو دیکھا آپ کی انتہائی عزت کی تو ابرہہ نے عبدالمطلب کو کہا آپ کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ میرے دو سو اونٹ جسے آپ کے لشکر نے لیا واپس کر دیں۔ ابرہہ نے کہا آپ نے دو سو اونٹوں کی بات کی اور کعبہ کی مجھ سے بات نہیں کی جس کے گرانے کا میں نے ارادہ کیا عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا مالک اس کی حفاظت کرے گا ابرہہ نے وہ اونٹ واپس کر دیئے جنہیں لشکر والوں نے پکڑا تھا جب ابرہہ نے صبح کی مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور ہاتھی کو تیار کیا اور لشکر کو کعبہ کے گرانے کا شوق دلایا ہاتھی کا نام محمود تھا۔

ابرہہ نے کعبہ کے گرانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اس کے بعد یمن جانے کا۔ لشکر ابرہہ نے جب ہاتھی کا رخ مکہ شریف کی طرف کیا نفیل ابن حبیب خثعمی آیا اور ہاتھی کی کروٹ کے ساتھ کھڑا ہوا پھر اس کا کان پکڑ کر کہا: اے محمود بیٹھ جا یا جہاں سے آیا سیدھا اسی طرف واپس ہو جا تو اللہ کے معزز گھر میں ہے ہاتھی بیٹھ گیا تو نفیل بن حبیب وہاں سے دوڑتا ہوا نکلا پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ابرہہ کے لشکریوں نے ہاتھی کو مارا تا کہ وہ کھڑا ہو وہ کھڑا نہ ہوا پھر اس کے سر میں کلہاڑی اور چھری ماری تا کہ وہ کھڑا ہو اس نے انکار کر دیا کھڑا نہ ہوا پھر اس کے پیٹ میں وہ عصا مارے جس کی ایک طرف لوہا لگا ہوا تھا آہنی عصا مار مار کر اسے رنگین کر دیا۔ اس کے باوجود وہ کھڑا نہ ہوا تو انہوں نے جب اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو کھڑا ہو گیا چلنا شروع کیا۔ شام کی طرف رخ کیا تو بھی چل رہا تھا۔ مشرق

کی طرف رخ کیا تو بھی چل رہا تھا مکہ کی طرف رخ کیا تو بیٹھ گیا۔ (ابن ہشام ص 52) پھر ابرہہ کے لشکر نے ہاتھی کو شراب پلا دی تا کہ اس کی تمیز جاتی رہے۔ ہاتھی اپنے حال پر پکا تھا وہ ہاتھی کعبہ شریف کے در پے نہ ہوا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہاتھی والے آئے جب وہ مکہ کے قریب ہوئے ان کو عبدالمطلب ملے۔ آپ نے ان کے بادشاہ کو کہا کہ تم ہمارے پاس کیسے آئے۔ آپ نے آدمی کو بھیجا ہوتا تو ہم آپ کو ہر وہ چیز دیتے جو آپ چاہتے اس نے کہا مجھے اس گھر کی خبر دی گئی جو اس میں دخل ہو بے خوف ہو جاتا ہے۔ میں اس کے باشندوں کو ڈرانے آیا ہوں عبدالمطلب نے کہا آپ جو چاہیں لے لیں اور واپس ہو جائیں۔ اس نے واپس ہونے سے انکار کیا مگر یہی کہ کعبہ میں داخل ہوا اور کعبہ شریف کی طرف چلا۔ عبدالمطلب پیچھے رہے پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ میں کعبہ شریف کے ہلاک کرنے والے کے ساتھ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ نہیں جاتا اور دعا کی اے اللہ ہر معبود کی حفاظت کی جگہ ہوتی ہے تو ایسی جگہ کی خود حفاظت فرما ان کا کوئی حیلہ تیری تدبیر پر غالب نہ آئے اگر تو کعبہ کا کچھ کرے تو جو تیرے لئے ظاہر ہو تو حکم فرما تو دریا سے بادل کی طرح ایک چیز آئی۔ ابابیل پرندوں نے ان پر سایہ کیا۔ ہاتھی سخت آواز نکالتا تھا۔ ابابیل نے اس لشکر کو کھیت کے کھائے ہوئے پتوں کی طرح کر دیا۔ ابابیل سے ہر پرندہ تین پتھر لایا ایک چونچ میں اور دو پاؤں میں ان کے اوپر آ کر یہ پتھر گرا دیئے جس پر بھی یہ پتھر گرے دوسری طرف سے نکلے سر پر گرا تو دبر سے نکلا کسی دوسری جگہ گرا تو دوسری طرف سے نکلا اللہ کریم نے سخت ہوا بھیجی جس نے ان کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ اس موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے نورانی بطن میں تھے۔

دعا مانگی جناب آمنہ کو پاس بٹھلا کر
کہ اے کعبہ کے مالک نصرت غیبی مہیا کر

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی
پئے تعظیم کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی

نہ کی ابرہہ نے جب ایک ذرہ بھی حرمت کعبہ
ابابیلوں نے کی آ کر یکا یک نصرت کعبہ

یہ زندہ معجزہ دکھلایا اس مہر انور نے
چھپا رکھا تھا جس کو عصمت و امان مادر نے

فصل نمبر 7:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کا ذکر

کعب الاحبار سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عبدالمطلب نے مکہ کی ایک عورت سے شادی کی وہ کچھ عرصہ تک فوت ہو گی پھر دوسری شادی کی وہ بھی فوت ہو گئی۔ خواب میں دیکھا کہ فاطمہ بنت عمر سے شادی کریں شادی کر لی۔ فاطمہ سے ابو طالب پیدا ہوئے۔ ایک وقت تک نور نبوی فاطمہ کے پیٹ تک منتقل نہ ہوا تو ایک دن عبدالمطلب شکار سے بوقت دوپہر واپس ہوئے سخت پیاسے تھے تو حطیم میں چشمہ جوش مارتا دیکھا اس کا پانی پی لیا اس کی ٹھنڈک پیٹ میں محسوس ہوئی اس وقت اپنی بیوی فاطمہ بنت عمر سے جماع کیا فاطمہ والد مصطفیٰ حضرت عبداللہ سے حاملہ ہوئی جب حضرت عبداللہ اپنی والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب کو بڑی خوشی ہوئی۔ شام کے ہر ایک یہودی عالم کو آپ کی ولادت کا پتا چل گیا۔ علماء یہود کے پاس جب بھی حرم شریف کا کوئی آدمی آتا۔ اس سے حضرت عبداللہ کا حال پوچھتے کہ آپ کیسے ہیں۔ حرم شریف کے آدمی بتاتے کہ ان کا چہرہ حسن و جمال سے چمکتا ہے علماء یہود کہتے یہ نور عبداللہ ابن عبدالمطلب کا نہیں یہ نور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ہے جو ان کی پشت سے نکلیں گے جو بتوں کی پوجا کو ختم کریں گے۔ لات اور عزیٰ کو باطل کریں گے۔ حضرت کعب نے کہا حضرت عبداللہ تمام قریش سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی تمام عورتوں کو آپ سے محبت تھی۔ یہاں تک کہ وہ چیز آپ کے وقت میں آئی جو یوسف علیہ السلام کو ان کے وقت میں آئی۔ (زرقانی ج 1 ص 110)

من جانب اللہ حضرت عبداللہ کی یہودیوں سے حفاظت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں ذکر کیا کہ یہودیوں نے آپ سے حسد کیا اور وہ آپ کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور آپ سے عجیب امور دیکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ایک دن شکار کے لئے نکلے ایک بھاری جماعت کو دیکھا جو شام سے نکلے جنہوں نے عبداللہ کی ہلاکت کے لئے تیز تلواریں میان سے نکالی ہیں۔ یہودی ایسے وقت میں جنگل میں پہنچے کہ وھب زہری بھی اس وقت جنگل میں موجود تھے۔ حضرت وھب زھری نے دیکھا کہ جنت کی سواریوں پر سوار ملائکہ کی جماعت غیب سے نمودار ہوئے حضرت عبداللہ سے یہودیوں کو ہٹایا اور انہیں قتل کر دیا جب وھب زھری نے عبداللہ کی شان دیکھی تو وھب عبدالمطلب کے گھر گئے اور عبدالمطلب کی بیوی کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی آمنہ کی شادی عبداللہ بن عبدالمطلب سے کردوں وھب کے بعض دوستوں نے بھی شادی کی آرزو حضرت عبدالمطلب کو پہنچائی۔ عبدالمطلب نیک پاک دامن حسب ونسب والی عورت کی تلاش میں تھے تو حضرت آمنہ کو ان تمام صفات سے متصف پایا تو ان کی حضرت عبداللہ کے ساتھ شادی کر دی۔

حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی کا سبب

عبدالمطلب یمن آیا کرتے تھے یمن میں یمن کے عظما میں سے ایک عظیم آدمی کے پاس رہائش کرتے ایک مرتبہ اس بڑے آدمی کے پاس قیام کیا اس وقت اس کے پاس ایک کتابیں پڑھا ہوا آدمی تھا۔ اس نے کہا: اے عبدالمطلب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کا ناک دیکھوں آپ نے کہا کے قریب ہو کر دیکھ لو اس نے کہا دو چیزیں دیکھتا ہوں۔ نبوت اور ملک اور یہ دونوں منافین میں دیکھتا ہوں وہ عبد مناف بن قصی اور عبد مناف بن زھرہ ہیں جب یمن سے وہ واپس ہوئے اپنے بیٹے عبداللہ کو ساتھ لیا۔ اپنی شادی ھالہ بنت وھب سے کی۔ اس بیوی سے حضرت حمزہ پیدا ہوئے اور اپنے بیٹے

عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ سے کر دی تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

''حضرت عبداللہ ذبیح ثانی کیوں کہلائے''

ابن عباس سے روایت ہے کہ عبدالمطلب نے زمزم کھودنے میں اپنے مددگار کم پائے منت مانی کہ اگر اللہ کریم ان کو دس بیٹے عطا کرے یہاں تک کہ وہ انہیں دیکھ لیں تو ان سے ایک اللہ کے لئے قربانی دیں گے جب پورے دس بیٹے ہوئے سب مذکر تھے تو ان کو اپنی منت بتائی۔ سب نے بات قبول کی اور کہا آپ اپنی منت پوری کریں اور جو چاہیں کریں تو عبدالمطلب نے ان میں قرعہ اندازی کی۔ قرعہ عبداللہ پر نکلا آپ نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور جائے ذبح کی طرف لے جا رہے تھے اور آپ کے پاس چھری تھی۔ عبدالمطلب کی بیٹیاں رو پڑیں اور ان سے ایک نے کہا کہ آپ بیٹے کے لئے عذر پیش کریں کہ حرم کے رہنے والے جو اونٹ چل پھر کر وقت گزارتے ہوں لے کر قرعہ اندازی کریں تو حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں میں قرعہ اندازی کی گئی اس وقت آدمی کی دیت دس اونٹ تھی تو قرعہ حضرت عبداللہ پر نکلا عبدالمطلب دس دس اونٹ بڑھاتے رہے اور قرعہ اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ سو اونٹ ہو گئے اور قرعہ اونٹوں کے نام نکلا حضرت عبدالمطلب اور دوسرے لوگوں نے اللہ اکبر کہا اور سو اونٹ پیش کر دیئے۔ انہیں ذبح کیا سب سے پہلے آدمی کی دیت سو اونٹ کا طریقہ آپ نے چلایا قریش اور عرب میں دیت یہی چلتی رہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیت کو برقرار رکھا۔ (خصائص کبریٰ ج1 ص112)

عبداللہ کا حسن و جمال:

یہ بات گزر چکی ہے کہ عبداللہ تمام قریش سے زیادہ خوبصورت تھے حسن کی وجہ سے آپ کا چہرہ چمکتا تھا قریش کی تمام عورتوں کو آپ کے ساتھ محبت تھی۔ آپ کے حسن و

جمال کی وجہ سے آپ کے دادا کے پاس نکاح کے پیغام آئے اور بعض عورتوں نے جماع کی خواہش کی جیسے کہ روایت کی گئی کہ حضرت عبداللہ کا گزر بنی ... بن عبدالعزی کی ایک عورت پر ہوا وہ اس وقت کعبہ شریف کے پاس تھی۔ اس کا نام قتیلہ ہے رقیقہ بنت نوفل بھی کہا گیا اس نے کہا میں آپ کو سو اونٹ دیتی ہوں۔ آپ ابھی میرا قرب کریں یہ خواہش اس نے اس لئے کی کہ اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا۔ اس نے امید کی کہ اس نبی کریم کے ساتھ وہ حاملہ ہو۔ آپ نے فرمایا میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اس کا خلاف نہیں کر سکتا۔ ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا عبدالمطلب اپنے بیٹے کو لے کر نکلے تا کہ آپ کی شادی ہو عبداللہ کا گزر اہل تبالہ کی ایک کاہنہ پر ہوا جو یہودیہ تھی۔ کتابیں پڑھی ہوئی تھیں جس کو فاطمہ بنت مر الخثعمیہ کہا جاتا تھا اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا۔ اس نے کہا: اے نوجوان کیا آپ ابھی میرا قرب کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو سو اونٹ دوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ حرام سے مر جانا آسان ہے وہ کام کیسے ہو سکتا ہے جو تم چاہتی ہو اور عزت والا اپنی عزت اور اپنا دین بچاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ اپنے والد کے ساتھ چلے گئے۔ آپ کے والد نے آپ کی شادی آمنہ بنت وھب سے کر دی۔ حضرت عبداللہ نے اپنی بیوی آمنہ کے پاس تین دن گزارے اور اس کے فوراً بعد اسی عورت فاطمہ کے پاس گئے۔ اس نے کہا: اے عبداللہ! مجھ سے چلے جانے کے بعد آپ نے کیا کیا۔ آپ نے فرمایا میرے والد نے میری شادی آمنہ بنت وھب سے کر دی۔ میں نے تین دن اس کے پاس گزارا فاطمہ نے کہا میں بری عورت نہیں میں نے آپ کے چہرہ میں نور دیکھا میں نے چاہا وہ نور میرے نصیب میں ہو اور اللہ نے وہ نور اسے دیا جس کا وہ نور مقدر ہے۔

(خصائص کبریٰ ج1 ص101)

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی یہ پیشانی
اسی کی تھی میں طالب اور اس کی میں دیوانی

مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سنا ہے کہ وہ دولت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

ابو یزید مدنی سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ حضرت عبداللہ کا قبیلہ خثعم کی ایک عورت پر گزر ہوا۔ اس نے آپ کی آنکھوں کے درمیان آسمان تک چمکتا ہوا نور دیکھا ابن شہاب سے روایت ہے کہ عبداللہ انتہائی حسین تھے وہ ایک دن نکلے قریش کی عورتوں پر ان سے ایک عورت نے کہا کہ تم سے کون اس جوان سے شادی کرتی ہے کہ وہ اس نور کو حاصل کرے جو اس کی آنکھوں کے درمیان ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں کے درمیان نور دیکھا' تو اس سے حضرت آمنہ نے شادی کر لی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئیں۔ تین سو عورتیں اس غم میں فوت ہو گئیں کہ ان کو نبی حاصل نہیں ہو سکا۔

خلقت النبی کا ذکر ہو چکا۔ اب ولادت النبی کا ذکر ہوتا ہے ولادت النبی کے لئے آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ضروری ہے۔

فصل نمبر 8:

ذکر آمنہ رضی اللہ عنہا

آپ کی والدہ حضرت آمنہ قریش کی تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ حسین تھیں حضرت آمنہ کا زیادہ اونچا مقام یہ ہے کہ آپ نور مصطفیٰ کا معدن ہیں۔ اللہ کے برگزیدہ محبوب کی والدہ ہیں۔ شرف اور طہارت کا معدن ہیں اسی حقیقت کو اللہ کریم نے بیان فرمایا لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ عظیم الشان رسول ان ہستیوں سے تشریف لائے جو مرتبہ میں تم میں سے زیادہ بزرگ ہیں اور بلند ہیں۔ حضرت آمنہ ہر عیب سے پاک ہیں۔ تمام فضائل سے متصف ہیں۔ خوبصورتی کے تمام لباسات سے مزین و آراستہ ہیں۔ آپ کی یہ شان تھی کہ جب آپ راستہ پر چلتیں اور پتھر پر قدم آتا تو پتھر قدرۃ الہیہ سے نرم ہو جاتا۔ آپ کی شان یہ بھی تھی کہ آپ جب کنویں کی طرف جاتیں تو پانی کے لئے ڈول کی ضرورت نہ پڑتی۔ کنواں جوش مارتا اور پانی آپ کے قدموں میں آ جاتا۔ بحسب ضرورت نوش فرماتیں اور جتنا ضرورت ہوتا گھر لے جاتیں اور آپ کی شان یہ بھی تھی کہ جب دن کو آپ دھوپ میں چلتیں سورج کی شعاعیں آپ پر نہ آتیں۔ بلکہ اللہ کریم آپ پر بادل بھیج دیتا۔ آپ کا مفصل ذکر چوتھے مقصد میں آتا ہے۔

حمل نبوی کے عجائب وغرائب:

وہ خاص پندرہ چیزیں جن کا ذکر ہوتا ہے۔

نمبر 1: ملکوت و جبروت میں اعلان

جب نطفہ زکیہ درہ محمدیہ نے بطن مادر میں قرار پکڑا ملکوت میں اور معالم جبروت میں اعلان کیا گیا بلند قدس کی یونیورسٹیوں کو معطر کر دو اور شرف کی اعلیٰ جہات کو خوشبودار بنا دو اور صوفیہ کی صاف صفوں میں عبادتوں کے مصلے اور جائے نماز بچھا دو کہ بطن آمنہ میں فھنی نور منتقل ہو گیا وہ آمنہ جو ہر رونق عقل والی اور محفوظ فخر والی ہے جسے اللہ نے جو قریب ہے دعا قبول کرنے والا ہے اس سید برگزیدہ محبوب کے ساتھ خاص کیا کیونکہ حسب ساری قوم سے افضل ہے اور جن کا پاکیزہ خلق ہے اور جو ستھری شاخ ہے اور جو ہر طرح پاکیزہ ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری کا بیان

انہوں نے کہا جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بطن آمنہ میں تخلیق کا ارادہ فرمایا وہ رجب کی جمعہ کی رات تھی اللہ نے اس رات رضوان جو کہ جنتوں کا خازن ہے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے دروازے کھول دو اور آسمانوں اور زمین میں پکارنے والے نے اعلان کیا کہ وہ نور جو مخفی تھا جس سے نبی ھادی پیدا ہوں گے۔ وہ اس رات بطن آمنہ میں قرار پکڑ رہے ہیں جس بطن میں آپ کی پیدائش مکمل ہو گی اور وہ بشیر و نذیر بن کر جلوہ گر ہوں گے۔

کعب الاحبار کی روایت میں ہے کہ اس رات آسمان اور اس کے ٹکڑوں میں زمین اور اس کے بقعوں میں ندا کی گئی کہ وہ مخفی نور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے وہ اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہو چکے تو حضرت آمنہ کے لئے خوشخبری ہو پھر اس کے لئے خوشخبری ہو۔

نمبر 2: دنیا کے بتوں کا اوندھا ہونا

کعب الاحبار فرماتے ہیں ''دنیا کے تمام بت الٹے ہو گئے''

نمبر 3: قحط کا دور ہونا

کعب الاحبار فرماتے ہیں۔قریش سختی میں تھے اور بڑی تنگی میں تھے زمین سرسبز ہو گئی اور درخت بار آور ہو گئے ہر طرف سے اللہ کے کرم کی خبر آئی۔اس سال کا نام رونق اور فتح والا سال رکھ دیا گیا یہ سال بہتر سے بہتر اور اچھائی اور خیر والا قرار پایا۔امام قسطلانی نے فرمایا حمل والی رات کی یہ فضیلت ہے کہ ہر گھر منور ہو گیا۔ ہر مکان میں نور داخل ہو گیا۔

نمبر 4: قریش کا ہر چوپایہ بول اٹھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں جلوہ گر ہوئے

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ کے حمل میں جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے قریش کا ہر چوپایہ اس رات بول اٹھا کہ رب کعبہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں تشریف لائے وہ دنیا کے امام ہیں۔خصائص کبریٰ میں ہے کہ وہ دنیا کی امان ہیں اور دنیا والوں کے چراغ ہیں۔

نمبر 5: بادشاہوں کے تختوں کا الٹا ہونا

ابن عباس فرماتے ہیں کہ حمل والی رات دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹے ہو گئے۔

نمبر 6: بادشاہوں کی زبان کا بند ہو جانا

زُرقانی میں ہے کہ حمل والی رات تمام بادشاہ گونگے ہو گئے اس دن بالکل نہ بول سکے۔

نمبر 7: وحشی جانوروں کا خوشخبری لے کر دوڑنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرق کے وحشی جانور مغرب کے وحشی جانوروں کو خوشخبریاں دے رہے تھے کہ رحمت للعالمین نبی بطن مادر میں جلوہ گر ہو گئے۔

نمبر 8: دریائی جانوروں کا خوشی منانا

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ دریا کے جانور بعض دوسرے بعض کو خوشخبری دینے کے لئے دوڑے جا رہے تھے۔

نمبر 9: حمل کے ہر مہینہ میں زمین و آسمان میں اعلان

ابن عباس نے فرمایا کہ آپ کے حمل کے ہر مہینہ میں زمین و آسمان میں اعلان ہوا کہ وہ وقت قریب آ گیا کہ ابوالقاسم مبارک بن کر ظہور فرمائیں۔

نمبر 10: ولادت نبی والے سال تمام عورتوں کا مذکر اولاد سے حاملہ ہونا

ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کریم نے اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو اجازت دی کہ وہ مذکر سے حاملہ ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے اظہار کے لئے تاکہ خوشی سب کے لئے عام ہو۔

نمبر 11: آپ کی والدہ کا حمل کے وقت نور دیکھنا کہ وضع حمل کے وقت نور ظاہر ہوا

مشکوٰۃ شریف ص 513 پر ہے۔ عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس وقت سے خاتم النبیین ہوں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر تیار ہو رہا تھا اور میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو اس نے دیکھا اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی مائیں خواب دیکھتی ہیں اور بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے وضع حمل کے وقت نور دیکھا جس کی روشنی میں شام کے محلات روشن ہو گئے۔

خالد بن معدان اصحاب رسول سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمیں اپنی خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا

اثر ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور میری ماں نے دیکھا جبکہ وہ حاملہ ہوئیں کہ آپ سے نور نکلا جس کی روشنی سے شام کی زمین سے شہر بھر منور ہو گیا۔ امام سیوطی نے کہا کہ یہ اس خواب کا دیکھنا ہے جو حمل میں واقع ہوا۔ ابن کثیر نے کہا آپ کی والدہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں آتے ہی دیکھا کہ آپ سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی میں شام کے محل روشن ہو گئے پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جنا ظاہر باہر اس خواب کی تعبیر دیکھی۔

نمبر 12: سونے کی تختی والا خواب

ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت آمنہ نے اپنے خواب میں دیکھا کہ آپ کو کہا گیا کہ تیرے حمل میں وہ ہستی جلوہ گر ہیں جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں جب آپ اسے جنو اس کا نام احمد اور محمد رکھو اور یہ تختی ان کے گلے میں ڈال دو جب آپ بیدار ہوئیں تو آپ کے سر کے قریب ایک سونے کی ٹکڑی تھی جس پر لکھا تھا اعیذہ بالواحد من شرّ کل حاسد۔ میں ایک ذات کی برکت سے ہر حاسد کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ حضرت آمنہ بنت وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ جب مجھے آپ کا حمل جلوہ گر ہوا کہا گیا تو اس امت کے سردار اور ایک روایت میں ہے کہ تو اس امت کے سردار اور امت کے نبی سے حاملہ ہوئی۔

نمبر 13: حضرت آمنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے خوشخبری

روایت کی گئی کہ قریش کی عورتوں نے جب حضرت آمنہ کے خواب سنے۔ حضرت آمنہ کی گردن اور آپ کے ہاتھ میں لوہا لٹکا دیا۔ حضرت آمنہ کے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو فرماتے ہیں کہ بیٹی تیرے حمل میں سید الانبیاء ہیں اور تو نے لوہے کی ٹکڑی پہنی ہے۔ لوہے سے پرہیز کرو اور بزرگ نے گردن والی چیز اور ہاتھ والی چیز کی طرف اشارہ فرمایا تو ہاتھ اور گردن والی چیزیں ٹوٹ گئیں۔ حضرت آمنہ نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ اس بزرگ نے کہا میں اللہ کا خلیل ابراہیم ہوں۔

نمبر 14: حضرت آمنہ کو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے خوشخبریاں

حمل کے پہلے مہینے میں حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں بشارت دی کہ بیٹی تیرے حمل میں تمام جہان سے بہتر ہستی ہیں۔ دوسرے مہینہ میں خواب میں حضرت ادریس علیہ السلام نے زیارت کرائی اور فرمایا کہ بیٹی تیرے حمل میں بلند مرتبہ ہستی ہیں۔ تیسرے مہینہ میں نوح علیہ السلام نے زیارت کرائی اور بشارت دی کہ بیٹی تیرے حمل میں فتح و نصرت سے معزز ہستی تشریف فرما ہیں۔ چوتھے مہینہ میں ابراہیم علیہ السلام نے انہیں زیارت کرائی اور فرمایا کہ بیٹی تیرے حمل میں عزت و وقار و عظمت و کرامت والی ہستی جلوہ گر ہے۔ پانچویں مہینے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے زیارت کرائی اور بشارت دی کہ بیٹی تیرے حمل میں صاحب الاسلام ہیبت و دبدبہ والی ہستی ہیں اور چھٹے مہینے میں ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام آئے اور بشارت دی کہ بیٹی تو قلب سلیم والے فضل و عظمت والے نبی سے حاملہ ہے اور ساتویں مہینہ میں داؤد علیہ السلام آئے اور بشارت دی کہ تو لواء الحمد والے اور مالک حوض اور مقام محمود والے نبی سے حاملہ ہے اور آٹھویں مہینہ میں آپ کے پاس سلیمان علیہ السلام آئے اور بشارت دی کہ بیٹی تو آخری نبی کی ذات پاک سے حاملہ ہو چکی اور نویں مہینہ میں آپ کے پاس عیسیٰ علیہ السلام آئے اور بشارت دی کہ بیٹی تیرے حمل میں وہ ہستی ہیں جن کا چہرہ دلکش ہے اور جن کی زبان فصیح ہے جن کا دین صحیح ہے۔ (نزہۃ المجالس ج 2 ص 103)

نمبر 15: بوجھ محسوس نہ کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں حاملہ ہوئی۔ میں نے آپ کے دنیا میں جلوہ گر ہونے تک آپ کی مشقت محسوس نہ کی۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں آپ فرماتی ہیں کہ مجھے آپ کے حمل کا پتا۔ چلا اور نہ آپ کا

وزن پایا جیسے کہ عورتیں وزن پاتی ہیں۔ ہاں اتنی بات میں بری سمجھتی کہ حیض نہ آیا کبھی حیض اٹھتا بھی تھا اور واپس بھی ہوتا تھا۔ ابن عائذ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بطن میں مکمل نو مہینے رہے۔ آپ کو نہ درد کی شکایت ہوئی نہ اپھارہ کی نہ ہوا کی نہ وہ تکلیف جو حمل والی عورتوں کو لاحق ہوتی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ والدہ مصطفیٰ نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی شان ہے میں اپنے بیٹے کے ساتھ حاملہ تھی وہ مجھ پر انتہائی خفیف تھے اور بڑی برکت والے تھے اگر تم کہو کہ شداد بن اوس کی روایت اس کے خلاف ہے۔ ان سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے باپ اور والدہ کا پہلا بیٹا میں ہی ہوں اور میری والدہ جب مجھ سے حاملہ ہوئیں تو دوسری عورتیں جو ثقل اور وزن محسوس کرتی ہیں میری والدہ نے ان کی نسبت زیادہ ثقل محسوس کیا تو اس روایت اور باقی روایات میں تعارض ہوا تو جواب یہ ہے کہ ثقل ابتداء میں تھا۔ خفت بعد میں ہوئی تو دونوں حالتیں خلاف عادت ہوگئیں۔

مواہب اللدنیہ ص 107 ابوجعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاملہ تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ حمل والی ہستی مبارکہ کا نام نامی اسم گرامی احمد رکھے۔

ابن کثیر نے کہا کہ پیارے آقا والدہ کی شکم مبارک میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت عبداللہ کی عمر جبکہ آپ فوت ہوئے پچیس سال تھی جب نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد عبداللہ فوت ہوئے فرشتوں نے کہا: اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا! تیرا یہ نبی یتیم ہوگیا۔ اللہ نے فرمایا آپ کا مددگار و محافظ اور نصیر میں ہوں۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص 106)

فصل نمبر 9:

میلاد والی رات کے برکات وعجائب

نمبر 1: آسمان کی حفاظت:

ابن عباس سے روایت ہے کہ شیاطین آسمانوں سے روکے نہ جاتے ان میں داخل ہوتے تھے اور زمین میں ہونے والی خبریں فرشتوں سے سنتے آکر کاہنوں کو بتاتے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تین آسمانوں سے روکے گئے اور وہب سے روایت ہے کہ چار آسمانوں سے روکے گئے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تمام آسمانوں سے روکے گئے۔ آسمانوں کی شہاب کے ذریعہ سخت حفاظت کی گئی تو جو شیطان پہلے آسمان کے قریب ہونا چاہتا ہے فرشتوں کی بات سننے کے لئے تو اسے آگ کا شعلہ بنا کر پھینک دیا جاتا ہے۔

نمبر 2: نجم احمد کا طلوع:

حسان بن ثابت سے روایت ہے کہ میں لڑکا تھا اٹھتی جوانی والا سات یا آٹھ سال کا اچانک ایک یہودی بوقت صبح اپنے ٹیلے پر چیخ رہا ہے کہہ رہا ہے اے یہود کا گروہ! سب اس کے پاس جمع ہوگئے۔ میں سن رہا تھا یہود نے کہا آپ کو کیا ہوا اس نے کہا احمد کا ستارہ طلوع ہوچکا جو اسی رات اس نبی کی پیدائش کی نشانی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ص 267 مواہب اللدنیہ ص 120)

کعب الاحبار سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت کی خبر دی اور موسیٰ علیہ السلام

نے اپنی قوم کو خبر دی کہ وہ مشہور ستارہ جس کا نام تمہارے نزدیک فلاں ہے جب وہ حرکت کرے اور اپنی جگہ سے چل پڑے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خروج کا وقت ہے۔

ابو مالک بن سنان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تا کہ ان کی مجلس میں کوئی بات کروں۔ اس وقت ہم میں جنگ کا سکون تھا۔ میں نے یوشع یہودی سے سنا وہ کہتا تھا کہ اس نبی کے خروج کا وقت ہو چکا جن کا نام نامی احمد ہے جو حرم سے جلوہ گر ہوں گے۔ ابو مالک بن سنان نے کہا کہ میں بنی قریظہ کے پاس آیا۔ مین نے ایک جماعت کو پایا۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کا ذکر کیا۔ ان سے زبیر بن بطا نے کہا کہ سرخ ستارہ طلوع ہو چکا جو کسی نبی کی تشریف آوری کے لئے نکلتا ہے اور نبی سب آچکے۔ فقط احمد باقی ہیں اور یہی ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (البدایہ والنہایہ ص 267)

ام سعد بنت سعد بن ربیع سے روایت ہے کہ میں نے زید بن ثابت سے سنا جو کہتے تھے کہ علماء یہود بنی قریظہ اور نضیر صفت نبی کا ذکر کرتے تھے جب خاص ستارہ طلوع ہوا انہوں نے اپنی قوم کو خبر دی جو آج رات پیدا ہوں گے وہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کا نام احمد ہے اور آپ کی ہجرت گاہ مدینہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے انکار کیا حسد کیا کفر کیا۔ (البدایہ والنہایہ ص268)

اسامہ بن زید سے روایت ہے انہوں نے کہا زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ مجھے شام کے علماء یہود سے ایک عالم نے کہا کہ تیرے شہر میں نبی ظاہر ہو چکا یا ظاہر ہونے والا ہے جس کا ستارہ نکل چکا تو جا ان کی تصدیق کر اور ان کی پیروی کر۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک یہودی مکہ میں رہا کرتا تھا جب وہ رات آئی جس کی صبح میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے۔ اس نے کہا: اے قریش کا گروہ! کیا تم میں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا تو دیکھو اس رات اس امت کا نبی پیدا

ہو چکا جس کے دو کندھوں پر علامت ہے تو یہودی مدینہ پھرے اور بچہ کے متعلق سوال کیا۔ ان کو کہا گیا کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کا بیٹا پیدا ہوا تو یہودی لوگوں کو ساتھ لے کر آپ کی والدہ کے پاس پہنچے تو آپ کی والدہ آپ کو نکال لائیں جب یہودی نے علامت نبوۃ دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس نے کہا بنی اسرائیل سے نبوت نکل گئی۔ اللہ کریم کی قسم وہ تم پر ایسے غالب ہوں گے کہ آپ کی نبوت کی خبر مشرق اور مغرب میں پہنچے گی۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 120، البدایہ والنہایہ ص 267)

نمبر 3: بتوں کا اوندھا ہونا:

عمر بن قتیبہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اور وہ علم کا برتن تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب حضرت آمنہ سے رسول اللہ کی ولادت قریب ہوئی تمام بت الٹے ہو گئے۔ عبدالمطلب سے روایت ہے کہ اس وقت جب کہ ولادت ہوئی میں کعبہ شریف میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ تمام بت اپنی جگہ سے گرے اور سجدہ میں جا پڑے اور میں نے کعبہ شریف کی دیوار سے سنا کہ مصطفیٰ پیدا ہوئے جو مختار ہیں جن کے ہاتھوں کافر ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی پوجا سے پاک ہو جائے گا اور وہ نبی اللہ کی عبادت کا حکم کریں گے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

مروہ سے روایت ہے کہ قریش کا ایک گروہ اور ورقہ بن نوفل 2 زید بن عمرو بن نفیل 3 عبیداللہ بن جحش 4 عثمان بن حویرث اپنے ایک بت کے پاس تھے وہ بت جس کے پاس وہ جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک رات وہ اس بت کے پاس گئے اس کو چہرہ پر گرا ہوا دیکھا۔ انہوں نے بت کو پکڑ کر سیدھا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہ الٹا ہو گیا پھر سیدھا کر دیا۔ تیسری بار پھر گر گیا۔ عثمان بن حویرث نے کہا یہ کسی حادثہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ انہوں نے بت کو پکڑ کر سیدھا کر دیا جب وہ بت سیدھا ہو گیا تو بت سے آواز آئی کہ یہ

بت اس بچے کی ولادت سے گرتا ہے جس کے نور سے تمام روئے زمین مشرق مغرب منور ہوگئی۔ (خصائص کبریٰ ج1 ص129)

اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ ابن نوفل دونوں ذکر کرتے ہیں کہ وہ دونوں ابرہہ کے مکہ سے واپس آنے کے بعد نجاشی کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا جب ہم نجاشی پر داخل ہوئے اس نے کہا: اے قریشیو! سچ بتاؤ کہ کیا تمہارے ملک میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ نے اس کے ذبح کا ارادہ کیا ہو اور اس پر پیالوں کی قرعہ اندازی ہوئی ہو اور وہ بچ گیا ہو اور اس کے بدلے کافی اونٹ ذبح کیے گئے ہوں۔ ہم نے کہا ہاں نجاشی نے کہا تمہیں علم ہے کہ اس نے کیا کیا ہم نے کہا اس نے ایک عورت سے شادی کی جسے آمنہ کہا جاتا ہے وہ اسے حاملہ چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ نجاشی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ آمنہ کا بیٹا ہوا یا نہیں؟ ورقہ نے کہا بادشاہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں ایک رات میں نے اپنے بت کے پاس گزاری کہ بت کے پیٹ سے غیبی پکارنے والا بولتا تھا۔ میں نے اس کی بات سنی وہ کہتا تھا۔ نبی کریم پیدا ہوئے آپ نے بادشاہوں کو ذلیل کر دیا اور گمراہی کو دور کر دیا اور شرک کی پیٹھ پھیر دی۔ پھر بت سر کے بل گر پڑا۔ زید نے کہا: اے نجاشی میرے پاس بھی اسی قسم کی خبر ہے۔ میں اس رات گھر سے نکلا ابوقبیس پہاڑ پر آیا۔ میں نے ایک مرد دیکھا جو آسمان سے اترتا ہے جس کے دو سبز پر ہیں۔ وہ اس پہاڑ پر آ کر ٹھہر گیا پھر اس نے مکہ کی طرف رخ کیا۔ اس نے کہا شیطان ذلیل ہوا بت ختم ہو گئے۔ امن والے نبی پیدا ہو گئے پھر اس نے وہ کپڑا پھیلایا جو اس کے ساتھ تھا اور مشرق و مغرب میں وہ کپڑا بچھا دیا گیا۔ وہ کپڑا تمام روئے زمین کے لئے کافی ہو گیا اور ایسا نور چمکا قریب تھا کہ میری دید کو ختم کر دیتا جو میں نے دیکھا اس سے مجھ پر ڈر طاری ہوا وہ غیبی ہاتف تھرتھراتا ہوا کعبہ پر گر پڑا اور اس کا نور چمکا جس سے ملک عرب منور ہو گیا اور اس نے کہا زمین پاکیزہ ہو گئی اور اس نے اپنا پھل دیا اور اس نے ان بتوں کی طرف اشارہ کیا جو کعبہ پر تھے تو وہ سب گر گئے۔ نجاشی نے کہا جو

میں نے دیکھا بھی نہیں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں۔جس رات کا تم ذکر کرتے ہو میں اس رات اپنے قبہ میں علیحدگی میں سو رہا تھا اچانک زمین سے ایک گردن نکلی اور ایک سر نکلا۔ سر کہتا تھا فیل والے ہلاک ہوئے۔ابابیل پرندوں نے ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکیں ابرہہ زیادتی کرنے والا مجرم ختم ہو گیا۔نبی امی حرم کے اور مکہ کے رہنے والے پیدا ہو گئے۔جس نے آپ کی بات قبول کی نیک بخت ہوا اور جس نے آپ کی بات سے انکار کیا سرکش ہوا پھر وہ سر زمین میں داخل ہو کر غیب ہو گیا میں نے بات کا ارادہ کیا تو بول نہ سکا۔ کھڑے ہونا چاہا تو کھڑا نہ ہو سکا۔میرے پاس میری بیوی آئی میں نے اسے بتایا کہ میں نے حبشہ کی بادشاہی کا ارادہ ترک کیا تو اب زبان بھی درست ہو گئی اور پاؤں بھی۔

(خصائص کبریٰ ص130)

نمبر 4: تین دن کعبہ شریف کا کانپنا

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر تین دن کعبہ شریف کانپتا رہا اور کعبہ شریف سے آواز آتی رہی کہ اب مجھ پر نور کی برسات ہو گی اب میرے زیارت کرنے والے آئیں گے۔اب میں جاہلیت کی نجاستوں سے پاک ہو جاؤں گا۔(خصائص کبریٰ ج1 ص118)

نمبر 5: ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ:

مخزوم بن ہانی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رات جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

(خصائص کبریٰ ج1 ص128 البدایہ والنہایہ ص268)

(مواہب اللدنیہ ص121)

مُتوں کے میں قائم ہو گئے جب دینِ بَیضا کے
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

کسریٰ کا محل بہت مضبوط تھا جو بڑے پتھروں سے اور جس سے بنا تھا جس میں

کلہاڑے وغیرہ کام نہیں کر سکتے تھے جس کی بنا میں وہ بیس سال لگا رہا جب یہ عمارت شب ولادت پھٹی تو اس کی سخت ڈراونی آواز پیدا ہوئی۔ محل کا پھٹنا کسی خلل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ کریم نے چاہا کہ اس کا پھٹنا ایک نشانی ہو جو روئے زمین پر باقی رہے۔

نمبر 6: فارس کی آگ کا بجھنا

مخزوم بن ھانی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ رات آئی جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ فارس کی آگ بجھ گئی جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔

سَرِ فاران لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

علامہ حلبی نے کہا کہ فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ اس کے خدام اسے روشن کرتے تھے صاحب فارس نے لکھا کہ اس رات آگ کے تمام گھر بجھ گئے جن کو ہزار سال گزر چکا تھا کہ وہ نہیں بجھے تھے۔ اہل فارس کی آگ من جانب اللہ بجھائی گئی تا کہ ان کو غم ہو اور بڑی آزمائش ہو کیونکہ آگ ان کا معبود تھی جس کے ختم ہونے سے ان کو عظیم صدمہ ہوا۔

نمبر 7: بحیرہ طبریہ کے پانی کا خشک ہونا

بحیرہ طبریہ ملک شام میں ہے۔ امام زُرقانی نے کہا کہ اس کے اور صخرہ بیت المقدس کے درمیان اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے۔ بحیرہ کا طول دس میل ہے اور عرض چھ میل بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس دریا کا پانی خشک ہوا وہ بحیرہ طبریہ ہے۔ بعض نے کہا وہ بحیرہ ساوہ ہے۔ امام زُرقانی نے کہا یہ ہے کہ جس دریا کا پانی خشک ہوا وہ بحیرہ ساوہ ہے۔ دونوں کے پانی کا ختم ہونا ثابت ہے۔

البدایہ والنہایہ ص 268 پر ہے۔ مخزوم بن ہانی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ رات آئی جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا۔ اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کی آگ بجھ گئی جس کو ہزار سال گزر

چکا تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں بجھتی تھی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔

بحیرہ طبریہ بالکل خشک نہ ہوا کچھ پانی چلتا رہا بحیرہ ساوہ بالکل خشک ہو گیا۔ اس کی جگہ شہر ساوہ بنا دیا گیا جو ابھی تک باقی ہے جس نے یہ کہا کہ بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا اس کی مراد یہ ہے کہ اس میں ایسی کمی ہوئی جس قسم کی کمی عرصہ دراز میں نہیں ہوئی تھی یا اس کے خشک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ تو خشک ہو گیا پھر بارش والے چشموں کی مدد سے چل پڑا۔ (زرقانی ج1 ص 121)

نمبر 8: فارس کے چشموں کے پانی کا ختم ہونا

ان چشموں کا پانی اِس عظیم الشان نبی کے وجود اور آپ کے ظہور کی وجہ سے ختم ہوا۔

نمبر 9: آسمان کے اور جنت کے دروازے کھولنے کا حکم:

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب ہوا۔ اللہ کریم نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ تمام آسمانوں اور تمام بہشتوں کے دروازے کھول دو۔ (مواہب اللدنیہ ج1 ص 111 خصائص کبریٰ ج1 ص 117)

نمبر 10: ہر درخت کا میلاد والی رات بار آور ہونا اور خوف کا امن سے تبدیل ہونا

عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی ولادت والی رات ہر درخت کو اللہ نے حکم دیا کہ وہ بار آور ہو اور ہر خوف کو حکم دیا کہ وہ امن ہو جائے۔

(خصائص کبریٰ ج1 ص 117)

نمبر 11: ہر آسمان میں ستون کا قائم کرنا

حضرت عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت والی رات ہر آسمان میں دو قسم کے ستون قائم ہوئے ایک زبرجد کا دوسرا یاقوت کا ستون چمک رہا ہے۔ ولادت کی خوشی میں جو ستون قائم ہوئے وہ آسمان میں مشہور ہیں۔

اسراء والی رات آپ نے انہیں دیکھا۔ کہا گیا یہ وہ ستون ہیں، جو آپ کی ولادت کی خوشی میں لگائے گئے تھے۔

نمبر 12: تین جھنڈوں کا نصب ہونا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آمنہ نے فرمایا میں نے آپ کی ولادت والی رات تین جھنڈے دیکھے۔ ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ شریف کی پشت پر۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 112) (خصائص کبریٰ ج 1 ص 120)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ میں نے ریشم سندس کا ایک جھنڈا دیکھا جو یاقوت کی شاخ پر ہے جو آسمان وزمین کے درمیان میں لگایا گیا۔ اس جھنڈے کے سر سے نور چمکتا ہے جو آسمان تک پہنچتا ہے۔

(خصائص کبریٰ ج 1 ص 121 تا 122، حجۃ اللہ علی العالمین ص 226)

نمبر 13: سفید ریشمی چادر کا زمین وآسمان کے درمیان قائم کرنا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت آمنہ نے فرمایا کہ آپ کی ولادت والی رات میں نے سفید ریشم کی چادر دیکھی جو زمین وآسمان کے درمیان قائم کی گئی۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 119)

نمبر 14: سورج کو عظیم نور سے آراستہ کرنا اور ستر ہزار حور کا اس کے سر پر کھڑا ہونا:

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے کہ ولادت والی رات کے دن کو نور عظیم سے خوبصورت بنایا گیا اور اس کے سر پر ستر ہزار حوریں قائم کی گئیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا انتظار کرتی ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 118)

نمبر 15: نہر کوثر کے کنارہ پر کستوری کے درخت لگانا

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کی ولادت والی رات

نہر کوثر کے کنارے پر اذفر کستوری کے ستر ہزار درخت لگائے جن کے پھل جنتیوں کی دھونیاں ہوں گی۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا اک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر

....

مشیت تھی یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذر شہِ لولاک ہونا تھا

....

نئے سرے سے فلک نے آج بخت نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمین پر دائمی رنگ بہار آیا

....

اُدھر سطح فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمین کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے

....

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا
ادھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پے روتا تھا

....

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

نمبر 16: شیطان کو زنجیروں سے جکڑنا

خصائص کبریٰ ج 1 ص 116 میں عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے انہوں نے کہا شیطان پکڑا گیا۔ ستر زنجیروں سے جکڑا گیا اور سبز رنگ کے دریا کی تہ میں الٹا لٹکا دیا گیا

اور تمام شیطان اور سرکش جن باندھ دیئے گئے۔

علامہ ابن کثیر نے کہا شیطان چار مرتبہ رویا۔ نمبر 1 جب اسے ملعون بنایا گیا۔ نمبر 2 جب وہ جنت سے نکالا گیا اور جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور جب سورۃ فاتحہ اتاری گئی۔ (البدایہ والنہایہ ص 268)

نمبر 17: پہاڑوں اور دریاؤں کی خوشی

عمرو بن قتیبہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قریب ہوئی خوشی سے دنیا کے پہاڑ دراز ہو گئے۔ دریاؤں کا پانی بلند ہو گیا سما نہیں سکتا تھا دریائی جانوروں نے خوشیاں منائیں۔

(خصائص کبریٰ ص 117 ج 1)

فصل نمبر 10: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور خصوصیات

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ اپنے نفاس دردزہ کی بات بیان کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ جو حالت دوسری عورتوں کو ہوتی ہے وہ مجھے لاحق ہوئی۔ قوم کے کسی آدمی کو میرا پتا نہیں میں نے سخت دھماکہ سنا اور عظیم امر، مجھے اس سے ڈر لاحق ہوا۔ میں نے دیکھا سفید پرندہ کے پر نے میرے دل پر مسح کیا۔ ہر رعب اور ہر درد جو میں پاتی تھی وہ مجھ سے دور ہو گیا پھر میں نے توجہ کی تو میرے لئے خاص سفید رنگ کا شربت (دودھ) تھا۔ جب پیاسی تھی میں نے دودھ پی لیا تو میرے لئے بلند نور روشن ہوا پھر میں نے لمبے قد کی عورتیں دیکھیں۔ گویا کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہیں جو مجھے اشارہ کرتی تھیں۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 119)

میں اس بات سے تعجب کر رہی تھی اور اللہ سے دعا کر رہی تھی کہ انہوں نے مجھے کیسے جان لیا۔ انہوں نے کہا ہم آسیہ فرعون کی عورت اور مریم عمران کی بیٹی ہیں اور یہ حورعین ہیں۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 112)

اور اچانک کہنے والا کہتا ہے کہ آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے لے لو حضرت آمنہ نے فرمایا میں نے مرد دیکھے جو ہوا میں ٹھہرے ہوئے تھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک جماعت آ گئی جنہوں نے میرے حجرے کا احاطہ کر لیا۔ ان کی چونچ زمرد کی اور پر یاقوت کے ہیں۔ اللہ نے میری نگاہ سے پردہ اٹھایا کہ میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا حضرت آمنہ نے فرمایا کہ مجھ سے پسینہ کے قطرات ٹپک رہے تھے انار کے دانہ کی طرح جن کی خوشبو از فر کستوری سے زیادہ پاکیزہ تھی میں عورتوں کے کندھوں پر سہارا پکڑ رہی تھی اور ان کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی گویا کہ وہ ابتداہی سے گھر میں میرے ساتھ تھیں۔ کسی دوسری چیز کو میں نہیں دیکھتی تھی تو اس حال میں میں نے محمد کو جنا۔

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے

....

مُرادیں بھر کے دامن میں مُناجاتِ زبور آئی
سَحَر کی روشنی بڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی

....

نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت

نمبر 1:

ولادت کے وقت کے عجائبات

بوقت ولادت نوری ملائکہ حاضر ہوئے۔

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے کہ اللہ کریم نے ولادت مصطفیٰ کے وقت ملائکہ کو حاضری کا حکم دیا۔ ملائکہ اترے ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے تھے۔

(خصائص کبریٰ ج1 ص117)

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پُر کیف شہنائی
ہوئی فوج ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی

....

ندا آئی دریچے کھول دو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

....

یکا یک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ
نظر آیا معلّق عرش تک اک نور کا زینہ

....

خدا کی شان رحمت کے فرشتے صف بہ صف اترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے

....

سحابِ نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی و پستی پر

....

ہوا عرش معلیٰ سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری

....

مبارک ہو کہ دور راحت و آرام آ پہنچا
نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا

....

مبارک ہو کہ خاتم المرسلیں تشریف لائے ہیں
جناب رحمت للعالمیں تشریف لائے ہیں

....

امید انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

....

ندا ہاتف کی گونج اٹھی زمین و آسمانوں میں
خوشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں

....

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی

....

بہر سو نغمۂ صل علیٰ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

....

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تھی یہ آواز آتی تھی

....

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوعِ انسانی

نمبر 2: بوقت ولادت نور کا ظہور

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(خصائص کبریٰ ج1 ص114)

اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ "جب میرے صاحبزادہ کی ولادت ہوئی تو مشرق و مغرب آپ کے نور سے منور ہو گئے"۔

(البدایہ والنہایہ ص264، مواہب اللدنیہ ج1 ص115)

آپ کی خادمہ شفاء بنت عمرو بن عوف کا بیان عبدالرحمٰن بن عوف اپنی والدہ شفا بنت عمرو بن عوف سے روایت کرتے ہیں: شفا نے کہا جب آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھ پر جلوہ گر ہوئے تو آپ نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا استھل کا معنی رونے اور چیخنے بھی ہو سکتا ہے۔ شفاء نے کہا میں نے سنا کہ کہنے والا جواب میں کہتا ہے کہ اللہ کریم آپ پر رحم فرمائے آپ کا ربّ آپ پر رحم کرے۔ شفا نے کہا میرے لئے از مشرق تا مغرب تمام دنیا منور ہو گئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے۔

(البدایہ والنہایہ ص264 مواہب اللدنیہ ص119 خصائص کبریٰ ج1 ص117)

عثمان ابن ابی العاص کی والدہ کا بیان

عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میری والدہ نے مجھے بیان کیا کہ جب حضرت آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو میری والدہ آپ کی خدمت کے لئے ولادت والی رات وہیں تھیں۔ میری والدہ نے بیان کیا میں نے گھر میں نور ہی نور دیکھا۔ میں ستاروں کو دیکھتی جو قریب ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر جائیں گے جب میں نے آپ کو جنا تو آپ سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ کمرہ اور کمرہ کا صحن منور ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ ص 264، مواہب اللدنیہ ج 1 ص 116 خصائص کبریٰ ج 1 ص 113)

عمرو بن قتیبہ کا بیان:

عمرو بن قتیبہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے دنیا نور سے بھر گئی۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 48)

حضرت عکرمہ کا بیان:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کل روئے زمین نور سے منور ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 127)

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان:

آپ نے فرمایا کہ عبدالمطلب نے مجھے اس گھر میں داخل کیا جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 205)

آپ سے کستوری کی سی خوشبو مہکتی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا آپ خوش ہو کر مسکرائے اور آنکھیں کھولیں مجھے دیکھنے کے لئے دونوں آنکھوں سے بہت بڑا نور نکلا اور آسمان تک جا پہنچا یہ نظارہ میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا تو میں نے آپ کی پیشانی چومی۔

نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت والی رات جوریشم کا جھنڈا قائم کیا گیا اس کی اصل سے بھی نور چمکا جو آسمان تک پہنچا۔ (خصائص کبریٰ ص 122)

بوقت ولادت محبوب کے چہرہ کی شان

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ولادت کے بعد میں نے آپ کو دیکھا آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔ آپ کی خوشبو اذفر کستوری کی طرح مہکتی تھی۔ (مواہب اللدنیہ ص 115)

زمین سے قدرۃ الٰہیہ کے ساتھ پانی کا پیدا ہونا

پیارے آقا کے غسل کے لئے فرشتہ نے زمین پر پَر مارا تو دودھ سے زیادہ سفید پانی نکلا تو پیارے آقا کو تین مرتبہ اس پانی میں داخل کیا ہر مرتبہ جب فرشتہ آپ کو پانی سے نکالتا میں آپ کے چہرے کی روشنی ایسے دیکھتا جیسے کہ سورج چڑھ چکا اور آپ کے چہرہ کی چمک شام کے محلات پر پڑتی آپ کی چمک سورج کی چمک کی طرح پڑتی۔ یہ روایت عبداللہ ابن عباس نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات نور ہے کل روئے زمین آپ کے نور سے منور ہوگئی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص 226)

بوقت صبح ولادت میں حکمت:

وہ حکمت یہ ہے کہ یہ وقت ایسا ہے کہ تاریکی جارہی ہے روشنی آرہی ہے اندھیرا جا رہا ہے نور آرہا ہے۔ اس ساعت میں آنے والے نور ہیں' آپ کے جلوہ گر ہونے سے تاریکی ختم ہوگئی کفر ختم ہوا اسلام آگیا۔ باطل ختم ہوا حق آگیا یہ تو رباقی انوار سے کامل ہے کوئی مکہ کا رہائشی چاند سورج ستاروں کے نور میں بصریٰ کے محل نہیں دیکھ سکتا۔ اس نور کی روشنی میں شام کے شہروں کے محل دیکھے

گئے تمام انوار کہ اصل آپ کا نور ہے

مستنیر از تابش یک آفتاب　　　　عالمے واللہ اعلم بالصواب

ایک آفتاب کے نور سے سارا جہان چمک اٹھا۔

آفتاب خاتمیت جلوہ گر ہوا سورج کے نکلنے سے چانداور ستاروں کا نور ختم ہوگیا۔

نورِ حق از شرق بیمثلی بتافت　　　　عالمے از تابش او کام یافت

اللہ کا نورِ بے مثل مطلع سے ظاہر ہوا تمام جہان نے آپ کے نور سے فرمایا:

دفعۃً بر خاست اندر مدح او راز　　　　زبانہا شود لا مثل لہ

یکبارگی آپ کی تعریف میں زبانوں سے یہ کلمات نکلے کہ بے مثل ہستی جلوہ گر ہوئے۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست　　　　ہمہ نور ہا پرتو نور اوست

موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ سے کلام کیا۔ آپ نے فوق العرش اللہ سے کلام کیا آپ ہر نور کی اصل ہیں ہر نور آپ کے نور کا عکس ہے۔

حضرتِ آمنہ نے فرمایا جب آپ میرے شکم سے دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ سجدہ کر رہے تھے۔ آپ نے اپنی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھالی تھیں زاری کرنے والے گڑگڑانے والے کی طرح۔ (زُرقانی ج 1 ص 244)

علامہ ابن کثیر نے کہا آپ شکم مادر سے زمین کی طرف ہاتھوں کے سہارے رونق افروز ہوئے پھر آپ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف اپنا سر بلند فرمایا۔ بعض نے کہا آپ اپنے گھٹنوں کے بل عالم دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج 1 ص 26)

حضرت آمنہ نے فرمایا میں نے آپ کو دیکھا آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کی خوشبو اذفر کستوری کی طرح مہکتی تھی۔

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 115)

نمبر3: صاف ستھرا پیدا ہونا:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے آپ کو اس حال میں جنا کہ آپ صاف تھے۔ آپ پر کوئی آلائش نہیں تھی۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص 116)

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس حال میں جنا کہ آپ صاف تھے۔ آپ پر کوئی آلائش نہیں تھی۔

(مواہب اللدنیہ ج1 ص 117)

انسان العیون میں ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں پیدا ہوئے کہ سرمہ لگا ہوا تھا اور صاف تھے۔ آپ پر کوئی آلائش نہ تھی۔ (ج1 ص 86)

نمبر4: ختنہ شدہ پیدا ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ربّ کے نزدیک میری یہ شان ہے کہ میں اس حال میں پیدا ہوا کہ میرا ختنہ ہو چکا تھا اور کسی نے میرا ننگ غلیظ نہیں دیکھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص 76)

نمبر5: ناف بریدہ پیدا ہونا:

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

(انسان العیون ج1 ص 86)

نمبر6: تعظیم حبیب اور ابلیس سے حفاظت

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ابلیس نے کہا آج رات ایک لڑکا پیدا ہوا جو ہمارا کام خراب کرے گا۔ اس کے لشکر نے اسے کہا اگر آپ اس کی طرف جائیں اس کی عقل خراب کر دیں تو بہتر ہوگا وہ روانہ ہوا جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو اللہ کریم نے جبریل کو بھیجا تو جبریل علیہ السلام نے اسے پر مارا وہ عدن ملک میں جا گرا۔

نمبر 7: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل روئے زمین کا طواف کرانا

آپ کو مشرق اور مغرب یعنی کل روئے زمین کا طواف کرایا گیا اور انبیاء علیہم السلام کی پیدائش دکھائی گئی۔ حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سفید بادل دیکھا جو آیا اور میرے بیٹے کا احاطہ کیا تو میرا بیٹا مجھ سے غیب کر دیا گیا۔ میں نے پکارنے والے سے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زمین کے مشرق و مغرب کا طواف کرادو اور سمندروں میں بھی لے جانا تا کہ وہ آپ کے نام سے واقف ہوں اور آپ کی نعت اور صورت سے واقف ہوں اور وہ جان لیں کے سمندروں اور دریاؤں میں آپ کا نام ماحی ہے۔ آپ کے زمانہ میں شرک ذرہ بھر بھی نہیں رہے گا وہ بادل آپ کو جلدی واپس لایا۔ آپ ظاہر ہو گئے۔ آپ سفید اونی کپڑے میں درج تھے۔ آپ کے نیچے سبز رنگ کا ریشمی بستر تھا۔ آپ نے سفید آبدار موتی کی تین چابیوں پر قبضہ کیا تھا۔ کہنے والا کہتا ہے کہ آپ نے نصرت اور ہوا اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ فرمایا پھر دوسرا بادل آ گیا جن سے گھوڑوں کی آواز پروں کی آہٹ سنتی تھی۔ اس بادل نے آپ کا احاطہ کر لیا تو آپ مجھ سے غیب کر دیئے گئے اور میں نے پکارنے والے سے سنا کہ وہ پکار رہا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشرق و مغرب کا طواف کرادو اور جہاں انبیاء کرام پیدا ہوئے ان جگہوں کا طواف کرادو اور ہر روحانی جن انسان پرندے والے پر پیش کر دو۔

نمبر 8: پیارے آقا کا اخلاق انبیاء سے اتصاف

حضرت انس والی روایت چل رہی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صفائے آدم اور رقت نوح خُلت ابراہیم لسان اسماعیل، بشریٰ یعقوب جمال یوسف صوت داؤد مہر ایوب زہد یحییٰ کرم عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام عطا کردہ تمام انبیاء علیہ السلام کے اخلاق سے آپ کو متصف کر دو۔ پھر بادل آپ سے دور ہو گیا۔ اس وقت آپ نے تہ در تہ سبز رنگ کے ریشم کو پکڑا ہوا تھا۔ کہنے والا خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ساری دنیا پر

قبضہ کرلیا دنیا کی کوئی چیز باقی نہ رہی مگر آپ کی مٹھی میں آ گئی۔

نمبر 9: تین فرشتوں کا مہر نبوت لگانے والا کام

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے تین شخص دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا برتن ہے دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم ہے۔ تیسرے نے ریشم کو پھیلا دیا اس سے مہر نکالی جس پر ناظرین کی نگاہیں حیران ہوں۔ مہر کو چاندی والے برتن سے سات مرتبہ دھویا پھر دو کندھوں کے درمیان میں مہر لگا دی اور آپ کو ریشم میں لپیٹا پھر ایک ساعت اپنے پروں میں داخل کیا پھر میرے بیٹے کو میرے سپرد کر دیا۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص 115)

نمبر 10: کعبہ شریف کا سجدہ تعظیمی:

عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے منت مانی تھی وہ منت کی چیز کعبہ شریف کی طرف اٹھا کر لے گئے اور آپ کی ولادت والی رات میں کعبہ شریف میں تھا اچانک میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم میں سربسجود ہے پھر وہ اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹا اور فصیح زبان سے اللہ اکبر کہا۔ (معارج النبوۃ ج ۱ ص 50)

حضرت عبدالمطلب کا معمول تھا کہ صبح کے وقت کعبہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی دعا کیا کرتے تھے۔

نمبر 11: بشارت

عبدالمطلب کو تین دن زیارت کی باری نہ ملی۔ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ پیارے آقا کی جب ولادت ہوئی آپ کی والدہ نے آپ کے دادا کو ولادت کا پیغام بھیجا۔ آپ اس وقت کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ بشارت سن کر حضرت عبدالمطلب حضرت آمنہ کے گھر آئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت آمنہ نے ہلکی آواز سے جواب دیا عبدالمطلب نے کہا دروازہ کھول دو حضرت آمنہ نے جلدی سے دروازہ کھولا

جب عبدالمطلب گھر میں داخل ہوئے اور آمنہ کی پیشانی دیکھی نور نہ پایا کہا: اے آمنہ تیری پیشانی کا نور کہاں ہے؟ حضرت آمنہ نے جواب دیا بیٹا پیدا ہو گیا۔ ان کی ولادت کے وقت مجھ سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے شہر بصریٰ کے محل میرے لئے روشن ہو گئے۔ عبدالمطلب نے کہا تیری بات پر یقین نہیں آتا۔ اس لئے کہ میں نے تم میں حمل کا کوئی اثر نہ دیکھا۔ حضرت آمنہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے سچ کہا عبدالمطلب نے کہا بیٹا لاؤ میں اسے دیکھوں حضرت آمنہ نے فرمایا: آپ اسے ہرگز نہیں دیکھ سکتے میرے پاس ایک شخص سبز زمرد کا تھال لایا۔ اس نے میرے بیٹے کو اس تھال میں غسل دیا اور اس نے کہا تین دن تک اپنا بیٹا کسی کو نہ دکھانا۔ عبدالمطلبؓ نے تلوار نکالی اور کہا بیٹا دکھاؤ ورنہ تمہیں ہلاک کر دوں گا۔ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ فلاں حجرہ میں سفید اون کے کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں وہاں جا کر زیارت کرلو، جب عبدالمطلب اس حجرے کے قریب گئے تو ہیبت ناک شخص ظاہر ہوا۔ اس نے تلوار نکالی اور کہا واپس ہو جاؤ جب تک فرشتے آپ کی زیارت نہ کرلیں کوئی انسان آپ کی زیارت نہیں کر سکتا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے اس سے یہ بات سنی تو آپ کا جسم کانپ اٹھا۔ ہاتھ سے تلوار گر گئی جب گھر سے نکلے تو قریش کو یہ قصہ سنانا چاہا تو سات دن تک زبان بند ہو گئی۔ (معارج النبوۃ ج6 ص 51)

دس دن کے بعد عبدالمطلب

نمبر 12: آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اور طواف کعبہ

نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی
انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادی

....

اٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو
دکھانے لے چلا حق کا مقام صدر پوتے کو

شجر رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر

....

نظر میں آج دنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی
کہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی

....

طواف کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلہ عالم
کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم

....

یہی کعبہ بلائیں لے رہا تھا گرد پھر پھر کے
ہو اللہ احد کہتے تھے بت سجدے میں گر گر کے

نمبر 13: طواف کعبہ کے بعد عبدالمطلب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر لاتے ہیں

امانت آمنہ کی آمنہ کے گھر میں پہنچا دی
غلاموں لونڈیوں نے اس خوشی میں پائی آزادی

....

بشارت کے مطابق آمنہ نے نام بتلایا
فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمد ہے ترا جایا

....

کہا دادا نے اے بیٹی مرا پوتا محمد ہے
کہ دنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ و امجد ہے

نمبر 14: پیدا ہوتے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کلام:

حافظ الحدیث ابوالفضل علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ واقدی میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کلام پیدا ہوتے جو کیا وہ یہ ہے اللہ اکبر کبیرًا اللہ بہت بڑا ہے۔ الحمد للہ کثیرًا اللہ کی بے شمار تعریف ہے۔ سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا صبح وشام اللہ کی ہر عیب سے پاکیزگی ہے۔

نمبر 15: کعبہ شریف کا شکر:

عمرو بن قتیبہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لوگوں نے کعبہ شریف سے آواز سنی جبکہ کعبہ شریف کہتا تھا کہ اب مجھ پر نور برسے گا اب میرے زیارت کرنے والے آئیں گے۔ اب میں جہالت کی ناپاکیوں سے پاک ہو جاؤں گا۔ اے عزیٰ اب تو ہلاک ہو گیا۔ (خصائص کبریٰ ج1 ص118)

نمبر 10: دیگ کا پھٹ جانا

ابوالحکم تنوخی سے روایت ہے کہ قریش کا جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا وہ بچہ صبح تک قریش کی عورتوں کو دیتے وہ بچہ کے اوپر دیگ بطور حفاظت رکھ دیتیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کیا۔ عورتوں نے آپ کو دیگ کے ساتھ ڈھانپ دیا۔

صبح کے وقت عورتیں آئیں۔ دیگ کو دیکھا دو ٹکڑے ہو چکی تھی اور آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کی دونوں آنکھیں کھلی ہیں اور آپ آسمان کی طرف نگاہ کی ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں۔ عورتوں کے پاس عبدالمطلب آئے۔ عورتوں نے آپ کو کہا کہ ہم نے آپ کے بیٹے جیسا کسی کا بیٹا نہیں دیکھا۔ دیگ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا ان کی حفاظت کرو میں امید کرتا ہوں کہ ان کی شان ہو گی یا وہ کسی بہتری تک پہنچیں گے۔ جب آپ کی ولادت کو ساتواں دن ہوا آپ

کا عقیقہ کیا جانور ذبح کیا۔ طعام کے لئے قریش کو بلایا۔ جب قریشی روٹی کھا چکے تو انہوں نے کہا جس بیٹے کے لئے آپ نے ہماری عزت کی اس کا نام کیا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ قریش نے کہا کہ آپ نے انوکھا نام رکھ دیا گھر والوں سے کسی کا ایسا نام نہیں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ محمد کا معنی ہے جس کی بار بار تعریف ہو جس کی بے شمار تعریف ہو میں چاہتا ہوں کہ آسمانوں میں اللہ اس کی تعریف کرے اور زمین میں اس کی مخلوق آپ کی تعریف کرے۔ (البدایہ والنہایہ ج 1 ص 266)

بعض علماء نے کہا عبدالمطلب اور حضرت آمنہ کے دل میں اللہ کریم نے یہ بات ڈال دی کہ آپ کا نام محمد رکھا جائے کیونکہ محمد وہ ہے جس میں صفاتِ حمیدہ ہوں تا کہ نام اور کام مل جائیں اور نام اور نام والا صورت اور حقیقت میں ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں۔ اللہ کریم نے اپنے نام سے محبوب کا نام نکالا تا کہ آپ کو شان عطا کرے۔ عرش والا محمود ہے اور یہ محمد جلوہ گر ہیں۔

نمبر 17: آپ کا گہوارہ فرشتوں کی تحریک سے چلتا تھا:

خصائص کبریٰ ج 1 ص 134 پر ہے۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ کا مہد مبارک کو ملائکہ کرام چلایا کرتے تھے۔

نمبر 18: چاند سے باتیں

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا آپ کے دین میں داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ میں نے آپ کی نبوت کی ایک علامت دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ مہد میں چاند سے باتیں کرتے تھے اور اس کی طرف آپ اپنی انگشت سے اشارہ کرتے تھے جس طرف آپ اشارہ کرتے ہیں چاند اسی طرف جھک جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے مصروف کرتا تھا اور جب وہ تحت العرش سجدہ کرتا ہے میں اس کی آہٹ سنتا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج 1 ص 266)

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور سوموار کے دن پیدا ہوئے ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ایک (دیہاتی آدمی نے ہا پیارے آقا آپ سوموار کے روزہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور قرآن پاک اسی دن میں مجھ پر اترا)

(مسلم شریف ص368)

فیل والے واقعہ سے پچاس دن گزر چکے تھے کہ آپ بروز سوموار 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص230)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص 261) اور ربیع الاول میں پیدا ہونا ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول میں سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ تاریخ 12 تھی ابن اسحاق نے اسی پر نص کی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص260)

مقصد نمبر 3:

ذکر میلاد سے تعلق رکھنے والی شریف بحثیں

مقصد نمبر 3 میں آٹھ فصلیں ہیں:

فصل نمبر 1:

پیارے آقا کی ولادت کی خوشی کے جواز پر دلائل

جاننا چاہئے کہ اللہ کی نعمتیں بہت ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا سب سے بڑی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا: (الذین بدلوا نعمت اللہ کفرًا) آیت نعمت کے تبدیل کرنے والے کفار قریش ہیں اور اللہ کی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نعمت پر شکر اور خوشی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''محبوب آپ فرما دیں کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ضرور خوشی مناؤ تمہارا خوشی منانے والا اجتماع بہترین اجتماع ہے) معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل و رحمت پر خوشی منانا واجب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں جیسا کہ اللہ کریم نے فرمایا ہم نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی ولادت پر خوشی واجب ہے۔ خوشی کا اظہار اللہ کی سنت ہے۔

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی کا اظہار اللہ کریم کی سنت ہے

دلائل گزر چکے کہ اللہ کریم نے محبوب کی ولادت کے لئے آسمان جنت عرش و کرسی

کو آراستہ فرمایا۔ آسمان میں ستون قائم فرمائے اور کعبہ شریف پر مشرق مغرب میں جھنڈے لگائے اور ملائکہ کرام کو تعظیم کے لئے بھیجا اور روئے زمین کو ولادت والی رات منور فرمادیا۔ اس سال دنیا کی عورتوں کو بیٹے دیئے۔

محفل میلاد کے منعقد کرنے کا مقصد

ان مجالس کے منعقد کرنے کا مقصد محبوب کی یاد اور محبوب کے فضائل کا ذکر کرنا ہے وہ ذکر مصطفیٰ بے قید ہے۔ ولادت کے واقعات بیان ہوں یا عام فضائل بیان ہوں ذکر حبیب اللہ کی سنت ہے کیونکہ سارا قرآن آپ کے ذکر سے بھرپور ہے تو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عادت سے متصف ہونا ہے اور یہ شرعاً مطلوب ہے۔ (حدیث پاک تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ کی عادات کو اپناؤ)

ذکر حبیب کے دو حال

آپ کا ذکر انفرادی طور پر ہوگا یا اجتماعی طور پر ہوگا۔ ذکر رسول دونوں طرح اللہ کی سنت ہے اور دارین کی کامیابی کا موجب ہے۔ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر کائنات کی تخلیق کا مقصد ہے۔ ذکر رسول آپ کی محبت کی دلیل ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا جس نے کسی چیز سے محبت کی اس نے اسی چیز کا ذکر زیادہ کیا اور آپ کی محبت کا ثواب آخرت میں آپ کا ساتھ ہے جیسے کہ آپ کی حدیث المرء من احب ہے۔ آخرت میں مرد اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔

ذکر نعمت فلاح دارین کا مواجب ہے

ارشاد باری ہے: فاذکروا اٰلاء اللہ لعلکم تفلحون (اعراف:۶۹)
تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نعمتوں کا مصدر ہیں تو نعمتوں کی اصل کی یاد بطریق اولیٰ فلاح دارین کا موجب ہوگی۔

محفل میلاد منعقد کرنے کا مقصد

ذکر خلقت اور ذکر ولادت ہے

ذکر خلقت نور ذکر ولادت طیبہ طاہرہ سنت رسول ہے جیسا کہ مفصل گزرا حدیث نمبر 1 ''میں اللہ کا نور ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے''

نمبر 2: اے جابر اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

نمبر 3: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

طعام کھلانا

طعام کھلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 237) پر ہے کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے نبوت کے بعد اپنی ذات سے بکری ذبح فرمائی۔ یہ جانور عقیقہ کا نہیں ہے کیونکہ عقیقہ عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں دن کر دیا تھا۔ عقیقہ دوسری مرتبہ نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ یہ جانور اس بات پر اظہار شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا اور امت کے لئے قانون سازی ہے جیسے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر درود پڑھتے تھے قانون سازی کے لئے تو آپ کی ولادت پر شکریہ ہمارے لئے مستحب ہے۔ مجلس منعقد کرنا بھی عملی شکریہ ہے۔ طعام کھلانا اور ان کے علاوہ اور عبادات اور خوشیوں کا اظہار بھی عملی شکریہ ہے۔ اللہ نے ہمارے لئے جائز کیا کہ ہم اس کی بڑی نعمت پر سوموار کا روزہ رکھ کر عملی شکریہ کریں اور اس نص سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے کہ اس دن میں تمام عبادات مستحب ہیں۔ پیارے آقا کے میلاد کا مقصد یہی ہے۔

فصل نمبر 2:

آپ کی ولادت پر خوشی منانے کی برکت اور فوائد

فائدہ نمبر 1:

آپ کی ولادت پر خوشی کرے گا اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی اگرچہ خوشی کرنے والا کافر ہو۔

بخاری شریف ص 764 پر ہے۔

"عروہ نے کہا ثویبہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ہے۔ ابولہب نے اسے آزاد کیا تھا ثویبہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب فوت ہوا اسے اس کے بعض گھر والوں نے برے حال میں دیکھا (یعنی حضرت عباس) حضرت عباس نے فرمایا کیسا بدلہ ملا ابولہب نے جواب دیا تمہارے بعد کوئی بہتری نہیں پائی ہاں میری وہ انگلی جس کے اشارہ سے میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس سے مجھے کوئی چیز پلائی جاتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے کہا کہ سہیلی نے ذکر کیا خواب میں دیکھنے والے اس کے بھائی عباس ہیں۔ یہ خواب انہوں نے ابولہب کی وفات سے ایک سال بعد دیکھا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد ابولہب نے حضرت عباس کو کہا کہ جب سوموار کا دن آتا ہے۔ میرے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ جب ابولہب کو ثویبہ نے ان کے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خبر دی اس لونڈی کو ابولہب نے بشارت دیتے ہی آزاد کر دیا تو اس وجہ سے اسے بدلہ ملا۔ (البدایہ والنہایہ ج 1 ص 273)

جب کافر ابولہب جس کی برائی میں قرآن اترا کو میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی کا یہ بدلہ دیا جاتا ہے تو وہ موحد مسلمان جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہو وہ

آپ کی ولادت کی خبر کا نشر کرے اور آپ کی محبت میں جو اس سے ہو سکتا ہے خرچ کرے اس کا کیا حال ہوگا۔ مجھے میری زندگی کی قسم اللہ کریم سے اس کی جزا یہ ہو سکتی ہے کہ اسے اپنے فضل سے جنات نعیم میں داخل فرمادے۔

امام قسطلانی کا بیان

اہل اسلام ہمیشہ آپ کی ولادت والے مہینہ میں انتظام کرتے ہیں اور طعام کا کام کرتے رہے اور اس کی رات میں مختلف قسم کے صدقات کرتے رہے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے اور زیادہ نیکیاں کرتے رہے اور آپ کے میلاد پڑھنے کی بڑی شان سمجھتے رہے اور ان پر آپ کی برکات سے ہر عام ہونے والا فضل ظاہر ہوتا رہا۔ میلاد کے خواص سے جو بات تجربہ میں آئی وہ یہ ہے کہ آپ کا میلاد منانا اس سال امان ہے اور مقصد پانے میں جلد ملنے والے خوشخبری ہے اللہ کریم اس مرد پر مہربانی کرے جس نے آپ کی ولادت والے مہینے کو عید بنایا۔

تنبیہ

ہمارے علماء کرام کی تصریحات کہ عمل مولد بدعۃ حسنہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صدقات کرنا زینت و سرور کا اظہار یہ اچھی بدعت ہے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ذکر میلاد بدعت ہے۔ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر امت کا اتفاق ہے اور عمل مولد اور لوگوں کا اس کے لئے اجتماع مستحب ہے۔ (انسان العیون ج ۱ ص 137)

فصل نمبر3:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر اللہ کی سنت ہے

نص نمبر1:

پارہ نمبر 3 آخری رکوع اللہ تعالیٰ نے فرمایا''اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا کہ میں تمہیں کتاب وحکمت دے دوں پھر تمہارے پاس بڑی شان والے رسول آئے تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ یہ ارواح انبیاء کا اجتماع ہے اور اس اجتماع میں متکلم اللہ ہے۔ اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر فرمایا اور یہ حقیقت بے نقاب کی کہ وہ تمہارے نبی اور رسول ہیں۔

نص نمبر2:

ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان اور اپنی امت کے ان لوگوں کو جوان کا زمانہ پائیں حکم کردو کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ (خصائص کبریٰ ج1 ص19)

نص نمبر3:

عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مجلس منعقد فرمائی اور اپنی امت کو محبوب کی آمد کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عیسیٰ نے اپنی امت کو عظیم الشان رسول کے آنے کی بشارت کی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جن کا نام نامی اسمِ گرامی محمد ہوگا۔

نص نمبر 4:

(حجۃ اللہ علی العالمین 30) حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جس شخص نے دنیا سے رحلت کے بعد میری ملاقات کی اور وہ میرے حبیب احمد مجتبیٰ کا انکار کرتا ہے میں اسے جہنم کی آگ میں داخل کروں گا۔ (خصائص کبریٰ ص33)

نص نمبر 5:

شعبی سے روایت ہے انہوں نے کہا: اللہ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں آپ کی اولاد سے بادشاہ اور نبی بھیجوں گا یہاں تک کہ حرم یمنی رہنے والے نبی بھیجوں گا جن کی امت بیت المقدس کا ڈھانچہ بنائے گی اور وہ آخری نبی ہیں۔ ان کا اسم گرامی احمد ہے۔ (خصائص کبریٰ ج1 ص25)

نص نمبر 6:

شعبی سے روایت ہے کہ ابراہیم کے ایک صحیفہ میں ہے کہ آپ کی اولاد میں بہت قسمیں اور قومیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ نبی امی تشریف لائیں گے جو آخری نبی ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص 24)

فصل نمبر 4:

انبیاء کے اجتماع میں اپنا ذکر رسول اللہ کی سنت ہے

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے ساتھ اپنا ذکر کیا۔

نص نمبر 1:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لئے نکالی گئی اور میری امت کو درمیانی امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا اور میرا شرح صدر فرمایا اور میرے اس کام کو جو امت کے لئے غیر مستحب ہے مستحب بنایا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور وجود کی ابتداء میرے ساتھ فرمائی اور نبوت کو مجھ پر ختم کر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فاتح اور خاتم کے ساتھ وہ تم پر فضیلت پا گئے۔

نص نمبر 2:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے گویا کہ انہوں نے آپ کے حسب ونسب میں کوئی طعن والی بات سنی۔ وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی آپ منبر پر کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا میں کون ہوں صحابہ کرام نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ ابن عبدالمطلب

ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی مجھے بہترین مخلوق میں رکھا پھر ان کے گروہ بنائے اور مجھے بہترین گروہ میں رکھا پھر ان کے قبیلے بنائے مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر ان کے گھر بنائے مجھے بہترین گھر میں بنایا تو میں اپنے خاندان کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں اور گھر کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں یعنی میرا خاندان اور گھر سب سے بہتر ہے۔

(مشکوۃ شریف ج2 ص513)

فصل نمبر 5

ذکر رسول صحابہ کرام کی سنت ہے

نص نمبر 1:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کریم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کرام پر اور آسمان والوں پر فضیلت دی۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان والوں پر اللہ نے آپ کو یہ فضیلت دی کہ ان کے لئے فرمایا کہ ان سے جو بھی کہے گا کہ میں معبود ہوں اسے ہم جہنم بدلہ دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو روشن کامیابی عطا کی۔ اللہ کریم آپ کو پاکیزہ بنائے صحابہ کرام نے کہا آپ کی انبیاء کرام پر کیا فضیلت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کریم نے فرمایا کہ ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجا تاکہ وہ اپنی قوم کے لئے بیان کرے اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا۔ اللہ نے آپ کو جنوں کی طرف بھی بھیجا۔

نص نمبر 2:

حضرت عطا بن یسار سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں جو صفت ہے مجھے بتائیے۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم آپ کی تورات میں بعض وہ صفات ہیں جو قرآن میں ہیں تورات میں آپ کی صفت ہے کہ ہم نے اے نبی آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا ڈرانے والا امت کا محافظ بنا کر بھیجا۔ آپ میرے عبد اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا آپ سخت مزاج اور تند خو نہیں ہیں بازاروں

میں پھرنے والے نہیں ہیں، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن معاف کر دیتے اور بخش دیتے ہیں اور اللہ کریم آپ کو اپنی طرف نہیں بلائے گا، جب تک ضعیف ملت کو قائم نہیں فرمائے گا امت لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلے اور اس ملت کے ساتھ نہ دیکھنے والی آنکھوں کو کھول دے گا اور نہ سننے والے کانوں کو اور حجاب والے دلوں کو کھول دے گا۔

(خصائص کبریٰ ص26)

فصل نمبر 6:

نام نامی اسم گرامی محمد اور احمد کے برکات وفضائل

حدیث نمبر 1:

انسان العیون ج 1 ص 135 پر ہے: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت وجلال کی قسم جو آپ کے نام کے ساتھ اپنا نام رکھے گا میں اسے آگ میں عذاب نہیں دوں گا۔

حدیث نمبر 2:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میدان محشر میں اللہ کی بارگاہ میں دو بندے کھڑے کیے جائیں گے۔ ایک کا نام احمد ہوگا دوسرے کا نام محمد ہوگا ان کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا وہ دونوں کہیں گے ہم جنت کے لائق کیسے ہو گئے ہم نے ایسا عمل نہیں کیا جس کے ساتھ تو ہمیں جنت کا بدلہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے اپنی ذات پر قسم فرمائی کہ جس کا نام احمد ہو وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث نمبر 3:

آپ نے فرمایا جس کے بیٹا پیدا ہوا اس نے اس کا نام محمد رکھا میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے وہ آدمی اور اس کا بیٹا جنت میں ہوں گے۔ (انسان العیون ص 135)

حدیث نمبر 4:

عطاء بن یسار سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس بچے کا نام جبکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہو محمد رکھ دیا جائے وہ نر ہی ہوگا۔ (انسان العیون ج1 ص135)

حدیث نمبر 5:

حضرت وہب سے روایت ہے انہوں نے کہا: بنی اسرائیل میں ایک مرد تھا جس نے دو سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی پھر وہ مر گیا لوگوں نے اسے لیا اور روڑی پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی آپ روانہ ہوں اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ربّ! بنی اسرائیل نے گواہی دی کہ اس نے دو سو سال تیری نافرمانی کی۔ اللہ نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ بات اسی طرح ہے مگر اس نے جب بھی تورات کھولی اور اسم محمد کی طرف دیکھا اسے بوسہ دیا اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور آپ کی ذات پر درود پڑھا۔ میں نے اس کے اس عمل کا اسے بدلہ دیا کہ اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔

درس اے محبوب جب آپ کا مثل زمانہ میں نہیں پایا جاتا اللہ کے لئے مخلوق کی دستگیری فرمائیں۔

- وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

....

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

....

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

فصل نمبر 7:

ذکر ولادت ہوتے ہوئے قیام کرنا

محبوب کا ذکر میلاد ہو رہا ہو اور قیام کیا جائے یہ انتہائی تعظیم رسول ہے۔ اس پر قرآن شاہد ہے۔

نص نمبر 1:

وتعزروہ وتوقروہ (۹:۴۸) پیارے محبوب کی عزت وتوقیر کرو عزت وتوقیر مامور ہے اور قیام میں عزت پائی جاتی ہے۔ اللہ کریم نے کوئی قید نہیں لگائی لہٰذا ہر حال میں تعظیم ہونی چاہئے۔ تعظیم جس وقت کرو جس جگہ کرو جس حال میں کرو قیام کی حالت میں بیٹھنے کی حالت میں ہر حال میں شرعاً مطلوب ہے تعظیم رسول شعائر اللہ سے ہے۔

نص نمبر 2:

جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے حج کے لئے قربانی کے لئے جانور کا موٹا اور خوبصورت قیمتی لینا جانور کی تعظیم ہے۔ قیام عند ذکر ولادت میں انتہائی تعظیم ہے یہ تعظیم تقویٰ کی علامت ہے۔

نص نمبر 3:

ایمان والے جس کام کو خوبصورت دیکھیں وہ کام اچھا ہے۔

اجماع امت

امت کا اتفاق ہے کہ عمل مولد اچھا کام ہے قرون اولیٰ میں انتظامات کی کثرت

نہیں تھی لوگوں کے اجتماع کی کثرت بھی نہیں تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 236)

امام سیوطی نے فرمایا اصل عمل مولد جو کہ لوگوں کا جمع ہونا ہے اور جو کہ اس کے قرآن کا پڑھنا ہے اور ان احادیث کا نقل کرنا ہے جو آپ کی ولادت کے وقت ظہور پذیر ہوئے پھر کھانے کا انتظام کہ حاضر ہونے والے کھائیں اور اس کے بعد کوئی ناجائز کام نہ کریں یہ ایسا نیا نیک کام ہے کہ جس پر کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس کام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی تعظیم ہے اور خوشی کا اظہار ہے اور آپ کی ولادت کی خوشی منانا ہے۔ طعام پکانا دوسروں کو کھلانا ورجات سے ہے جب میلاد پاک کی خوشی ساتھ شامل ہو جائے تو رب کا انتہائی قرب حاصل ہوگا۔ شیخ اسماعیل حقی فرماتے ہیں

و یستحب لنا اظهار الشکر مولده علیه السلام

(روح البیان ج 9 ص 56)

آپ کی ولادت کے لئے اظہار شکر ہمارے لئے مستحب ہے

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں

الاجتماع لماع قصة صاحب المعجزات من اعظم القربات

(جواہر البحار ص 340)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

آپ کی محبت میں ہر سچے آدمی کے لئے مناسب ہے کہ وہ آپ کی ماہ ولادت میں خوشی منائے اور اس ماہ میں آپ کی ولادت کو صحیح حدیثیں پڑھنے کے لئے مجلس منعقد کرے قریب ہے کہ وہ آپ کی شفاعت کے ساتھ سابقین بزرگوں کے ساتھ داخل ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جس جسم میں سرایت کر گئی وہ جسم بوسیدہ نہیں ہوگا۔ نیکوں کو آپ کی محبت کی وجہ سے اغیار میں شفاعت کی قبولیت نصیب ہوتی ہے تو میلاد کا عمل میلاد کرنے والے کی سفارش کرے گا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میلاد کرنے والے کی شفاعت فرمائیں گے۔ اگرچہ میلاد کرنے کی محبت کا مرتبہ نیکوکار کی جو محبت نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم سے ہے اس سے کم ہے۔ اس کا مصداق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ مرد اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس مرد پر مہربانی فرمائے جس نے آپ کی میلاد کی راتوں کو عید بنایا جاننا چاہئے کہ نہیات اور منکرات سے پرہیز واجب ہے۔ میلاد شریف کے عمل کو گانے اور آلات لعو سے پاک کرنا ضروری ہے۔ حرام کے عمل مولد میں ملنے سے عمل مولد بدعۃ مذمومہ قرار پائے گا جن علماء کرام نے عمل مولد کی بدعت مذموم قرار دیا ان کا یہی مطلب ہے کہ اگر عمل مولد میں گناہ معاصی اور آلات لہو مل جائیں گے تو وہ ان وجوہ کی بنا پر حرام ہو جائے گا۔

معلوم ہوا اصل مولد بہت بڑی عبادت ہے جب عبادت میں کوئی مفسد پایا جائے گا عبادت ختم ہو جائے گی۔ (انسان العیون ص 137 پر ہے)

ابن حجر نے عمل مولد کی اصل حدیث پاک سے نکالی اسی طرح علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر نے امام سیوطی نے فاکہانی مالکی کے اس عقیدہ کا رد کیا کہ عمل مولد بدعت مذموم ہے۔

وہ تمام حدیثیں بیان ہو چکیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلقت کا حال اپنی ولادت کا حال صحابہ کرام کے سامنے بیان کیا لہٰذا میلاد شریف کا بیان کرنا پیارے آقا کی سنت ہے۔ فاکہانی مالکی کی بات بالکل غلط ہے۔ اللہ کریم پیارے آقا کی محبت عطا کرے۔ (مقصد نمبر 3 مکمل ہوا)

مقصد نمبر 4:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اور اصول کے امت موحد اور ناجی ہونے پر دلائل اس مقصد میں 4 فصل ہیں۔

نسب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ابن عبداللہ

☆ ابن عبدالمطلب

☆ ابن ہاشم

☆ ابن عبدمناف ☆ ابن قصی ☆ ابن کلاب ☆ ابن مرۃ

☆ ابن کعب ☆ ابن لوی ☆ ابن غالب ☆ ابن فہر

☆ ابن مالک ☆ ابن نضر ☆ ابن کنانہ ☆ ابن خذیمہ

☆ ابن مدرکہ ☆ ابن الیاس ☆ ابن مضر ☆ابن نزار ☆ابن معد

اس پاکیزہ سلسلہ کا ایمان قرآن پاک سے ثابت ہے

جاننا چاہئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ کرام مرتبہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ بزرگ اور افضل ہیں۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ، وعز برہانہ نے اس سلسلہ کو کفر اور شرک اور گناہوں کی میل سے پاکیزہ فرمایا یہ سلسلہ مکمل اول سے آخر تک اللہ کریم کا محبوب ہے۔ اس سلسلہ کا شرف نص سے ثابت ہے۔

نص نمبر 1:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: لقد جاء کم رسول من انفسکم (۹:۱۲۸) امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ص 521 پر فرمایا میرے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کی تشریف آوری ایسے سلسلہ سے ہوئی جو تم سے زیادہ بزرگ اور زیادہ فضل والا سلسلہ ہے اور کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت ہے:

شیخ صاوی نے لکھا: وقرآمن انفسکم بفتح الفاء من النفاسة والمعنی جاء کم رسول من اشرفکم ولا رفعکم قدرًا

(صاوی ص 150)

انفس کی زبر سے بھی پڑھا گیا جس کا مصدر نفاست ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے پاس جو عظیم الشان رسول جلوہ گر ہوئے وہ ان سے ہیں جو مرتبہ میں تم سے زیادہ

تمہارے پاس جو عظیم الشان رسول جلوہ گر ہوئے وہ ان سے ہیں جو مرتبہ میں تم سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں چونکہ نص مطلق ہے لہٰذا اس سلسلہ کی شرافت اور رفعت شان ہر طرح ثابت ہوگی ان کی ذات بھی اعلیٰ ان کے صفات بھی اعلیٰ محقق آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں ان کی ہر طرح کی رفعت شان پر نص کیا۔ انہوں نے کہا: ای اشرفکم فی کل شیء کہ اس سلسلہ کی شان یہ ہے کہ یہ سلسلہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی بلند شان والا ہے صفات کے اعتبار سے بھی بلند شان رکھتا ہے۔ (روح المعانی ص 57)

جب اس سلسلہ کا مطلق شرف ثابت ہو گیا۔ ان کا ایمان ثابت ہو گیا۔

نمبر نص 2:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

ساجدین سے مراد مومنین ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ پیارے محبوب جب آپ رسالت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ آپ کو دیکھتا ہے اور مومنوں کے درمیان آپ کا چلنا پھرنا یا تبلیغ کے لئے ان کے ساتھ ہونے کو اللہ دیکھتا ہے۔ ساجدین سے مومن مراد لینا ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے مگر معنی مذکورہ خفا سے خالی نہیں اور ابن جبیر سے ہے کہ ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں معنی یہ ہے کہ اللہ کریم آپ کے منتقل ہونے کو دیکھتا ہے جیسے کہ وہ تبلیغ کے لئے دوسرے انبیاء کرام کو دیکھتا ہے کہ وہ تبلیغ کے لئے چلتے ہیں اور یہ معنی ایسا ہے جیسے کہ تم دیکھتے ہو اور ساجدین کی تفسیر انبیاء کرام کے ساتھ یہ نقل ایک جماعت سے ہے ان سے امام طبرانی اور بزار اور ابونعیم ہیں۔ انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس نے تقلب کا معنی انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں آپ کا منتقل ہونے کا کیا ہے کہ وہ آپ کے اصلاب انبیاء میں منتقل ہونے کو دیکھتا ہے جیسے کہ انبیاء کرام کے چلنے پھرنے کو دیکھتا ہے جو چلنا تبلیغ کے لئے ہے۔ اللہ کریم آپ کے منتقل ہونے کو دیکھتا ہے جب سے آپ چلے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ نے جنا تقلب کا معنی منتقل ہونا ہوا اس وقت ساجدین سے مومن مراد لینا جائز ہے یعنی

تقلب کا معنی تنقل کرنے پر انبیاء والا ارادہ بھی درست ہے۔

مومن مراد لینا بھی درست ہے اس آیت سے ابوین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پر بھی استدلال کیا گیا۔ امت اہل سنت سے کثیر اسی طرف گئے۔

شیخ احمد صاوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمراد بالساجدين المومنين والمعنى يراك متقلبا في اصلاب وارحام المومنين من آدم الى عبد الله فاصوله جميعا مومنين

(صاوی ج3 ص172)

شیخ سلیمان جمل ص353 امام سیوطی کا قول

معلمین اس کی تفسیر بعض نے مومنین کے ساتھ کی۔ اللہ کریم آپ کو مومنوں کی صلبوں اور مومنات کی رحموں میں آدم و حوا علیہا السلام سے عبداللہ اور آمنہ تک منتقل ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو آپ کے تمام اصول مرد اور عورتیں مومن ہیں۔ دونوں مذکورہ نصوص سے آپ کے آباء کرام کا ایمان ثابت ہو گیا لیکن سلسلہ کی قطعیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ روافض نے سمجھا۔

تفسیر مظہری ج 1 ص 89 پر اللہ کریم آپ کے اس مستقل ہونے کو دیکھتا ہے جو طاہرین ساجدین اللہ کی پشتوں سے طاہرات ساجدات اللہ کی رحموں کی طرف ہے اور جو ارحام ساجدات سے اصلاب طاہرین یعنی موحدین اور موحدات کی طرف ہے تاکہ یہ معنی مراد یہ بتائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ کرام مومن تھے۔

جاننا چاہئے کہ ہمارے مفسرین اہل سنت اس طرف گئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مومن ہیں لیکن آیت زیر بحث سے مسئلہ ایمان اصول کرام کو قطعی نہیں سمجھا کیونکہ آیت کے مفسرین نے ز ؛ ہ مطلب بیان کئے جب آیت کئی معنی کی متحمل ہوئی تو مسئلہ ایمان اصول کرام ثابت ہو گیا لیکن مع الظن روافض نے اس آیت سے مسئلہ ایمان اصول کرام کو قطعی سمجھا اور یہ ان کی غلطی ہے۔ انہوں نے ایک مطلب کو

ترجیح دی اور وہ آپ کا ساجدین کی پشتوں سے منتقل ہونے والا مطلب ہے۔ ہم یہی مطلب لیتے ہیں لیکن دوسرے مطلب کے لئے آیت کو متحمل سمجھتے ہیں۔ یعنی دنیا میں مومنوں کے ساتھ جن کے پھرنے کو اللہ دیکھتا ہے جب آیت چند معنی کی متحمل ہوئی مسئلہ کی قطعیت ختم ہو گئی۔ امام رازی کا اس مقصد پر کلام کہ مسئلہ ایمان اصول کرام کو اس آیت سے قطعی سمجھنا جیسا روافض نے سمجھا غلط ہے۔ جاننا چاہئے کہ شیعہ اس طرف گئے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے آباء کرام کا مسئلہ ایمان قطعی ہے۔ مسئلہ ایمان اصول کرام کی قطعیت کو انہوں نے اس آیت اور خبر سے نکالا۔ البتہ یہ آیت تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا قول ہے۔ وتقلبك في الساجدين ان وجوہ کا متحمل ہے جو تم نے ذکر کیں اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ نے آپ کی روح کو ساجد سے ساجد کی طرف منتقل کیا ہو جیسے کہ ہم کہتے ہیں جب اللہ کا قول ان تمام وجوہات کا احتمال رکھتا ہے تو آیت کا تمام وجوہ پر حمل ضروری ہو گیا کیونکہ ایک وجہ کی دوسری کے ساتھ کوئی منافات نہیں اور نہ ہی ایک وجہ دوسری پر راجح ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ روافض نے خود مان لیا کہ کوئی ایک وجہ دوسری پر راجح نہیں تو ایمان اس آیت سے ثابت ہو گیا لیکن قطعیت ثابت نہ ہوئی مسئلہ کی قطعیت قول رسول سے ثابت ہے۔ خبر یہ ہے کہ میں ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوا اور جو کافر ہو وہ ناپاک ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقیناً مشرک ناپاک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم اس مذہب کے فاسد ہونے پر اس آیت سے دلیل پکڑو۔ واذا قال ابراهيم لابيه اذر اتتخذ اصنامًا الهة ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو ہم کہیں گے اب بمعنی باپ کا اطلاق ''عم'' **چچا** پر ہی ہوتا ہے روافض کا استدلال خبر سے صحیح ہے۔ زیر بحث نص سے قطعیت ثابت کرنا درست نہیں جب روافض نے خود اقرار کیا کہ لا رجحان کہ کوئی ایک وجہ ترجیح نہیں پا سکتی پھر یہ کہنا کہ نور نبوی کے ساجد سے ساجد کی طرف منتقل ہونے والی وجہ ہی راجح ہے۔ غلط قرار پایا کیونکہ لا رجحان اور رجحان ایک دوسرے کی صریح نقیض ہیں۔ ہم کہتے

ہیں کہ جب سب وجوہ برابر ہیں تو ایمان اصول کرام ثابت ہو گیا لیکن مع الظن امام رازی نے فرمایا فالایۃ دالۃ علی ان جمیع اباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مسلمین۔ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبیٰ کے تمام آباء کرام مسلمان تھے طہارت نسب والی تمام احادیث اس مقصد کی تائید کرتی ہیں۔

فصل نمبر 2:

جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک آباء و امہات مومنین موحدین ہیں۔ (مقالات کاظمی ص 65)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و امہات آل آدم و حوا علیہما السلام کے زنا و فحاشی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے اس پر نصوص شاہد ہیں۔

نص نمبر 2:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جاہلیت کے زمانہ کی بے حیائی ذرہ برابر نہیں پہنچی میں نکاح اسلام جیسے نکاح ہی سے پیدا ہوا۔ (البدایہ والنہایہ ج 1 ص 256 مواہب اللدنیہ ج 1 ص 66، خصائص کبریٰ ص 92)

نص نمبر 2:

محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے جلوہ گر ہوا میں بے حیائی سے ظاہر نہیں ہوا آدم علیہ السلام سے اہل جاہلیت کی کوئی چیز ذرہ برابر مجھے نہیں پہنچی اور میرا ظہور پاکیزہ ترین ہستیوں سے ہوا۔

(خصائص کبریٰ ج 1 ص 92)

نص نمبر 3:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کو فا کی زبر سے پڑھا اور آپ نے فرمایا میں ازروئے نسب کے زیادہ

بزرگ ہوں میرا اسسرال والا سلسلہ بھی زیادہ بزرگ ہے۔ میرا خاندان سب بزرگ ہیں۔ میرے آباء میں حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی بدکاری نہیں۔ ہمارا سلسلہ نسب سب نکاح ہی سے ہے۔ (انسان العیون ج 1 ص 68 مواہب اللدنیہ ص 67)

نص نمبر 4:

ہشام بن کلبی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی پانچ سو ماں لکھی تو کسی میں میں نے بے حیائی نہیں پائی اور نہ ہی امر جاہلیت کی کوئی چیز پائی۔ (مواہب اللدنیہ ج 1 ص 66، البدایہ والنہایہ 1، 256)

نص نمبر 5:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے آپ کہاں تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ خوش ہوئے آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا مجھے کشتی میں سوار کیا گیا اپنے باپ نوح علیہ السلام کی پشت سے مجھے اپنے باپ ابراہیم کی پشت میں ڈالا گیا میرے ماں باپ بے حیائی پر ہرگز نہیں ملے۔

نص نمبر 6:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا انور ہمیشہ اس طبقہ میں رہا جو بنی آدم کے طبقات سے بہتر ہے۔ ایک طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ آیا میری جلوہ گری بہترین طبقہ میں رہی یہاں تک کہ میں اس طبقہ میں پہنچا۔ جس میں میں ہوں۔ (مشکوۃ شریف ج 2 ص 511)

نص نمبر 7:

حضرت واثلۃ بن اسقع سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو برگزیدہ فرمایا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف ج2 ص511، مسلم ص245)

نص نمبر 8:

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خاندان ہر خاندان سے بہتر اور میرا گھر ہر گھر سے بہتر ہے۔ (ترمذی شریف 202)

نص نمبر 9:

ام المومنین والمومنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میں کل روئے زمین پھرا مشرق و مغرب پھرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی مرد نہیں پایا اور مشرق و مغرب زمین چھان ماری بنی ہاشم قبیلہ سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔

میں تمام اطراف عالم پھرا حسینوں سے محبت کی بہت حسین دیکھے لیکن پیارے آقا آپ کا مثل کوئی نہیں سبھی میں نے چھان ڈالے۔

تیرے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا

(البدایہ النہایہ ج1 ص257، حجۃ اللہ علی العالمین ص222، خصائص کبریٰ ج1 ص96)

نص نمبر 10:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش تخلیق آدم سے دو ہزار سال پہلے اللہ کے سامنے نور تھا وہ نور تسبیح کرتا تھا اور فرشتے اسی نور کی تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ ان کی پشت میں رکھ کر زمین پر اتارا اور

مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں کیا اور مجھے ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں رونق افروز فرمایا پھر ہمیشہ معزز پشتوں سے پاک رحموں کی طرف بھیجا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے ظاہر فرمایا جو کہ ہرگز بے حیائی پر نہیں ملے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص 222)

ان تمام احادیث سے آپ کے تمام اصول کرام کے ایمان کی قطعیت ثابت ہوگئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے نسب کو برائی سے پاکیزہ بنایا تو وہ کفر سے اس پاکیزہ سلسلہ کو پاک کیسے نہیں کرے گا کیونکہ جو قبیلہ کفر سے پاک نہ ہو وہ اپنے غیر سے افضل نہیں ہوسکتا اور نہ بہتر ہوسکتا ہے آپ کا نسب عالی تمام نسبوں سے علی الاطلاق افضل ہے ایمان کی وجہ سے بھی اور باقی تمام فضل کی وجہ سے بھی آپ کے آباء کرام موحد مومن ہیں۔

سوالات وجوابات

سوال نمبر 1:

ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے باپ آزر کو کہا کیا آپ بتوں کو معبود بنائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں بت پرستی پائی جاتی ہے۔ جواب اس سلسلہ کی طہارت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ یہاں اَبْ بولا گیا مراد چچا ہے۔ چچا پر اَبْ کا اطلاق عرب کا محاورہ میں ہوتا ہے۔ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں چچا ہے۔

سوال نمبر 2:

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہو گا۔ آپ نے فرمایا آگ میں جب وہ کھڑا ہوا آپ نے اسے بلایا اور فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اس کے چند جواب ہیں۔

جواب نمبر 1:

لفظ اَبْ سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ (مقالات کاظمی ص 65)

جواب نمبر 2:

یہ راوی کا تصرف ہے کسی اور راوی نے یہ لفظ نقل نہیں کیے یہ طریق حماد ہے۔ معمر نے اپنے طریق میں اس عبارت کی مخالفت کی۔ معمر کے طریق میں اذا مررت بقبر کافر فبشره بالنار عبارت ہے کہ اے مرد جب تو کسی کافر کی قبر پر گزرے تو اسے تو آگ کی خبر دے۔ معلوم ہوا کہ مسلم شریف کی یہ خبر راوی کی غلطی ہے لہٰذا نصوص قطعیہ کے سامنے اسے ترک کیا جائے گا۔ دیکھیں قرآن پاک میں: وما كنا معذبين حتى

نبعث رسولًا (۱۵:۱۷) جب تک ہم رسول نہ بھیجیں ہم کسی کو عذاب نہیں دیں گے۔
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین طیبین طاہرین زمانۂ فترت میں انتقال کر گئے لہٰذا خبر واحد نص کے سامنے متروک ہوگی۔

سوال نمبر 3:

روایت کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپ نے گریہ فرمایا اور قریب والوں کو رلایا آپ نے فرمایا کہ میں نے والدہ کے لئے استغفار کی اجازت چاہی۔ اجازت نہ دی گئی۔ قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی قبروں کی زیارت کرو وہ تمہیں موت یاد دلائے گی۔ (روح البیان ص 217)

جواب نمبر 1:

والدہ مکرمہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا اذن نہ ہونا گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ غیر رسول کے لئے استغفار گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے کیونکہ آپ کے والدین نے زمانہ فترت میں انتقال فرمایا اس وقت گناہ کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ (مقالات کاظمی ص 65)

جواب نمبر 2:

استغفار مومنوں کے لئے ہوتا ہے جب آپ نے اپنی والدہ کا استغفار کا ارادہ فرمایا ایمان ثابت ہوگیا۔

جواب نمبر 3:

یہ روایت خبر واحد ہے۔ نص قطعی وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولًا کے مقابلہ میں ترک کی جائے گی۔

جواب نمبر 4:

علامہ ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ حکمت کا مقتضیٰ تاخر استغفار کا تھا۔ اللہ کریم کی

مشیت تھی کہ احیاء ابوین کے وقت کو دیر ہے۔ اس وقت دیر کی جائے جواہر البحار میں صفحہ 71 پر ہے۔ حضرت آمنہ کے لئے حکمت چاہتی تھی کہ استغفار میں دیر کی جائے لہٰذا اس حکمت کے تحت اجازت نہ دی گئی۔ دو حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں۔ جواہر البحار ص 70 سطر نمبر 26 پر اور روح البیان ص 217 پر ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ہمارے ساتھ کیا۔ عقبۃ الحجون مقام پر ایک حزن وغم کی حالت میں گزرے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گریہ کی وجہ سے میں روئی پھر آپ کامیاب ہوئے تو سواری سے اترے۔ فرمایا: اے حمیراء اونٹنی کی نکیل پکڑو تو میں اونٹنی کی کروٹ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ تو کافی دیر آپ میرے پاس نہ آئے۔ جب آپ تشریف لائے خوش تھے مسکراتے تھے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ جب سواری سے اترے آپ حزن وغم میں تھے تو آپ کے گریہ کی وجہ سے میں رو پڑی پھر آپ خوش اور مسکراتے ہوئے میری طرف واپس آئے۔ یارسول اللہ! آپ کیوں خوش ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس گیا تو میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری والدہ حضرت آمنہ کو زندہ فرمادے تو اللہ کریم نے میری والدہ کو زندہ فرمادیا۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں استغفار کا اذن نہ ملنا وہ پہلے ہے۔ اللہ کریم کی مشیت یہ تھی کہ وہ ساعت جس میں میں نے ان کی دنیا کی زندگی مقدر فرمائی اور محبوب کی امت سے ہونے کا شرف ان کی مقدر میں لکھ دیا وہ وقت آجائے۔ سب کچھ اپنے وقت پر ہو جائے گا۔ روح البیان ص 217 پر ہے۔ فهو متقدم علی احیائهما استغفار والی روایت زندہ کرنے والی روایت پر متقدم ہے۔ احیاء ابوین والا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہے۔ اور استغفار والا قصہ اس سے پہلے ہے۔

احیاء ابوین پر دوسری حدیث روح البیان ص 217 پر ہے۔ ذکر کیا گیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدین کی قبر کے پاس سخت روئے اور دونوں کی قبروں

میں درخت کی خشک شاخیں گاڑ دیں اور فرمایا اگر شاخ سبز ہو جائے تو ان کے ایمان کی علامت ہے تو شاخ ہر ایک قبر کی سبز ہوگی تو آپ کے والدین اپنی قبروں سے باہر جلوہ گر ہوئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ساتھ وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر دنیا سے رحلت کی۔ شیخ اسماعیل حقی نے فرمایا: ولیس احیائھما وایمانھما بہ ممتنعا عقلا ولا شرعا۔(روح البیان ج1 ص 217)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا آپ پر ایمان لانا کسی طرح ممتنع نہیں نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً۔

قرآن پاک میں اس کی اصل موجود ہے پارہ نمبر ٦ میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا ثابت ہے۔ اس نے زندہ ہو کر بتایا تھا کہ مجھے میرے چچازاد بھائی نے قتل کیا۔ قرآن پاک میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر اللہ کریم نے مردوں کی ایک جماعت زندہ فرمائی۔

فصل نمبر 3:

سوالات کا حل

سوال نمبر 1:

آدمی جب قریب الموت ہو اور عالم آخرت اس پر منکشف ہو جائے تو اب ایمان قبول نہ ہوگا۔

جواب:

موت کے وقت کا ایمان نا امیدی کا ہے۔ اب دنیاوی زندگی کی امید نہیں ہے۔ نا امیدی کے وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا جب دوبارہ دنیا کی زندگی مل جائے۔ اب ایمان قبول ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ جس کو دوبارہ زندگی ملے اب اس کی وہ عمر جو اس نے پوری نہیں کی تھی اس کو پورا کرنے کے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا۔ لہٰذا اس کا ایمان قبول ہوگا۔

سوال نمبر 2:

ثابت کریں کہ دنیا سے چلے جانے کے بعد کسی کو دنیا کی زندگی ملی ہو۔

جواب:

(روح البیان ج 1 ص 212) پر وارد ہوا کہ اصحاب کہف آخر الزمان میں دنیا میں بھیجے جائیں گے حج کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہوں گے۔

روح البیان 217 پر ہے۔ اصحاب کہف کا امام مہدی کا مددگار ہونا مرفوع حدیث ہے یعنی اصحاب کہف کا وقت دنیا میں آنے کا وہ ہے جب امام مہدی آچکے ہوں گے اور وہ امام مہدی کی مدد کریں گے تو موت کے بعد والی زندگی میں ان کا حج کرنا اور امام مہدی

کی مدد یہ عمل معتبر ہوگا۔

شیخ اسماعیل حقی فرماتے ہیں

یہ نئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین کے لئے ایک عمر لکھی ہو پھر اس عمر کے مکمل ہونے سے پہلے ان کی روح قبض کر لی ہو پھر اس باقی ساعت کے پورا کرنے کے لئے ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا ہوتو آپ کے والدین اس باقی ساعت میں ایمان لائے تو ان کے اس ایمان کو معتبر قرار دیا گیا۔ یہ بقیہ عمر جو دونوں زندگیوں کے درمیان میں ہے یہ ایمان حاصل کرنے کے لئے محبوب کے والدین کو آپ کی امت سے ہونے کا شرف عطا فرما کر اللہ نے محبوب کی امت سے ہونے کا شرف عطا کیا۔

اصحاب کہف تین سو سال اپنی غار میں رہے تین سو سال کے بعد جب وہ دنیا میں آئے۔ ان کی تمام عبادات معتبر قرار پائیں۔ موت کے بعد عمل کا معتبر نہ ہونا عام قانون ہے اور اصحاب کہف کا آخرالزمان میں زندگی پانا حج کرنا عبادات کرنا اسی طرح ابوین، کریمین، طیبین، طاہرین کا بعد الوصال زندگی پانا اور اسلام لانا خاص قانون ہے اور دونوں میں کوئی منافات نہیں خصوصاً واقعہ احیاءِ ابوین پیارے آقا کا معجزہ ہے۔ معجزات سے قوانین نہیں ٹوٹتے۔ احیاء ابوین والی روایت محدثین نے نقل کی اور نقل اس کی دلیل ہے وکون الایمان به رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینفع به بعد الموت محله فی غیر میته والکرامته (جواہرالبحار ج2 ص 71)

ابن حجر مکی نے فرمایا یہ قانون کہ موت کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا اس کا موقع محل خصوصیت اور عزت کے سوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز سورج کے ڈوبنے کے بعد اس کے واپس ہونے پر ادا قرار پائی۔ یہاں بھی ایسے ہی ہے کہ یہ ایمان ان کی شان ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

فصل نمبر 4:

محدثین کا روایت احیاء ابوین کو نقل کرنا

(جواہر البحارص 55 جواہر امام شعرانی) امام شعرانی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا (اللہ کریم نے اپنے حبیب کو آپ کے والدین کے زندہ کرنے کے ساتھ مختص فرمایا وہ زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے علامہ ابن حجر مکی ہیثمی آپ کی والدہ ماجدہ کا مدفن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ کی والدہ کا انتقال ہوا اور ابواء میں دفن کی گئیں اور کہا گیا حجون میں دفن ہوئیں اور حجون میں دفن ہونے پر آپ کی والدہ ماجدہ کے آپ کے لئے زندہ کرنے والی خبر دلالت کرتی ہے وہ زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائیں۔ (جواہر البحارص 92)

علامہ ابن حجر نے وتقلبك في الساجدين کی تفسیر میں فرمایا:

فهذا صريح في ان ابوى النبي صلى الله عليه وسلم آمنة وعبد الله من اهل الجنة لانهما اقرب المختارين (جواہر البحارص 70)

پیارے محبوب موحدین میں آپ کے منتقل ہونے کی مجھے قسم ہے۔ یہ نص اس بات میں صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب یہی آگے فرماتے ہیں:

اللہ کریم نے آپ کے ابوین کو آپ کے لئے زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے بعد الوصال ایمان دونوں کی خصوصیت ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔

علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے مکمل روایت عائشہ نقل کی (ج 1 ص 217) میں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ میری والدہ زندہ فرمادے اللہ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا وہ

مجھ پر ایمان لائیں الاشباہ والنظائر ص 453 پر اور روح البیان ج 1 ص 217 پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ کو آپ کے لئے زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے یہ ان کی خصوصی شان ہے مواہب اللدنیہ ص 43 پر ہے۔ بے شک روایت کی گئی کہ حضرت آمنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت کے بعد ایمان لائیں۔

علامہ علی قاری کی شفا کی شرح ص 156 میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے ماں باپ کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے پھر اللہ نے ان کو موت عطا فرمائی۔

علامہ عبدالعظیم زُرقانی ص 183 میں ہے۔ حدیث عائشہ سے بھی آپ کے ماں باپ کا زندہ کرنا نقل کیا گیا ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کی انوارِ محمدیہ ص 37 میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی آپ کے ماں باپ کا زندہ کرنا نقل کیا گیا۔

جلالین شریف کے حاشیہ پر ہے (ص 180) صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے والدین آپ کے معجزہ کے ساتھ زندہ کئے گئے۔ پھر وہ اسلام لائے اور وصال فرمایا اور جنت میں جلوہ گر ہوئے۔

علامہ ابن حجر نے الاشباہ والنظائر سے فتاویٰ حدیثیہ ص 364 میں نقل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو آپ کے لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

علامہ شامی کی شامی ص 400 میں ہے "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین کی حیات کے ساتھ مکرم فرمایا، یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔"

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی کی الزواجز ج 1 ص 26 میں ہے اور آپ کے والدین کا زندہ کرنا حدیث پاک میں ہے اور ان کا زندہ کرنا اور ان کا ایمان ممتنع نہیں ہے۔

شیخ اسماعیل حقی کی روح البیان ج 1 ص 217 میں ہے۔ روایت کی گئی کہ آپ کے والد اور آپ کی والدہ اور آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ کے لئے زندہ فرمایا۔

تمام محدثین نے روایت عائشہ کی توثیق کردی اور احادیث کثیرہ سے طہارت نسب مصطفٰی ثابت ہوئی اور وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے ابوین کریمین کا ناجی ہونا ثابت ہوا اور روایت عائشہ سے ابوین کریمین کا شرف اور محبوب کی امت سے ہونے کی نسبت ثابت ہوئی۔

میلاد نامہ عمل توحید ہے

یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ میلاد منانا فی الواقعہ عمل توحید ہے۔ یہ ذاتِ باری تعالٰی کی وحدانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ میلاد منانے سے یہ امر مراد خودبخود ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ، اللہ کی مخلوق مانتے ہیں اور جس کی ولادت مانی جائے وہ خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کی ذات لم یلد ولم یولد (القرآن الاخلاص:۱۱۲:۳) "نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے" کی شان کی حامل ہے۔

جبکہ نبی وہ ذات ہے جس کی ولادت ہوئی ہو جیسا کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے حوالے سے سورت مریم میں ارشاد باری تعالٰی ہے۔

"اور یحیٰی پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن"۔ (القرآن، مریم، 15:19)

تو میلاد منانا نبی کو اللہ کی مخلوق قرار دینا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی مخلوق اس کائنات میں کوئی نہیں جب ہم سب سے بڑی مخلوق کا میلاد مناتے ہیں تو ہم اللہ کی خالقیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوقیت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ پیدا ہوئے۔ اس سے بڑی توحید اور کیا ہے؟ مگر بعض لوگ اس خالص عمل توحید کو بھی بزعم خویش بدعت کہتے ہیں جو کہ صریحاً غلط ہے بدعت کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یہ ایک الگ

بحث ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت نے قرآن میں مختلف مقامات پر یوں تذکرہ کیا ہے:

(1) ''اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا۔''

(بقرہ،2:151)

(2) ''بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا ان میں انہیں میں سے عظمت والا رسول بھیجا۔'' (آل عمران،3:164)

(3) ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لایا ہے سوتم (ان پر) اپنی بہتری کے لئے ایمان لے آؤ۔'' (النساء،4:170)

(4) ''اے اہل کتاب ! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید) (المائدہ،5:15)

(5) ''اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ آخر الزمان) رسول پیغمبروں کی آمد (کے سلسلہ) کے منقطع ہونے (کے موقع) پر تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے (ہمارے احکام واضح کرتے ہیں) اس لئے کہ تم (عذر کرتے ہوئے یہ) کہہ دو گے کہ ہمارے پاس نہ (تو) کوئی خوشخبری سنانے والا آیا ہے نہ ڈرانے والا (اب تمہارا یہ عذر بھی ختم ہو چکا ہے) بلاشبہ تمہارے پاس (آخری) خوشخبری سنانے والے ڈرانے والا (بھی)

آ گیا ہے اور اللہ چیز پر بڑا قادر ہے۔'' (المائدہ 19:5)

(6) ''بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب اور آرزو مند رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے نہایت ہی شفیق اور بے حد رحم کرنے والے ہیں۔'' (التوبہ 128:9)

(7) ''اور (اے رسول محتشم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔'' (الانبیاء 107:21)

(8) ''وہی تو ہے جس نے عرب کے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے ایک رسول بھیجا جو ان لوگوں کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے (اور ان کے ظاہر و باطن کو سنوارتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔''

(الجمعہ 2:62)

(9) ''اے اہل مکہ ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے۔''

(المزمل 15:73)

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہانِ آب وگل میں تشریف لانے کا ذکر ولادت ہی تو ہے جسے ہم نے بطور حوالہ چند آیات سے بیان کر دیا ہے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر تمام نسل انسانی کے لئے کر دیا ہے۔ اس میں مومنین سے لے کر اہل کتاب، اہل مکہ اور عام لوگوں تک سب شامل ہیں۔ ایک کو بتایا جا رہا ہے کہ میرا محبوب تمہارے درمیان آ گیا ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر اس قدر اہتمام اور تواتر سے کر دیا ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ

معمول کی بات ہے۔ مومن، مشرک، اہل کتاب الغرض کوئی بھی طبقہ انسانی نہ چھوڑا، جن کو مخاطب کر کے اپنے محبوب کا ذکر نہ کیا ہو اور جب محبوب کو مخاطب کیا تو فرمایا کہ ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

مقام ابراہیم علیہ السلام پر نصب پتھر کو محفوظ کرنے کا سبب

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی دعا کی تھی پھر اس پتھر کو صحن کعبہ میں قیامت تک کے لئے بطور یادگار محفوظ کر دیا گیا۔ کوئی پوچھ سکتا ہے کہ جب فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کو پتھروں سے پاک کر دیا گیا تھا تو ایک پتھر کیوں باقی رکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وولادت کی دعا مانگی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ:

(۱) ''اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دونوں دعا کر رہے تھے کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے بے شک تو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو خاص اپنا تابع فرمان بنا، اور ہمیں ہماری عبادت (اور حج کے) قواعد بتا دے اور ہم پر (رحمت و مغفرت) کی نظر فرما، بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے ○ اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے کر دانائے راز بنا دے اور ان کے نفوس وقلوب کو خوب پاک صاف کر دے بے شک تو ہی غالب حکمت

والا ہے۔(البقرہ،2:129تا127)

اللہ ربّ العزت نے مقام ابراہیم پر نصب پتھر کو جو ولادتِ مصطفیٰ کی خبر دے رہا ہے کو اپنی بڑی بڑی نشانیوں میں سے قرار دیا، جبکہ سارا کعبہ، حرم پاک اور اس کے اندر اور بھی بہت سی نشانیوں کو محض اجمالاً بیان کیا گیا ہے مگر جب اس نشانی کی بات آئی جو ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر تھی تو نام لے کر اس کا ذکر کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(2) ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں ان میں سے ایک ابراہیم کی جائے قیام ہے۔''(آل عمران،3:96،97)

(3) اور یہی نہیں کہ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی کو محفوظ کر کے اس کا ذکر کر دیا بلکہ حکم دیا کہ ''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنالو۔''(البقرہ،2:125)

مقام کے بارے میں اہل لغت نے کہا ہے کہ ''المقام'' کا معنیٰ ہے:

قدموں کے رکھنے کی جگہ

(ابن منظور، لسان العرب، 12:498)

(یعقوب فیروز آبادی، القاموس المحیط، 1:1487)

(خلیل بن احمد فراہیدی، کتاب العین 5:232)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس پتھر کی سختی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نرم کر دی گئی۔ آپ علیہ السلام کے قدمین اس میں دھنسنے کی وجہ سے اس پتھر پر آپ علیہ السلام کے قدموں کے نشان پڑ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کے بارے میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پس یہی سے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جبکہ ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب عمارت اونچی ہوگئی تو اسماعیل علیہ السلام اس پتھر کو لائے اور آپ علیہ السلام کے لئے رکھا آپ علیہ السلام اس پر کھڑے ہوکر تعمیر کرتے جاتے تھے جبکہ اسماعیل علیہ السلام آپ علیہ السلام کو پتھر پکڑاتے جاتے اور دونوں کہتے جاتے:

''اے ہمارے رب! تو ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔''

(1) بخاری (الصحیح، 3: 1229، کتاب الاحادیث الانبیاء) (2) عبدالرزاق، المصنف، 5: 110، رقم: 9107 (3) طبرانی، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 1: 550 (4) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1: 178 (5) قزوینی، التدوین فی اخبار قزوین، 1: 105

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں تعمیر کرتے کرتے پورا خانہ کعبہ گھوم گئے اور کہتے جاتے ''اے اللہ! تو ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، بے شک تو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

ابن حجر عسقلانی اس حدیث میں واقع الفاظ

''جاء ھٰذا الحجہ'' کے بارے میں کہتے ہیں۔

اس سے مراد مقام ابراہیم علیہ السلام ہے اور ابراہیم بن نافع کی روایت میں ہے: حتیٰ کہ کعبہ کی عمارت بلند ہوگئی اور بزرگ حضرت ابراہیم کے لئے پتھر نصب کرنا مشکل ہوگیا تو پھر آپ حجر پر کھڑے ہوگئے وہی مقام ہے۔

(فتح الباری 6: 406)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''پس یہی مقام ابراہیم علیہ السلام ہے اور اسی پر ان کا قیام ہوا۔''

(طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن 13، 232)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان

اس پتھر پر صحابہ کرام کے زمانہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی انگلیوں اور قدموں کے نشان واضح تھے۔ لوگوں کے تبرکاً چھونے سے وہ نشان مٹتے چلے گئے جیسا کہ درج ذیل روایات سے ظاہر ہے:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے ابراہیم کی انگلیوں اور قدموں کے نشان اس پتھر پر دیکھے جو کہ لوگوں کے ہاتھ لگانے سے مٹ گئے۔''

(فاکہی، اخبار مکۃ فی القدیم الدھر وحدیثہ 1: 450) (قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 2: 113) (ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم 1: 171) (عسقلانی، فتح الباری، 8: 169)

(2) حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''میں نے مقام ابراہیم علیہ السلام اور ایڑھی رکھنے کی جگہ کو دیکھا۔''

(فاکہی، اخبار مکہ: 1: 451، رقم: 990)

(3) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ''واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی'' کی تفسیر میں کہتے ہیں۔

''انہیں صرف اس کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ اسے چھوڑنے کا۔''

اور اس امت نے اپنے اوپر وہ بوجھ ڈالا جیسا کہ پہلی امتوں نے ڈالا تھا۔

اور ہم سے بعض نے بیان کیا ہے جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی ایڑھی یا انگلیوں کے نشان اس میں دیکھے ہیں تو لوگ اسے مس کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے

اوجھل ہوگئے ہیں۔"

(طبری، جامع البیان فی القرآن، 1:5372)(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1:171)(عسقلانی، فتح الباری، 1:169)

قدمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمین خلیل علیہ السلام سے مشابہت

(1) نافع بن جبیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدالمطلب کی کفالت میں آ جانے کے بعد کا واقعہ روایت کرتے ہیں۔"بنو مدلج کی قوم نے عبدالمطلب سے کہا: آپ ان کو حفاظت سے رکھیے ہم نے ان کے قدم سے بڑھ کر کسی قدم کو بھی مقام ابراہیم سے زیادہ مشابہت میں نہیں دیکھا۔"

1- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:118، 2- ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1:65، 3- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 2:282، 4- سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1:138، 5- حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 1:178

(2) سفر معراج والی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ یوں بیان کیا ہے:

"اور میں نے ابراہیم کو دیکھا اور ان کی تمام اولاد میں سے میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔"

1- بخاری، الصحیح، 3:126، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم، رقم 3254

2- مسلم، الصحیح، 1:154، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ الی السموات، رقم 168

3- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

"قریش ایک کاہنہ عورت کے پاس آ کر کہنے لگے: تو ہمیں اس مقام والے (مقام ابراہیم) سے ہم میں سے نشان کے اعتبار سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا بتا، تو اس نے کہا: اگر تم چادر کو پھیلا کر پھر اس پر چلو تو میں تمہیں بتاؤں گی، انہوں نے

چادر بچھائی پھر اس پر چلیں تو اس کاہنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی دیکھی۔ اس نے کہا یہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) تم سب سے زیادہ اس سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ اس کے بعد وہ بیس سال تک یا جتنا اللہ نے چاہا انتظار کرتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

1- ابن ماجہ، السنن، 787:2، کتاب الاحکام، باب القامۃ رقم: 2350

2- احمد بن حنبل، المسند، 332:1

3- کنانی، مصباح الزجاجہ، 50:3، رقم: 830

4- سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 118:1

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے اور قرآن کے مطابق آپ علیہ السلام انہی دوران ولادت و بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی کر رہے تھے گویا آپ اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی دعا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعائے ابراہیمی کی وجہ سے اس پتھر کو اتنا بڑا مقام عطا کیا اور اسے اتنا متبرک بنا دیا گیا کہ قیامت تک خانہ خدا میں حج کے لئے آنے والوں کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا کہ جو میرے گھر کی زیارت کے لئے آئیں میرے گھر کا طواف کریں ان پر واجب ہے کہ طواف کے بعد اس مقام ابراہیم کے پتھر یعنی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی طرف منہ کر کے سجدہ ریز ہوں جو اس عمل کو نہیں دوہرائے گا یعنی اسے جائے نماز نہیں بنائے گا اس کا طواف قبول نہیں ہوگا۔

میلادِ انبیاء سنتِ الٰہیہ ہے تو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں

قرآن مجید کے حوالے سے یہ نکتہ سمجھانا مقصود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے میلاد نامے اور ان کی ولادت کے واقعات، کمالات و برکات اور ان پر الوہی عنایات کا ذکر یہ سب اللہ کی سنت ہے جن کو خود قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے کھول کھول کر بیان کیا

ہے۔اس حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی سنت الٰہی کے زمرے میں آتا ہے جس کو ظاہر ہے قیامت تک آنے والے دہراتے رہیں گے، یہ ذکر کیسے ہوگا؟ اس ذکر ولادت کا طریقہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے سمجھا دیا ہے لہٰذا یہ گمان بھی نہ کیا جائے کہ ولادت کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ ایسی سوچ سے تو قرآن مجید کی سینکڑوں آیات کا انکار لازم آئے گا پس جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعنوان میلاد کرتے ہیں تو ایسا کرنے سے اللہ کی سنت ادا ہوتی ہے اور جب ہم میلاد کے حوالے سے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بھی اللہ ربّ العزت کی سنت اور منشاء قرآن کے عین مطابق ہوتا ہے۔گزشتہ صفحات میں ہم نے تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

بحث کا ماحصل:

یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق کائنات، سید الانبیاء اور محبوب کبریاء ہیں۔ان جیسا حسین ازل سے اب تک کائنات ہست وبود میں نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ابد تک ہوگا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا ذکر آئے تو واقعات کی کڑیاں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل سے ملاتے ہوئے حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ سے بات شروع کرکے مخدومہ کائنات سیدہ آمنہ کی آغوش اور حضرت سعدیہ حلیمہ کی بستی تک پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔تاکہ اس ذکر جمیل کی شیرینی اور حلاوت سے ہمارے قلوب وارواح بھی شادکام ہوسکیں اور اس ابدی داستانِ حسن وجمال کا پس منظر ہماری لوحِ تخیل پر نقش دوام ہوجائے۔

اس مطلع ازل اور آفتاب حسن کی بات کرو تو اس کے نورِ ازل کا ذکر بھی ضروری ہے۔عالم رنگ وبو میں کچھ بھی نہ تھا، عرش سے فرش تک کوئی نوری، ناری اور مادی مخلوق نہ تھی۔فقط ایک خالق تھا کوئی مخلوق نہیں تھی۔سرمدی حسن تھا۔پر اس کا کوئی چاہنے والا نہ تھا۔جلوہ تھا پر تکنے کے لئے کوئی نگاہ نہ تھی۔حسن تھا مگر کوئی پہچاننے والا نہ تھا۔پس ایسے میں اللہ ربّ العزت نے چاہا کہ اس کی پہچان ہو سو اس نے نقش اوّل اپنے نور سے بنایا

جو مدتوں اللہ کی آغوش میں پرورش پاتا رہا۔طویل مدت کے بعد عالم ارواح کو پیدا کیا اور اس نور کو عالم ارواح میں منتقل کیا تب جاننے والوں کو پتا چلا کہ اس نور کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اب رہتی دنیا تک ہمیشہ اس نور کے چرچے ہوتے رہیں گے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ ومحدثین کی نظر میں

۱۔امام جلال الدین سیوطی کی تحقیق (849ھ۔911/1445۔1505ء)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جامع اور مدلل ہونے کی وجہ سے افادیت عامہ کے پیش نظر ہم امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کا اردو ترجمہ مع متن دے رہے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

زیر غور جواب طلب سوال ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انعقاد کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے۔آیا شریعت کے نقطہ نظر سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن منانا قابل تحسین یا مستوجب الزام اور قابل ملامت عمل؟ اور کیا وہ لوگ جو جشن میلاد مناتے ہیں فیوض و برکات اور اجر وثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

میرا مؤقف اس سوال کے جواب میں یہ ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت اصل میں خوشی اور مسرت کا ایک ایسا موقع ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن خوانی کرتے ہیں اور وہ ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے معجزات اور خارق العادت واقعات کے بیان پر مشتمل ہوں پھر اس کے بعد ان کی ضیافت ان کے پسندیدہ کھانوں سے کی جاتی ہے وہ اس بدعت حسنہ میں کسی اضافے کے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔اس اہتمام کرنے والے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی

بدولت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر فرحت اور دلی مسرت کا اظہار کرنے کی بناء پر ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی پس منظر

میلاد شریف کو موجودہ شکل میں منانے کا آغاز اربل کے حکمران سلطان مظفر کے دور سے ہوا۔ سلطان کا پورا نام سعید کوکبری ابن زین الدین ابن بلتگین تھا جن کا شمار عظیم سلاطین اور مخیّر و فیاض راہنماؤں میں ہوتا ہے اور بہت سے کارناموں کا سہرا ان کے سر ہے۔ ان کی یادگاروں میں جامع مظفری سرفہرست ہے جس کی تعمیر کوہ قاسیون کے قریب ان کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ابن کثیر سلطان مظفر کے بارے میں بیان کرتا ہے

سلطان مظفر کا معمول تھا کہ وہ میلاد شریف بڑے تزک و احتشام سے کرتا اور اس سلسلے میں وہ شاندار جشن کا انتظام کرتا تھا۔ وہ پاک دل، باضمیر بہادر انسان، دانا، عالم اور منصف مزاج حکمران تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے اور اس پر اپنی رحمتوں کا نزول کرے۔ شیخ ابو الخطاب ابن وجیہہ نے سلطان کے لئے ایک کتاب بعنوان "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" تصنیف کی جس کے صلے میں سلطان نے اسے ایک ہزار دینار بطور نذرانے کے دیئے۔ سلطان مظفر کی حکمرانی ان کی اپنی وفات تک برقرار رہی جو 630ھ میں شہر عکا میں ہوئی جب وہ اہل یورپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ ایک متقی پرہیز گار اور شریف الطبع انسان تھے۔ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "مرآۃ الزمان" میں بعض لوگوں سے بیان کیا ہے کہ سلطان مظفر کے منعقدہ میلاد شریف کے ایک موقع پر جو شاہی دسترخوان بچھایا گیا اس میں پچاس ہزار بھنے ہوئے بکرے کی سری، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ مٹی کے ظروف اور تیس ہزار شیریں میوہ جات کا انتظام کیا گیا۔ موصوف رقم طراز ہے کہ سلطان کی منعقد کی گئی محفل میلاد

مرتبہ علمائے کرام اور صوفیاء کو مدعو کیا گیا اور انہیں شاہی خلعتوں اور دیگر انعام واکرام سے نوازا گیا۔ حضرات صوفیاء کے لئے ظہر سے فجر تک سماع کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا جس میں سلطان بنفس نفیس شرکت کرتا اور صوفیوں کے ساتھ حالت وجد و کیف میں رہتا۔ ہر سال میلاد شریف پر اٹھائے جانے والے مصارف کا تخمینہ تین لاکھ دینار ہوتا تھا۔ بیرونِ ملک سے آنے والوں کے لئے سلطان نے ایک مہمان خانہ خاص بنا رکھا تھا جہاں بلا لحاظ حیثیت و مرتبہ تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ قیام کرتے۔ اس مہمان خانے میں مہمانداری کے اخراجات ایک لاکھ دینار سالانہ ہوتے تھے۔

اسی طرح سلطان نے سالانہ ایک لاکھ دیناران مسلمان قیدیوں کی گلو خلاصی کے لئے مختص کر رکھے تھے جو یورپی لوگوں کے قیدی تھے مزید برآں حرمین شریفین کو انتظامی طور پر بحال رکھنے اور حجاز کے راستوں کے ساتھ حجاج کے لئے پانی کی فراہمی کا انتظام کرنے کے لئے تیس ہزار دینار سالانہ خرچ کئے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ان صدقات وخیرات کے علاوہ تھا جو سلطان صیغہ راز میں رکھ کر کرتا تھا۔ سلطان کی اہلیہ رابعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی بیان کرتی ہیں کہ سلطان خود کھدر کا بنا ہوا قمیص پہنتے تھے جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ ہوتی۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سلطان پر طعنہ زنی کی تو وہ کہنے لگے کہ میرا پانچ درہم کا قمیص پہننا اور اپنی ذاتی اخراجات سے بچائی ہوئی باقی رقم صدقہ وخیرات میں دے دینا قیمتی لباس میں ملبوس ہونے اور غرباء ومساکین کو ترک کر دینے سے بدرجہا بہتر ہے۔

ابن خلکان حافظ ابو الخطاب ابن وجیہہ کے سوانحی خاکے میں لکھتا ہے ان کا شمار پرہیز گار علماء اور مشہور محققین میں ہوتا تھا۔ وہ مراکش سے شام اور عراق کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کا گزرار بک کے علاقے سے 604ھ جہاں ان کی ملاقات عظیم المرتبت سلطان مظفر سے ہوئی جو یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظامات میں مصروف تھا۔ اس موقع پر انہوں نے وہ کتاب لکھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

شیخ تاج الدین اللخمی کی میلاد کے بارے میں رائے

شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی سکندری آپ فاکہانی کے نام سے مشہور تھے اور متاخرین مالکیہ میں سے ہیں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میلاد منانا بدعت مذمومہ ہے اور اس پر انہوں نے ایک کتاب ''المورد فی الکلام علی عمل المولد'' تالیف کی اور میں اس کتاب کو یہاں پر مکمل طور پر بیان کرتا ہوں اور اس پر حرف بحرف کلام کروں گا۔

یہ کہتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا راستہ دکھایا اور اس نے ہماری دین پر قائم رہنے میں ہدایت کے ساتھ مدد فرمائی اور ہمارے لئے سلف صالحین کی اقتداء کرنا آسان فرمایا۔ یہاں تک کہ علم شرعی اور حق مبین میں قطعی دلائل سے ہمارے دل منور ہو گئے اور ہمارے باطن کو حوادث کے واقع ہونے سے اور دین میں عمل بدعت سے پاک وصاف کیا۔

میں اس ذات پاک کی حمد کرتا ہوں جس نے نور یقین کی دولت سے احسان فرمایا اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے دین متین کی رسی کو تھامے ہوئے سیدھی راہ دکھائی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے ہیں اور رسول ہیں جو کہ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی آل اور اصحاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جو کہ امہات المومنین ہیں پر قیامت کے دن تک دائمی درود بھیجے۔

اس کے بعد وہ جماعۃ مبارکین کے سوال کا تکرار کرتے ہیں۔ اس اجتماع کے حوالہ سے جس کا اہتمام بعض لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں کرتے ہیں اور اس کو ''المولد'' کا نام دیتے ہیں۔

کیا شریعت میں میلاد کی کوئی اصل ہے یا وہ بدعت ہے یا وہ دین میں حدث (ایک

نئی چیز کا وجود) ہے؟

انہوں نے ان سوالات کا جواب بڑی وضاحت و تفصیل سے دینے کا ارادہ کیا۔

بس میں نے اللہ کی توفیق سے ان کا جواب دیا۔ مجھے میلاد کی حقیقت کا علم نہ تو اللہ کی کتاب (قرآن) اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور نہ ہی یہ عمل ان علماء امت کے عمل سے ثابت ہے جو کہ دین میں نمونہ ہیں اور متقدمین کے اعمال کو اچھی طرح تھامے ہوئے ہیں۔

بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسے اہل باطل نے وضع کیا ہے اور یہ شہوت نفس ہے جس کا اہتمام بہت زیادہ کھانے والے لوگوں نے کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے اس عمل مولد پر پانچ احکامات جاری کئے تو ہم نے کہا کہ یا تو یہ واجب ہوگا یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام یہ اجتماعاً واجب نہیں ہے اور نہ ہی مستحب ہے کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے جس کو شریعت نے اس کے ترک پر بغیر مذمت کے طلب کیا ہو اور اس کا مباح ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ دین میں ہر نئی چیز کے مباح نہ ہونے پر سب مسلمین کا اجماع ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یا تو یہ عمل مکروہ ہوگا یا حرام ہوگا۔ اس کے متعلق کلام دو فصلوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ان کی یہ تقسیم دو حالتوں میں ہوگی۔

1- کہ آدمی اپنے مال سے اس پر خرچ کرے اور یہ اس کے اہل وعیال اور دوستوں کے لئے ہو اور وہ اس اجتماع میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کریں اور نہ ہی اس عمل کے دوران برائیوں کے قریب ہو جائیں اور یہ وہ چیز ہے جس کا وصف ہم نے بدعت مکروہ اور غلط کہہ کر بیان کیا۔

متقدمین میں سے اہل طاقت جو کہ فقہاء اسلام بھی ہیں اور علماء انام بھی، اپنے وقتوں کے آفتاب بھی ہیں اور زمانوں کی زینت بھی ان میں سے کسی نے بھی یہ عمل نہ کیا۔

2- اور دوسرا یہ کہ اس میں اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ حزم واحتیاط کا دین چھوٹ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز بھی دی جاتی ہے کہ

جس سے اس کا نفس اس کی اتباع کرتا ہے اور دل کو درد اور تکلیف دیتا ہے کیونکہ وہ موت کا درد محسوس کر رہا ہوتا ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ حیا کے ساتھ مال لینا ایسے ہی ہے جیسے کہ تلوار کا لینا۔

جب خاص طور پر اس عمل میں گانا بجانا اور ممنوع آلات موسیقی لڑکیوں کا ناچنا اور لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا اجتماع، مردوں کا عورتوں کے ساتھ ان میں اختلاط ہو یا نہ ہو اور عورتوں کا ناچنا اور شیطانی خواہشات نفس میں مستغرق ہونا اور مائل ہونا اور یوم آخرت کو بھول جانا یہ سب شامل ہوں۔

اور اسی طرح عورتوں کا جب وہ اکیلے میں جمع ہوتیں ہیں تو بلند آواز کے ساتھ بولتی ہیں اور گیت گاتی ہیں اور تلاوت وذکر سے خالی ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول (ان ربك لبالمرصاد)(۱۴:۸۹) سے غافل ہو جاتیں ہیں اور اس کی حرمت میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی صاحب مروت اس کو اچھا جانتا ہے۔ بلکہ یہ بھلا محسوس ہوتا ہے ان نفوس کو جن کے دل مردہ ہو گئے ہیں اور جو گناہوں میں لت پت ہیں۔

اور جب تیرے لئے ایک نئی بات بیان کرتا ہوں کہ وہ اس کو عبادات میں سے تصور کرتے ہیں نہ کہ ایسے معاملات سے جو حرام ہیں اور جائز نہیں ہیں۔

(انا لله وانا اليه راجعون)

اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا اور وہ عنقریب اسی حالت میں لوٹ آئے گا جس حالت میں شروع ہوا اور تعجب ہے ہمارے شیخ قشیری صاحب پر کہ وہ اس چیز کے بارے میں جس کو ہم نے جائز قرار دیا ہے فرماتے ہیں۔

''ہمارے آج کے مشکل دنوں میں برائی کو پہچان لیا گیا ہے اور نیکی سے نفرت کی جانے لگی ہے۔''

اور اہل علم کم تر درجہ والے اور اہل جہل بلند مرتبہ والے ہو گئے ہیں۔

اور وہ حق سے علیحدہ ہو گئے بس ان کا کیا بنے گا جو حق پر چلے سابقہ زمانہ میں۔

پس میں نے اہل تقویٰ اور دین دار لوگوں کو اس وقت کہا جب تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔

اپنے احوال کو نہ کوسو تحقیق تمہاری باری غربت والے زمانے میں آ گئی ہے۔

امام ابوعمر بن علاء نے یہ بات کہہ کر بڑا اچھا کام سرانجام دیا کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ عجیب چیز سے تعجب نہ کریں گے اور یہ کہ اس کے باوجود کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہوئے اور اسی مہینے میں وفات پائی۔ پس اس مہینے میں خوشی و مسرت اور سرور اس مہینے میں حزن سے اولیٰ نہیں ہے۔

اور یہ وہ چیز تھی جس کا بیان کرنا ہم پر واجب تھا اور اللہ سے ہم قبول کی اُمید کرتے ہیں۔

3- محدث امام ابن جوزی

(510-579ھ/1116-1201ء)

ہمیشہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ جب ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

(ابن جوزی، المیلاد النبوی ص 58)

4- امام شمس الدین الجزری علیہ الرحمہ

(660ھ/1262ء)

الجزری کی کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' میں یہ عبارت دیکھی ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اس سے پوچھا گیا اب تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں جل رہا ہوں تاہم ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ (ہر پیر کو) میری ان دوانگلیوں کے درمیان سے پانی (کا چشمہ) نکلتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں اور یہ تخفیف عذاب میرے لئے اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے محمد کی ولادت کی خوشخبری دی اور اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا۔ جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں مذمت نازل ہوئی کہ باوجود اس کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کی خوشی میں پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی تو پھر اس موحد (توحید پرست) امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پر خوشی ومسرت کا اظہار کرے اور حسب استعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے خرچ کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم بے شک اس کی جزا ربّ کریم ضرور دے گا اور اپنے فضل وکرم سے اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کرے گا۔

(سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: 65:66)(یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد 1: 366)

5-امام صدالدین موھوب بن عمرالجزری:

(590ھ/665ھ)

''شیخ امام علامہ صدالدین موھوب بن عمرالجزری الشافی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں اور بدعت مکروہ وہ ہے جس میں سنت کی بے حرمتی ہو اگر یہ پہلو نہ پایا جائے تو مکروہ نہیں اور انسان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی حسب توفیق ارادہ مسرت وخوشی کے اظہار کے مطابق اجروثواب پاتا ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ بدعت ہے لیکن اس بدعت میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے یا اسے غالب گمان ہے کہ اس کا سوال مسئول کی طبیعت پر گراں نہیں گزرے گا۔ وہ خوشی سے سوال کو پورا کرے گا تو ایسی صورت میں یہ سوال مباح ہوگا اور میں امید کرتا ہوں یہ عمل مبنی بر کراہت نہیں ہوگا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ جشن میلاد اصلاً بدعت ہے اور یہ تیسری صدی ہجری کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ کچھ محاسن اس کے برعکس پر مشتمل ہے تو جو کوئی اس کے محاسن کو اختیار کرے اور اس کے برعکس اعمال سے گریز کرے گا تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے اصل ثابت کی تخریج پر ظاہر ہوگئی ہے اور وہ صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تو ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس عمل سے اخذ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص دن عطائے نعمت یا دفع بلاء کے ذریعے احسان فرمایا ہو تو شکرانے کے طور پر اس دن کو منانا جائز ہے اور اس دن کی مثال ہر سال دہرائی جاتی ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ مختلف عبادات، سجدوں، روزوں، صدقات اور تلاوت کے ذریعے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے دن سے بڑھ کر بھلا کون سی نعمت عظیم ہو سکتی ہے۔

اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسی معین دن کو منایا جائے تاکہ یوم عاشورا کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مطابقت ہو اور اگر کوئی اس چیز کو ملحوظ نہ رکھے تو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ماہ کے کسی بھی دن منانے میں حرج نہیں بلکہ بعض نے تو اسے یہاں تک وسیع کیا ہے کہ سال میں سے کوئی دن بھی منالیا جائے۔

پس یہی ہے کہ جو کہ عمل المولد کی اصل سے متعلق ہے جبکہ وہ چیزیں جن پر عمل کیا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ ان میں اقتصاد کیا جائے جس سے شکر خداوندی سمجھ آئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ذکر، تلاوت، ضیافت صدقہ، نفیس، صوفیانہ کلام جو کہ دلوں کو

اچھے کاموں کی طرف راغب کرے اور آخرت کی یاد دلائے۔

6-امام نووی کے شیخ امام ابوشامہ علیہ الرحمہ:

(599-665ھ/1202-1267م)

''شہر اربل کو خدا تعالٰی حفظ و امان عطا کرے۔اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اظہار فرحت و سرور کے لئے صدقات و خیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ نیک کام کئے جاتے ہیں۔صاف ستھرے لباس پہنے جاتے ہیں یہ ایک حسین طریقہ ہے جو اگرچہ نو ایجاد ہے مگر اس کے حسین ہونے میں کلام نہیں کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف غرباء و مساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور پتا چلتا ہے کہ اظہارِ شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی کی بے حد تعظیم پائی جاتی ہے اور ان کی جلالت وعظمت کا تصور موجود ہے گویا وہ اپنے ربّ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے بے پایاں رحمت عطا فرمائی اور وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دے دیا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم ہے۔''

(الباعث علی انکار البدع والحوادث: 13)(صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد 1: 1365)

7-امام کمال الدین الادفوی علیہ الرحمہ

(1286ھ 1347ء)

''اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ایک مہربان دوست ناصر الدین محمود بن العماد حکایت کرتے ہیں کہ بے شک ابوطیب محمد بن ابراہیم البستی المالکی قوص کے رہنے والے تھے اور صاحب عمل علماء میں سے تھے۔اپنے دارالعلوم میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن محفل منعقد کرتے اور مدرسے میں چھٹی کرتے۔ استاذ سے کہتے اے

فقیہ! آج خوشی ومسرت کا دن ہے بچوں کو چھٹی دو پس ہمیں چھوڑ دیا جاتا۔
ان کا یہ عمل ان کے نزدیک میلاد کے اثبات اور اس کے جائز ہونے پر دلیل وتائید ہے۔ یہ شخص (محمد بن ابراہیم) مالکیوں کے بہت بڑے فقیہ اور ماہر فن ہوگزرے ہیں جو بڑے زہد وورع کے مالک تھے۔ علامہ ابوحیان اور دیگر علماء نے ان سے ہی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے 695ھ میں وفات پائی۔ (سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: 66، 67)

8-امام ذہبی علیہ الرحمہ

(673-748ھ)

''ملک المظفر کے محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے انداز کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ جزیرۃ العرب اور عراق سے لوگ کشاں کشاں اس محفل میں شریک ہونے کے لئے آتے ہیں اور کثیر تعداد میں گائیں، اونٹ اور بکریاں ذبح کی جاتی ہیں اور انواع واقسام کے کھانے پکائے جاتے ہیں وہ صوفیاء کے لئے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا ہے۔ اور واعظین وسیع وعریض میدان میں خطابات کرتے اور وہ بہت زیادہ مال خیرات کرتا۔ ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیئے۔ وہ منکسر المزاج، راسخ العقیدہ سنی تھا۔ فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں شاہ مظفر الدین ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اور وہ شخص جو اس محفل میں شریک ہوتا تھا اس کا کہنا ہے: میں نے اس کے دستر خوان پر سو قشلمیش پانچ ہزار مرغیاں، ایک لاکھ مٹی کے برتن اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال پائے۔''

(ذہبی سیر اعلام النبلاء، 16:275)

9-امام ابن کثیر علیہ الرحمہ

(701-774ھ/1301-1373ء)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی شاہ ابوسعید المظفر کا جشن میلاد

''شاہ اربل ملک مظفر ابوسعید کوکبری ابن زین علی بن تبلکتکین ایک سخی عظیم سردار اور بزرگ بادشاہ تھے جس نے اپنے بعد اچھی یادگاریں چھوڑیں۔ اس نے قاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کروائی وہ زیرہ کے پانی کو اس کی طرف لانا چاہتا تھا تو معظم نے اسے اس کام سے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ سفوح کے مقام پر مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے گا۔ وہ ماہ ربیع الاول میں میلاد مناتا تھا اور عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہادر دلیر، حملہ آور، جری، عقلمند اور عادل بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے اور اسے بلند رتبہ عطا فرمائے۔ شیخ ابوالخطاب ابن وجیہہ نے اس کے لئے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' رکھا۔ شاہ نے اس تصنیف پر اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ اس کی حکومت حکومت صلاحیہ کے زمانے تک رہی۔ اس نے عکا کا محاصرہ کیا اور اس سال تک وہ قابل تعریف سیرت و کردار اور قابل تعریف دل کا آدمی تھا۔ سبط جوزی نے بیان کیا ہے کہ مظفر کے دستر خوان میلاد پر حاضر ہونے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ اس میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے۔ دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ مٹی کے برتن اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال ہوتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میلاد کے موقع پر اس کے پاس بڑے بڑے علماء اور صوفیاء حاضر ہوتے تھے۔ وہ انہیں خلعتیں پہناتا اور عطیات پیش کرتا تھا اور صوفیاء کے لئے ظہر سے عصر تک سماع کراتا تھا اور خود بھی ان کے ساتھ رقص کرتا تھا ہر خاص و عام کے لئے ایک دار الضیافت تھا اور وہ حرمین شریفین و دیگر علاقوں کے لئے

صدقات دیتا تھا اور ہر سال بہت سے قیدیوں کو فرنگیوں سے چھڑاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے ان کے ہاتھ سے ساٹھ ہزار اسیروں کو رہا کرایا۔ اسی کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب کہتی ہے کہ اس کے ساتھ میرا نکاح میرے بھائی صلاح الدین ایوبی نے کر دیا تھا۔ اس خاتون کا بیان ہے کہ شاہ کی قمیض پانچ درہم کے برابر بھی نہ ہوتی تھی۔ پس میں نے اسے اس بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میرا پانچ درہم کے کپڑے کو پہننا اور باقی کو صدقہ کر دینا اس بات سے بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑا پہنوں اور فقراء اور مساکین کو چھوڑ دوں اور وہ ہر سال محفل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین لاکھ دینار اور مہمان نوازی پر ایک لاکھ دینار اور حرمین شریفین اور پانی پر حجاز کے راستے میں خفیہ صدقات کے علاوہ تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی وفات قلعہ اربل میں ہوئی اور اس نے وصیت کی کہ اسے مکہ لے جایا جائے مگر ایسا نہ ہوسکا اور اسے مزار علی میں دفن کیا گیا۔

10- امام شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی

(777ھ 842ھ)

''اپنی کتاب ''مَاوردالصادی فی مولدالہادی'' میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر سوموار کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھے:

(۱) جب ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے اور جس کی مذمت میں قرآن مجید کی سورت تبت یدا نازل ہوئی۔

(2) باوجود اس کے کہ جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ہمیشہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

(3) پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے تمام عمر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جشن منانے میں گزار دی اور توحید کی حالت میں

اسے موت آئی۔

11-امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ

(909-973ھ/1503-1566ء)

"ہمارے ہاں میلاد و اذکار کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ زیادہ تر بھلے کاموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مثلاً ان میں ذکر کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور صدقات دیئے جاتے ہیں یعنی غرباء کی امداد کی جاتی ہے۔" (ابن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ، 129)

12-شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ:

(958-1052ھ/1551-1642ء)

"ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔ اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔"

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ماثبت من السنۃ: 60)

13-امام زُرقانی علیہ الرحمہ

(1055-1122ھ/1645-1710ء)

"اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر "بدعت حسنہ" ہے (جیسا کہ) امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور "مدخل" میں ابن الحاج کے کلام سے بھی یہی مراد ہے اگرچہ انہوں نے ان محافل میں درآنے والی ممنوعات (محرمات) کی مذمت کی ہے لیکن اس

سے پہلے تصریح فرمادی ہے کہ اس ماہ مبارک کو اعمال صالحہ اور صدقہ خیرات اور دیگر اچھے کاموں کے لئے خاص کر دینا چاہئے۔ میلاد نامے کا یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔ حافظ ابو خطاب بن وجیہہ کا بھی یہی موقف ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب (التنویر فی المولد البشیر و النذیر) تالیف فرمائی جس پر بادشاہ مظفر ''شاہِ اربل'' نے انہیں ایک ہزار دینار (بطور انعام) پیش کیا اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے جو قوص کے رہنے والے تھے۔ یہ تمام علماءِ جلیل القدر مالکی ائمہ میں سے ہیں یا پھر یہ (عمل مذکور) بدعت مذمومہ جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ان کی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے۔ (بہر حال پہلا قول یہی زیادہ راجح اور واضح تر ہے بایں وجہ یہ اپنے دامن میں خیر کثیر رکھتا ہے۔ لوگ آج بھی ماہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماعات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں' نیکیاں کثرت سے کرتے ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی خصوصی برکات اور بے پناہ فضل و کرم ان پر ظاہر ہوتا ہے۔ (زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ 1:139)

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی علیہ الرحمہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میں ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) کھانے کا اہتمام نہ کر سکا مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔

رات کو میں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش وخرم تشریف فرما ہیں۔''

(شاہ ولی اللہ، الدر الثمین: 40)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ:

(1174ھ/1762ء)

''اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کر رہے ہیں اور وہ واقعات بیان کر رہے ہیں جو آپ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے ہیں اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہوگئی میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا بہرحال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا'' (شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین: 80، 81)

مفتی عنایت اللہ کاکوروی علیہ الرحمہ:

اہل حرمین کا معمول میلاد:

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت

درود کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکات عظیم ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کے ساتھ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

(کاکوروی، تواریخ حبیب الٰہ:15)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ:

(1233ھ/1317ھ)

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمام تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکت کا بعید نہیں۔

(مہاجر مکی، شمائم امدادیہ:94)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں:

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔ (مہاجر مکی، شمائم امدادیہ:88:87)

مشہور کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں:

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ:9)

''جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں۔''

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ

میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی محفل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہیے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے؟ یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے نہ کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز کام کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ مظہری: 435، 436)

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تصور بدعت

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت اور اس کے فضائل وثمرات کے مختصر بیان کے بعد اب ہم زیر نظر موضوع کی مناسبت سے بدعت کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کریں گے اور اس بے بنیاد تصور کا ازالہ کریں گے کہ ہر وہ کام جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی عہد خلافت راشدہ وعہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کا ثبوت ملتا ہے اسے اگر بعد میں کیا جائے تو قطع نظر اپنی اچھائی یا برائی کے وہ بدعت ہونے کی بناء پر کلیۃً ناجائز اور حرام تصور ہوگا۔

بدعت کا لغوی مفہوم:

''بدعت، عربی زبان کا لفظ ہے جو ''بدع'' سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے:

1- ''نئی چیز ایجاد کرنا اور اسے نیا بنانا کہ اس کی مثل چیز کا پہلے وجود نہ ہو۔''

(المنجد، 29 (مادۃ بدع)

2- حافظ ابن حجر عسقلانی لفظ بدعت کی لغوی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''بدعت کی اصل یہ ہے کہ اسے بغیر سابقہ نمونہ کے ایجاد کیا گیا ہو۔''

(عسقلانی، فتح الباری، 4: 219)

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر لفظ بدعت کے مشتقات بیان ہوئے ہیں جن سے مذکورہ معنی کی توثیق ہوتی ہے چند مقامات درج ذیل ہیں:

1- یہ کائنات نیست اور عدم تھی اور اس کو اللہ رب العزت نے کسی مثال سابق کے بغیر خلعت وجود عطا کیا تو لغوی اعتبار سے یہ بھی ''بدعت'' کہلائی اور اس بدعت کا خالق خود اللہ رب العزت ہے جو اپنی شانِ تخلیق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

''وہ اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا اور جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔'' (القرآن، البقرہ 117:2)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

''وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔'' (القرآن، الانعام 101:6)

آیت مذکورہ کا حوالہ دیتے ہوئے امام ابن حجر مکی بدعت کا لغوی مفہوم واضح کرتے ہیں۔

''بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کے متعلق فرمایا گیا۔''

'' آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا'' یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے (پہلی مرتبہ) پیدا فرمانے والا۔''

(بیان المولد والقیام:20)

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہو گیا کہ کائنات ارضی و سماوی کی تخلیق کا ہر نیا مرحلہ بدعت کہلاتا ہے اور وہ ہستی جو کسی ایسی چیز کو وجود عطا کرے جو پہلے موجود نہ ہو ''بدیع'' کہلاتی ہے۔

3- بدعت کے اس لغوی مفہوم کی وضاحت درج ذیل آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے:

’’آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول (تو) نہیں آیا‘‘۔ (القرآن، الاحقاف، 46: 9)

ان آیات مبارکہ سے، بدعت کا لغوی معنی خوب واضح ہو گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہر نئی چیز بدعت کہلاتی ہے جس کی مثل پہلے سے موجود نہ ہو۔

بدعت کا اصطلاحی مفہوم:

اصلاح شریعت میں بدعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فقہاء اور ائمہ حدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

1- امام نووی بدعت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

’’ہر وہ چیز جو کسی نمونہ کے بغیر عمل میں لائی جائے۔‘‘

(نووی، شرح الصحیح المسلم، 1: 285)

2- شیخ ابن رجب حنبلی جامع العلوم الحکم میں فرماتے ہیں:

’’بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو لیکن ہر وہ معاملہ جس پر دلیل شرعی موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہوگا۔‘‘ (ابن رجب، جامع العلوم والحکم، 1: 652)

3- امام ابن حجر عسقلانی بدعت کا لغوی مفہوم بایں الفاظ کرتے ہیں:

’’تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں کسی مستحسن کے تحت داخل ہے تو وہ اچھی ہے اور اگر وہ شریعت کی ناپسندیدگی کے تحت آتی ہے تو وہ غیر پسندیدہ ہوگی۔‘‘ (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 4: 219)

بدعت کا حقیقی تصور:

ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت کا حقیقی مفہوم بیان کیا جا رہا ہے جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ’’احادیث بدعت‘‘ کا حقیقی اطلاق کن کن بدعات پر ہوتا ہے۔

1۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

(مسلم، الصحیح، 3:1343، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ، رقم: 1718)

(احمد بن حنبل، المسند، 2:270، رقم: 26312)

(ابن حبان، الصحیح، 1:207، رقم: 26)

(دارقطنی، السنن، 4:224، رقم: 78)

(قضاعی، مسند الشہاب، 1:231، رقم: 359)

(بیہقی، السنن الکبریٰ، 10:119)

(ابن رجب، جامع العلوم والحکم، 1:58)

2۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

ان احادیث میں لفظ ''احدث'' ''مالیس منہ اور'' ''مالیس فیہ'' قابل غور ہیں۔ عرف عام میں ''احدث'' کا معنی دین میں کوئی چیز ایجاد کرنا ہے اور لفظ ''مالیس منہ'' ''احدث'' کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے کہ ''احدث'' سے مراد وہ نئی چیز ہو گی جو اس دین میں نہ ہو۔ حدیث کے اس مفہوم سے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ!

اگر ''احدث'' سے مراد'' دین میں کوئی چیز پیدا کرنا ہے تو جب ایک نئی چیز پیدا ہو رہی ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ مالیس منہ'' یا'' مالیس فیہ'' کیونکہ اگر وہ اس میں ہی تھی (یعنی اس دین کا حصہ تھی تو اس کو نئی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور جس کو نئی چیز کہہ دیا تو لفظ احدث ذکر کر دینے کے بعد اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ ''مالیس منہ'' کا اضافہ کیا جائے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس میں سے ہو تو نئی (محدثہ) نہ رہی اور اگر وہ

نئی ہے تو ''مالیس منہ'' کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیونکہ نئی چیز تو کہتے ہی اسے ہیں جو پہلے دین میں موجود نہ ہو اور جو پہلے سے دین میں موجود ہو تو پھر لفظ احدث چہ معنی دارد؟

اس حدیث پر غور کرنے سے یہ معنی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ وہ نیا کام مردود ہوگا جو دین کا حصہ نہ ہو جو نیا کام دین کے دائرے میں ہو وہ مردود نہیں مقبول ہے۔

مغالطے کا ازالہ اور ''فَھُوَ رَدٌّ'' کا درست مفہوم

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔''

۱۔ مسلم الصحیح ۔3:1343، کتاب الاقضیہ، احمد بن حنبل المسند، 6:170، رقم: 25511 احمد بن حنبل المسند، 6:256، رقم: 26234 دار قطنی، السنت، 4: 227 رقم: 81،

(منذری الترغیب والترہیب 1: 44، رقم: 77

ابن رجب جامع العلوم والحکم 1: 65

جزری تہذیب الکمال: 18: 369

شوکانی، نیل الاوطار، 2: 69)

اس حدیث میں ''لیس علیہ امرنا'' سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام (خواہ وہ نیک اور احسن ہی کیوں نہ ہو) مثلاً ایصال ثواب، میلاد اور دیگر سماجی، روحانی اور اخلاقی امور، اگر ان پر قرآن وحدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ اگر یہ معنی لے لیا جائے کہ جس کام کے کرنے پر حکم (قرآن وسنت سے دلیل) نہ ہو وہ حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات کا کیا ہوگا کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں جس کے کرنے کا شریعت میں حکم نہ ہو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت (من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه (فیه فهورد) میں ''فہورد'' کا اطلاق نہ صرف ''مالیس منہ'' پر ہوتا ہے اور نہ ہی فقط ''احدث'' پر بلکہ اس کا صحیح اطلاق اس صورت میں ہوگا جہاں یہ دونوں چیزیں (احدث اور مالیس منہ) جمع ہو جائیں یعنی مردود فقط وہی عمل ہوگا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل بھی دین میں نہ ہو اور کسی بھی ''محدثہ'' کے بدعت و ضلالت قرار پانے کے لیے دو شرائط کا ہونا لازمی ہے۔

1- دین میں اس کی کوئی اصل نہیں، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

2- یہ محدثہ نہ صرف دین کے مخالف اور متضاد ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور احکام سنت کو توڑے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اس کو ضرورت دین میں شمار کر لیا جائے۔ جس سے دین کی مخالفت بھی ہو ایسی بدعت کو ''بدعت سیئہ'' اور بدعت ضلالہ کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کل بدعة ضلالة سے بھی یہی بدعت مراد ہے نہ کہ ہر نئے کام کو ضلالۃ کہا جائے گا۔ ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔

''محدثات الامور'' کا حقیقی اطلاق

گزشتہ صفحات میں ''بدعت'' اور ''محدثات الامور'' پر علمی و قیاسی گفتگو کی گئی اور محض ان کا تصور بیان کیا گیا۔ اب ان کی عملی و اطلاقی صورت بیان کی جاتی ہے کہ وہ بدعات و محدثات کیا ہیں اور ان کا اطلاق کن چیزوں پر ہوگا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر دل میں اتر جانے

والی نصیحتیں فرمائیں۔ جن سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! یہ تو الوداعی نصیحت معلوم ہوتی ہے لہٰذا ہمیں وصیت فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور حاکم وقت کے فرمانبردار رہنے کی خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت جو رشد و ہدایت والے ہیں پر قائم رہنا لازم ہے۔ اس کو تھامے رہو اور اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔ دین میں جو نئے کام جاری کیے جائیں ان سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

(ابوداؤد، السنن 4:200، کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ، رقم: 4607

ترمذی الجامع، الصحیح 5:44، کتاب العلم، باب ماجاء فی الآخذ بالسنۃ، رقم: 2676

ابن ماجہ السنن، مقدمہ باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، 1:15، رقم: 46

ابن ماجہ السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین 1:17، رقم: 44

احمد بن حنبل، المسند 4:126)

مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ بدعت کے دراصل دو اطلاقات ہیں۔ ایک شرعی اور دوسرا اصطلاحی۔ شرعی اطلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو محدثات الامور کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ اس میں "کل بدعۃ ضلالۃ" درست ہے لیکن اصطلاحی اطلاق میں فقہاء مصطلحین اور محدثین کے نزدیک بدعت کی تقسیم (حسنہ اور سیئہ) لازم ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یعنی جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت جلد اختلاف کثیر دیکھ لے گا۔"

"اختلاف کثیر" کو تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے محدثات الامور فرمایا اور یہی "محدثات الامور بدعت" ہیں۔ اس ترتیب اور وضاحت پر غور کرنے سے واضح ہوتا

ہے کہ جو امور خلافت راشدہ میں ایجاد ہوئے وہ بھی بدعت ہیں لٰہذا یہ موقف مبنی پر صداقت نہیں ہے کہ خلافت راشدہ میں ایجاد ہونے والے امور بدعت نہیں۔ اس کی تائید اسی حدیث کے اگلے الفاظ سے ہو رہی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت راشدہ میں ظاہر ہونے والے ''اختلاف کثیر'' سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایاکم ومحدثات الامور کہ اے لوگو! میرے بعد عنقریب ظاہر ہونے والے محدثات یعنی (اختلاف کثیر) کے فتنہ سے بچتے رہنا کیونکہ ''فان کل محدثۃ بدعۃ'' ہر محدثہ بدعت ہے۔

مذکورہ روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''محدثات الامور'' کے نہ صرف حقیقی اطلاق بلکہ زمانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمادیا کہ تم میں سے جو چند دن جئے گا وہ ''اختلاف کثیر'' کی شکل میں ظاہر ہونے والی بدعتوں کو دیکھ لے گا اور اس وقت وہ سوچے گا کہ اب کس کی بات مانے اور کس طرف جائے؟ تو سن لو جو اس وقت میری اور میرے خلفائے راشدین کی راہ پر چلے گا اور اس راستے سے ہٹ کر چیزیں ایجاد کرے گا وہ ''محدثات الامور'' ہوں گے۔ ایسے امور بدعت ہوں گے اور ایسی بدعت ضلالت ہوگی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں جو بڑے بڑے احداث رونما ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

1- جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوئے اور ان کا یہ دعویٰ نبوت احدث فی الدین تھا جھوٹے مدعیان نبوت کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے۔

1- اسود عنسی کا دعویٰ نبوت:

یہ شخص اسود عنسی قبیلہ کا سردار تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا معروف مؤرخ احمد بن ابی یعقوب اپنی کتاب تاریخ الیعقوبی میں

لکھتے ہیں:

”اسود بن عنزہ عنسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی گئی تو اس نے اپنی نبوت ظاہر کر دی اور اس پر اس کی قوم نے اس کی اتباع کی بالآخر دو شخصیتوں قیس بن مکشوح اعرادی اور فیروز دیلمی نے اس کے گھر میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا جبکہ اس وقت وہ نشے کے عالم میں تھا“۔

(تاریخ الیعقوبی، 130:2)

مختلف کتب تاریخ میں اسود عنسی کا دعویٰ نبوت اور اس کا قتل ہونا مؤرخین و مفسرین نے تحریر کیا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

(بلاذری، فتوح البلدان: 1:125۔127)

(طبری، تاریخ الامم والملوک: 2:213۔217)

2- طلیحہ الاسدی

طلیحہ الاسدی کا تعلق بنو اسد کے قبیلے سے تھا اس قبیلہ نے بنو طے اور بنو غطفان میں بھی کافی اثر حاصل کیا، تاریخ طبری میں منقول ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد عرب کے خاص و عام سب مرتد ہو گئے اور مسیلمہ اور طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

بنو طی اور بنو اسد کے عوام طلیحہ کے ساتھ مل گئے اور غطفان سے لے کر اشجع تک حتیٰ کہ بعض علاقوں کے خواص (سردار و امراء وغیرہ) بھی مرتد ہو گئے اور اس کی بیعت کر لی۔

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں ایک لشکر طلیحہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ بزاخہ کے مقام پر دونوں

لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور معرکہ کا آغاز ہو گیا۔ اس جنگ میں عینیہ بن قرارہ سات سو افراد کے ساتھ طلیحہ کی حمایت میں جنگ میں شریک ہوا جو سب جواں مردی سے لڑے طلیحہ اپنے اونی خیمہ میں چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا۔ دوران جنگ عینیہ نے تین دفعہ طلیحہ کے پاس آ کر پوچھا کہ جبرائیل آئے کہ نہیں لیکن جواب ناں میں پاتا جب تیسری دفعہ پوچھا تو طلیحہ نے کہا کہ ہاں تو عینیہ نے پوچھا کیا کہا تو اس نے کہا:

''جبریل نے کہا ہے کہ تیرے لئے شدت جنگ ایسی ہو گی جس کو تو ناپسند کرے گا اور ایک ایسا واقعہ ہو گا جو کبھی فراموش نہ ہو گا۔''

یہ سن کر عینیہ۔ نے جان لیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے پس اس نے جا کر میدان جنگ میں کہا کہ طلیحہ جھوٹا ہے۔ لڑائی چھوڑ و اور اپنی اپنی جان بچاؤ۔ بعض لوگ طلیحہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اب کیا کریں تو اس نے ان کو کہا کہ بھاگ جاؤ۔ اس جنگ کے بعد چھ قبائل نے اسلام قبول کیا پھر کچھ عرصہ بعد طلیحہ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(طبری، تاریخ الامم والملوک: 2: 229)' (ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 2: 476)' (ابن اثیر الکامل فی التاریخ 2: 343، 349)' (ابن حبان، السیرۃ النبویہ، 1: 432)۔

3- مسیلمہ کذاب:

مسیلمہ کذاب کا تعلق عرب کے ایک بڑے قبیلہ بنوخلیفہ سے تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی یہ سارا قبیلہ مرتد ہو چکا تھا۔ مسیلمہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مدعیان نبوت نے سر اٹھایا تو مسیلمہ ان میں پیش پیش تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابی جہل کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد شرحبیل کو روانہ کیا۔ عکرمہ نے مسیلمہ کے ساتھ جنگ لڑی مگر کامیابی نہ حاصل ہوئی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یمامہ کی طرف ایک لشکر کے

ساتھ بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید اور شرحبیل رضی اللہ عنہ نے مل کر مسیلمہ کذاب سے جنگ کی۔ اس سے پہلے صرف شرحبیل نے عجلت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ کی تھی جس سے نقصان اٹھایا۔ حضرت خالد بن ولید نے یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے جنگ کی۔ لڑائی کے دوران مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے قتل کر دیا اور اس طرح یہ فتنہ خلافت ابوبکر صدیق کے دور میں اپنے انجام کو پہنچا۔

تقریباً تمام مؤرخین اور مفسرین نے مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعویٰ نبوت کا ذکر بڑی تفصیل سے اپنی کتاب میں مختلف انداز میں تحریر کیا ہے جن میں چند یہ ہیں۔

(طبری۔ تاریخ الامم والملوک، 2:243۔251)

(ابن خلدون تاریخ ابن خلدون۔ 2:480)

(امام ذہبی، تاریخ الاسلام، عہد الخلفاء الراشدین: 38، یعقوبی تاریخ الیعقوبی 2:130)

(ابن اثیر الکامل فی التاریخ 2:360)

2- فتنہ ارتداد:

احداث کی شکل میں ایک اور فتنہ ارتداد رونما ہوا۔ عرب کے عوام و خواص اسلام سے پھر گئے اور دوبارہ اپنی پرانی روش پر چل نکلے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔

1- امام طبری فرماتے ہیں کہ

"مجالد بن سعید روایت کرتے ہیں کہ جب اسامہ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر روانہ ہوئے تو ان کے بعد سرزمین عرب اسلام سے باغی ہو گئی اور تمام قبائل چاہے عام ہو یا خاص سوائے قریش کے اور ثقیف کے کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے لوگ مرتد نہ ہو گئے ہوں۔ (طبری، تاریخ الامم والملوک 2:254)

2- امام سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں رقم طراز ہیں:

"12ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہلیان بحرین کے مرتد

ہونے پر علاء بن حضرمی کو بحرین روانہ کیا تو ان کا آمنا سامنا جواثی کے مقام پر ہوا تو مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور اسی طرح عکرمہ بن ابی جہل کو مرتدین عمان کی سرکوبی کے لئے اور مہاجر بن ابو امیہ کو اہل نجیر جو کہ مرتدین ہو گئے تھے کے لئے اور زیاد بن لبید کو مرتدین کی دیگر جماعتوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔'' (سیوطی، تاریخ الخلفاء، 76)

3- فتنہ منکرین زکوٰۃ:

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پورے عرب میں فتنہ ارتداد پھیل جانے کے ساتھ ساتھ قبائل میں سے بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر نے کہا:

''آپ کس چیز پر لوگوں کو قتل کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں اس وقت تک قتال کروں گا جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ دیں اور جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو اس کے مال و جان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے مگر جو اس کا حق ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہوگا۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم میں اس کے خلاف ضرور لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو اس کے ترک کرنے پر بھی ان سے ضرور قتال کروں گا۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی قسم! اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ کھول دیا تو میں جان گیا کہ ابوبکر صدیق حق پر ہیں:

''لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی [illegible] نے حضرت خالد [illegible] رضی اللہ

عنہ کو ان عرب قبائل کی طرف روانہ کیا جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔"

4-فتنہ خوارج:

مؤرخین کی کتب سے پتا چلتا ہے کہ گروہ خوارج کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوئی۔ جب صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ میں کئی روز تک لڑائی جاری رہی جس کے نتیجہ میں ہزار ہا صحابہ کرام شہید ہوئے بالآخر فیصلہ کیا گیا کہ طرفین سے دو معتمد اشخاص کو حکم بنایا جائے جو قرآن وسنت کے مطابق کوئی ایسی تدبیر نکالیں جس سے لڑائی کا خاتمہ ہو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص مقرر ہوئے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا جس کے نتیجہ میں لڑائی ختم ہوگئی۔

پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لے کر ہر ہر قبیلہ کے افراد کو سنانا شروع کر دیا جب وہ بنی تمیم کے لوگوں کے پاس آئے جن میں ابو بلال کا بھائی عروۃ بن ادیہ بھی تھا اور ان کو پڑھ کر سنایا تو عروہ نے کہا:

"تم اللہ کے امر میں انسانوں کو حکم بناتے ہو سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں ہے۔"

(طبری، تاریخ الامم والملوک، 3، 104)(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3، 196) (ابن جوزی، المنتظم، 5، 123)

اس نے یہ کہہ کر اشعث بن قیس کی سواری کے جانور کو تلوار ماری جس سے آپ رضی اللہ عنہ نیچے آ پڑے۔ اس پر آپ کے قبیلہ والے اور ان کے لوگ جمع ہو گئے اور جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین سے واپس کوفہ پہنچے تو ان کو خوارج کے اس عمل سے آگاہی حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''بات تو حق ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان پر دلیل لائیں گے اور اگر وہ ہمارے خلاف نکلے تو ہم ان سے لڑیں گے۔ خوارج کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانا شروع کر دیا اور لوگوں کو پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکلنے کا مشورہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل کو بدعت ضلالۃ تک کہا گیا آخر کار ان لوگوں نے آپس کے مشورہ سے ''الحکم اللہ'' کے اجراء کے لئے نہروان کے مقام کو پسند کیا اور سب وہاں جمع ہو گئے۔

نہروان کے مقام پر ان خارجیوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا آپس میں لڑائی کا اس وقت تک آغاز نہ ہوا جب تک انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت علی نے فرمایا۔

> ''اس قوم کو لو (یعنی قتل کرو) جندبؓ فرماتے ہیں: جب ہم نے نماز ظہر سے قبل اپنے ہاتھوں سے آٹھ خوارج کو قتل کیا اور ہم میں سے دس شہید نہ ہوئے اور ان میں سے دس آدمی نہ بچے''۔

(طبرانی المعجم الاوسط، 227:4، رقم 4051، ہیثمی مجمع الزوائد، 227:4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں یوں فتنہ خوارج اپنے انجام کو پہنچا۔ یہی وہ فتنے تھے جن کی طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اجتماع میں اشارہ فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک فرما جانے کے بعد نمودار ہوئے جن کو محدثات الامور کا نام دیا گیا۔

''محدثات الامور کس سطح کے امور کو کہا جائے گا؟''

حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''محدثات الامور'' اور بدعت ضلالت سے مراد چھوٹے اور ہلکی نوعیت کے اختلافات نہیں بلکہ اس سے مراد اس سطح کے فتنے ہیں کہ ان میں سے ہر فتنہ ''خروج عن الاسلام'' اور ''ارتداد'' کا باعث بنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت اور امر دین کو کاٹے اور اختلاف کثیر بن کی کرامت میں ظاہر ہو مثلاً اگر کوئی شخص تحریف قرآن جہاد کی منسوخی سود کا جواز ارکان اسلام میں کمی یا زیادتی وغیرہ کا عقیدہ گھڑ لے تو اس کو بدعت کہیں گے مگر چھوٹے چھوٹے فروعی اور نزاعی مسائل مثلاً میلاد، عرس، ایصال ثواب وغیرہ کو بدعات و گمراہی اور محدثات الامور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سے نہ تو خروج عن الاسلام لازم آتا ہے اور نہ ہی ارتداد بلکہ یہ اصلاً شریعت سے ثابت ہیں پس ''محدثات الامور'' ان فتنوں کو کہا گیا جن کی وجہ سے امت میں اختلاف کثیر پیدا ہوئے۔ امت آپس میں بٹ گئی حتیٰ کہ الگ الگ لشکر بنے جنگیں ہوئیں اور ہزاروں افراد اس فتنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

ہمارے اس موقف کی تائید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کئے جاؤ گے۔'' پھر آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ''جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی بار پیدا کیا تھا ہم اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے ہم (یہ اعادہ) ضرور کرنے والے ہیں ○ پھر فرمایا سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ سنو! بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں طرف سے پکڑ لیا جائے گا میں کہوں گا۔ اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں۔ کہا جائے گا۔ آپ از خود نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کہوں گا) اور میں ان کے عقائد و اعمال پر اس وقت تک خبردار رہا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی ان حالات پر

نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے ۝ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے ۝ پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرتے رہے''۔

(بخاری الصحیح 4:1691، کتاب التفسیر، بخاری الصحیح 4:1766 کتاب التفسیر، بخاری الصحیح، 5:2391 کتاب الرقاق)

2- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا پس تم اس بات سے ڈرنا کہ کہیں تم مجھ سے ایسے نہ ہٹا دیئے جاؤ جیسے بھٹکے ہوئے اونٹ کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ میں کہوں گا ایسا کیوں ہوا؟ کہا جائے گا: آپ (ازخود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں پس میں کہوں گا: (ان سے) دوری ہو۔''

(مسلم، الصحیح، 4:1795، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم رقم: 2295 طبرانی، المعجم الکبیر، 3، ج297، رقم: 661)

2- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور تم میں سے کچھ آدمی مجھ پر پیش کئے جائیں گے پھر وہ مجھ سے جدا کر دیئے جائیں گے تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ آپ ازخود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟''

(بخاری، الصحیح، 5:2404، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: 6205)

مسلم، الصحیح، 4:1796، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبیناA، رقم: 2297)

(احمد بن حنبل، المسند، 1:439، رقم: 4180)

(شاشی، المسند، 2:41، رقم: 518)

(ابن عبدالبر، التمہید، 2:296)

4۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری مصاحبت اختیار کرنے والوں میں سے بعض آدمی قیامت کے روز حوض کوثر پر آئیں گے یہاں تک کہ میں انہیں دیکھوں گا اور وہ مجھ پر پیش کئے جائیں گے پھر انہیں مجھ سے جدا کر دیا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! میرے ساتھی میرے ساتھی تو مجھے کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔

(مسلم، الصحیح، 4:1800، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم رقم: 2304)

بخاری الصحیح، 5:2406، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: 6211

عبد بن حمید، المسند، 1:365، رقم: 1213)

ان احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں کہ جب کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جایا جارہا ہوگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے ''یا ربّ اصحابی'' اے اللہ! یہ تو میرے صحابی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب ملے گا۔

''اے حبیب! آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا:

احدثوا (یعنی بدعتیں ایجاد کی تھیں)''

اہم نکتہ:

ان احادیث میں دراصل بعد میں آنے والی امت کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یا ربّ اصحابی کے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ یہاں پر ان مرتدین کا بیان ہو رہا ہے جو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسلام قبول کر کے داخل صحابیت ہو گئے تھے اور بعد میں مرتدین، منکرین زکوٰۃ، جھوٹے مدعیان نبوت اور خوارج ہو گئے۔

پہلی حدیث پاک کے اگلے حصہ میں ہمارے اس موقف پر کہ ''احدثوا'' سے مراد ارتداد ہے پر صراحۃً دلیل آ رہی ہے کہ (جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑھیوں کے بل دین سے پھر گئے) پس احداث کے مرتکبین کو حدیث نے صراحۃً مرتدین کہا ہے لہٰذا یہ چاروں طبقات (مدعیان نبوت، منکرین زکوٰۃ، ارتداد کے مرتکبین، خوارج، صحیحین کی روایات کے مطابق محدثات کے مرتکبین تھے) اور حدیث نے ''احداث'' کے معنی کو ''ارتداد'' کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ پس اب یہاں اُحداث کا معنی ارتداد ہو گا اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعث ارتداد ہو وہ بدعت وضلالت ہے لہٰذا بدعت سے مراد فقط فتنہ ارتداد اور اس کی مختلف شکلیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئیں یا بعد میں پیدا ہوں گی۔

مباح بدعت کی قبولیت اور قرآن:

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن وحدیث سے متصادم ہی ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو نہ تو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور نہ ہی روح شریعت کے منافی ہیں۔ اسی لئے اسے ''بدعت مباحہ'' کہتے ہیں اور نظر انداز کر کے ہر نئے کام کو بغیر اس کی ماہیت، افادیت، مقصدیت اور مشروعیت کے تجزیئے کے بدعت قرار دے کر مذموم تصور کر لیا جائے تو عہد خلافت راشدہ سے لے کر آج تک لاکھوں شرعی اجتہادی اور اجتماعی فیصلے، احکام مذہبی اصول اور معاملات (معاذ اللہ) ضلالت وگمراہی قرار پائیں گے اور ہمیشہ کے لئے دینی معاملات میں اجتہاد واستحسان اور مصالح واستصلاح کا دروازہ بند ہو جائے گا جس سے لامحالہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کا قابل عمل ہونا بھی ناممکن ہو گا پس اگر عمل نہ کتاب میں مذکور ہو نہ اس امت کے رسول نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہو اور بعد ازاں امت کے صلحاء اور علماء نے از خود اس

امت کوایسا کرنے کا حکم دیا ہواور بعدازاں اس کا محرک رضائے الٰہی کا حصول ہوتو ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

(بخاری الصحیح، 3:1، کتاب بدء الوحی رقم: 1 ابو داؤد، السنن، 272:2، رقم: 2201 ابن ماجہ، السنن، 1413:2، رقم، 4227) کے تحت یہ بدعت بھی عنداللہ مقبول اور باعث اجروثواب قرار پا جائے گی۔ اسی کو بدعت حسنہ یا امر مستحسن کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''پھر ہم نے ان کے پیچھے اس راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اوران کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا انہیں انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے صحیح پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود وضع کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی (ہاں) مگر انہوں نے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے وضع کی اس لئے ہم نے اسے قبول کر لیا لیکن وہ اس کے جملہ تقاضوں اور آداب کا لحاظ قائم نہ رکھ سکے پس ان میں سے جو لوگ ایماندار تھے ہم نے انہیں ان کا اجر عطاء کیا مگر ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔ (القرآن الحدید: 27:57)

اس آیہ کریمہ میں قرآن وسنت کے کسی حکم کے بغیر ازخود کسی بدعت کوایجاد کرنا اور پھر عنداللہ اس کے مقبول ہو جانے کے حوالے سے چند اہم نکات جنہیں ذیل میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔

1- ورھبانیۃ ابتدعوھا:

آیت کے الفاظ میں ''ابتدعوہا'' بدعت سے مشتق ہے یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ دین عیسوی میں اصلاً رہبانیت فرض نہ کی گئی تھی بلکہ اس کا تعلیمات مسیح میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ بعد کے لوگ نے اسے ازخود بدعت کے طور پر ایجاد کرلیا تھا۔

2- ماکتبنھا علیھم:

یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ عمل رہبانیت لوگوں نے بغیر کسی حکم کے شروع کرلیا تھا اور

دوسری بات اس سے یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ ربّ العزت نے رہبانیت کی فرضیت یا وجود کی تو نفی کی ہے مگر اس کی مشروعیت کی نفی نہیں کی یعنی اس ... ام یا نا جائز نہیں کیا۔

ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ یہ اسی لئے کہ پہلی شریعت میں رہبانیت موجود تھی اور عمل مشروع تھا اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ پہلی شریعت میں رہبانیت کہاں سے آئی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرمارہا ہے کہ "ما کتبنھا علیھم" کہ میں نے تو اسے شریعت میں نازل کیا ہی نہیں۔

اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ہر وہ حکم جو منزل من اللہ یا مقرر من الرسول نہ تھا وہ مقاصد حسنہ اور نیک نیتی کی وجہ سے مستحسنات میں داخل ہو گیا اور اسے عزیمت میں جگہ مل گئی۔ اسی طرح رہبانیت بھی بدعت حسنہ ہونے کی وجہ سے شریعت میں داخل ہو گئی لہٰذا اس پر اجر و ثواب متحقق ہو گیا۔

3- الا ابتغاء رضوان اللّٰہ:

ان لوگوں نے یہ بدعت رضائے الٰہی کے حصول کے لئے زیادہ ریاضت و مجاہدہ اور عبادت و مشقت کے طور پر اختیار کی تھی چونکہ یہ کام نیک نیتی کے طور پر کیا گیا اس لئے باری تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا۔ پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی عمل فی نفسہٖ "بدعت" ہو پھر بھی وہ رضائے الٰہی کے حصول کا باعث بن سکتا ہے اور نیک نیتی کی وجہ سے عمل مقبول ہو سکتا ہے یہیں سے "بدعت" "حسنہ" ہو پھر بھی وہ رضائے الٰہی کے حصول کا باعث بن سکتا ہے اور نیک نیتی کی وجہ سے عمل مقبول ہو سکتا ہے۔ یہیں سے "بدعت حسنہ" کا تصور ابھرتا ہے۔

4- فمار عوھا حق رعایتھا

اس مبنی بر اخلاص "بدعت" کو اختیار کرنے کے بعد ضروری تھا کہ رہبانیت کے جملہ تقاضے کما حقہ پورے کئے جاتے تا کہ اس سے صحیح روحانی فائدہ میسر آتا لیکن ان میں سے اکثر افراد بالالتزام ان تقاضوں کو پورا نہ کر سکے۔ اس لئے انہیں نافرمان قرار دیا گیا۔

5-فآتینا الذین امنوا منھم اجرھم:

جن افراد نے اہتمام کے ساتھ اس بدعت حسنہ رہبانیت کے تقاضوں کو پورا کیا اللہ ربّ العزت نے ان کی محنت قبول کی اور انہیں اجروثواب سے نوازا۔

تصور بدعت سے متعلق دو اہم امور

مذکورہ بحث سے دو امور پر روشنی پڑتی ہے۔

1-رضائے الٰہی کی خاطر کیا گیا نیا کام مطلقاً ناجائز نہیں

ایک یہ کہ رضائے الٰہی کی خاطر کوئی نیا کام جسے عرف عام میں بدعت کہتے ہیں کیا جائے جو فی نفسہٖ خلاف شریعت نہ ہو تو اسلام اس کو قبول کرتا ہے۔ امر مستحسن کے طور پر اس کام پر اجروثواب اور فوائد و برکات بھی متحقق ہوتی ہے۔ ایسے امور شریعت میں مشروع حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو مطلقاً ناجائز سمجھنا زیادتی ہے۔

ایسے نئے امور اپنی اصل کے لحاظ سے تو بدعت ہی شمار کئے جاتے ہیں جن کی اصل قرآن وسنت میں نہ ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر کام از روئے شرع اس لئے ناجائز اور حرام ہوگا کہ وہ نیا ہے۔

اگر شرعی اصولوں کا معیار یہ قرار پا جائے تو تعلیمات دین اور شریعت کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آ جائے گا کیونکہ اجتہاد کی ساری صورتیں اور قیاس، استحسان استنباط اور استدلال وغیرہ کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم وفنون مثلاً اصول تفسیر وحدیث فقہ واصول ان کی تدوین وتدریس ان کو سمجھنے کے لئے صرف و نحو، معانی، منطق وفلسفہ اور دیگر معاشرتی ومعاشی علوم، جو تفہیم دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں۔ ان کا سیکھنا سکھانا حرام قرار پائے گا کیونکہ ان کی اصل قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام کے عمل سے ان کی تصدیق وتوثیق ہوتی ہے۔ انہیں تو بعد میں ضرورت کے پیش نظر علماء ومجتہدین اسلام نے وضع فرمایا۔ یہ

سارے کے سارے علوم وفنون اپنی ہیئت کے اعتبار سے نئے ہیں اور لغۃً یہ بھی بدعت کے زمرے میں آتے ہیں۔

اگر ہر نیا کام بدعت ٹھہرے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی قرار پائے تو اس معنی کے اعتبار سے مدارس کی مروجہ تعلیم وتدریس گمراہی قرار پائے گی کیونکہ موجودہ ضابطے کے تحت تدریس نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی نے تعلیم حاصل کی تھی بلکہ قرآن حکیم کا موجودہ صورت میں جمع کیا جانا اور اس پر نقطے اور اعراب لگوانا گمراہی کہلائے گا نیز مسجدیں پختہ کرنا ان میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مختلف زبانوں میں خطبات اور مساجد کی تزئین وزیبائش کے جملہ انتظامات بھی ناجائز اور حرام ٹھہریں گے۔

الغرض اس مفہوم کے تحت دین اسلام کے بے شمار حقائق اور اس کی متعدد تعلیمات بدعت کے زمرے میں آکر خارج دین قرار پائیں گے۔

غلط فہمی کے نتائج:

ہر نئی چیز کو بدعت جان کر گمراہی پر محمول کرنا نہ صرف ایک غلط فہمی اور مغالطہ ہے بلکہ علمی وفکری اعتبار سے باعث ندامت اور قابل افسوس نقطہ نظر ہے اگر بدعت کے اس مفہوم کو گمراہی کا معیار قرار دے دیا جائے تو عصر حاضر اور اس کے بعد ہونے والی تمام علمی وسائنسی ترقی سے آنکھیں بند کر کے ملت اسلامیہ دوسری تمام غیر دینی، باطل اور طاغوتی اقوام کے مقابلے میں عاجز، محتاج اور عصری تقاضوں سے نابلد وناآشنا ہو کر رہ جائے گی۔ وعدۂ خداوندی کے تحت دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے اور اسلامی تہذیب وثقافت، مذہبی اقدار اور نظام حیات میں برتری اور ارتقاء کے حصول کی کوششیں غیر موثر ٹھہریں گی۔

۲-بدعت حسنہ کے مقاصد کا حصول ضروری ہے

دوسرے یہ معلوم ہوا کہ جس مقصد کے لئے وہ بدعت حسنہ وضع کی گئی ہو اس سے وہ مقصد بجا طور پر پورا ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بدعت حسنہ کے تصور کا سہارا لے کر کسی کام کو جاری تو رکھ لیا جائے لیکن اس کی اصل روح افادیت اور مقصدیت باقی نہ رہے بلکہ محض ایک رسم بن کر رہ جائے جیسا کہ بے عملی کی وجہ سے اکثر ہو جاتا ہے۔ یہ اقدام نافرمانی قرار پا جائے گا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ ایسے معاملات ''بدعت حسنہ'' یعنی مستحسنات'' ہی رہنے چاہئیں ان کو ''ضروریات دین'' نہیں سمجھا جا سکتا۔ بدعت کے جس تصور کی احادیث میں مذمت آئی ہے اس سے مراد کسی نئے کام کو دین میں شمار کیا جائے یعنی اس کا ترک گویا کسی فرض واجب یا سنت کا ترک تصور ہونے لگے۔ اس سے اس کو ''بدعت سیہ'' کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اگر وہ امر اعتقاداً ضروریات دین کا حصہ قرار نہ پائے لیکن عادۃً اور مصلحۃً جتنا بھی ضروری اور معمول بہ تصور ہو وہ جب تک شریعت کے ساتھ متصادم نہ ہوا سے قطعاً ناجائز تصور نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر بدعت بھی رضائے الٰہی کے نصب العین کے تحت وضع کی جائے تو اسے بھی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل ہو جاتا ہے یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اس طرح اسلام کے اندر شرعی محرمات اور نواہی کے جواز کی قطعاً کوئی صورت پیدا نہیں کی جا سکتی۔

شریعت اسلامی اور فلسفہ حلال وحرام:

اسلام کے دامن میں کوئی تنگی یا محدودیت نہیں بلکہ یہ ایک آسان، واضح اور قابل عمل دین ہے۔ شریعت مطہرہ میں کوئی شے اس وقت ناجائز قرار پاتی ہے جب اس کو قرآن وسنت یا اجماع ازروئے شرع ناجائز قرار دیں جس کو قرآن وسنت نے صراحت کے ساتھ ناجائز نہیں کیا اسے ازروئے شرع بھی ناجائز تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ شریعت اسلامیہ کا وجود جائز اور حلال چیزوں کے گنوانے پر مبنی نہیں بلکہ شریعت نے

ناجائز اور حرام چیزوں کی فہرست مہیا کر دی جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ واضح احکام پر مشتمل ہے مثلاً خنزیر، بہتا ہوا خون، مردار اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانوروں کے گوشت وغیرہ کو بالصراحت حرام قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح دیگر مشروبات و ماکولات، رشتوں، معاملات اور عقائد میں سے جملہ محرمات گنوا کر آگاہ کر دیا گیا کہ فلاں فلاں اشیاء تمہارے لئے حرام ہیں اور ان کے علاوہ جو کچھ تمہارے لئے مسخر کیا وہ حلال اور جائز ہے۔

1- اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (القرآن۔البقرہ،۲:۲۹)

2- مزید فرمایا

''اور اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری اشیاء مسخر کر دیں۔''

3- حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کیں اور ان پر اسے جائز استعمال کا اختیار دے کر احسان فرمایا۔ اگر وہ خالق کائنات، رحمٰن اور رحیم خود انسان پر ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا دیتا اور انہیں ان سے مستفید ہونے کی اجازت نہ دیتا تو اس کا کیا ہوا یہ وعدہ کیونکر اس کے رب العالمین ہونے پر شہادت فراہم کرتا جس میں ارشاد ہوتا ہے: (القرآن، الجاثیہ ۴۵:۱۳)

''کیا تم نے (اس حقیقت پر) غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ساری اشیاء (ضرورت) تمہارے لئے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اتمام و اظہار فرمایا ہے۔''

ان آیات کے تحت حلال اور جائز اشیاء کے عموم کے پیش نظر جب ہم حرام اشیاء پر غور کرتے ہیں تو یہاں بھی ہمیں اس کی رحمتوں اور بے پایاں مہربانیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو اشیاء بھی اسلام میں حرام ٹھہرائی گئی ہیں خود ان کا حکم اللہ رب

العزت نے دیا ہو یا اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے تشریعی و تکوینی اختیارات سے حرام ٹھہرایا ہو دونوں اعتبارات سے وہ حکم کسی خاص مصلحت اور حکمت کے پیش نظر وارد ہوا مثلاً اسلامی شریعت کی رو سے حرام کی گئی اشیائے خورد ونوش میں جو قباحتیں اور ضرر رسانیاں ہیں انہیں جدید سائنسی تحقیقات آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آشکار کر رہی ہیں۔

محض ''بدعت'' کہنے سے کوئی چیز مشروع یا غیر مشروع نہیں ہوتی

کسی عمل کو فقط ''بدعت'' کہنے سے وہ نا جائز نہیں ہوتا کیونکہ لغوی اعتبار سے کسی عمل کا بدعت ہونا فقط اتنا ثابت کرے گا کہ اس پر قرآن و حدیث اور عمل صحابہ سے کوئی سند اور دلیل نہیں ہے لہٰذا وہ اباحت کی مثل ہو جائے گا پس ثابت ہوا کہ کسی چیز کا محض نیا ہونا اس کی حرمت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کسی بھی نئے عمل کی حلت و حرمت کو جاننے کے لئے اسے دلیل شرعی کی طرف لوٹایا جائے گا اگر وہ عمل موافق دلیل ہو تو بدعت حسنہ کہلائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی کام کو نہ کرنا اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہر وہ عمل جس کو خود اللہ نے قرآن میں بیان نہیں کیا اور اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا وہ بھی حرام ہو جاتا کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے ترک سے کوئی کام بدعت سیئہ بن جاتا ہے تو کیا قرآن میں ترکِ ذکر سے وہ بدعت نہیں بنے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً بلکہ بطریق اولیٰ بدعت مذمومہ بنے گا۔

1۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے ساری حرام چیزیں بیان کر دیں اور جن چیزوں کے بارے میں خاموش ہے وہ جائز ہیں۔ قرآن کا قاعدہ ہے کہ!

''اس نے تمہارے لئے ان (تمام) چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں۔'' (القرآن، الانعام 4:119)

اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جن کا ذکر نہیں کیا گیا وہ حلال ہیں کیونکہ ترک ذکر کا مطلب یہی ہے کہ وہ مباح ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ترکِ ذکر اباحت کی دلیل

ہے نہ کہ حرمت کی۔

۲- ایک اور مقام پر قرآن محرمات (وہ عورتیں جن سے شادی کرنا ممنوع ہیں) کے بارے میں ارشاد فرما کر کہتا ہے

''اور اس کے سوا تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں''۔ (القرآن، النساء، ۴: ۲۴)

اس آیت مبارکہ میں قرآن میں واضح کر دیا کہ ترک ذکر حرمت کی نہیں بلکہ حلت کی دلیل ہے تو جب قرآن میں ترک ذکر حلت کی دلیل ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ترک کیسے حرمت بن گیا۔

قابل توجہ نکتہ

اس تصریح کے بعد یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اگر اس چیز کا نام ہو کہ جسے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز اور حلال فرمایا اور اس کو جائز اور جس پر شریعت خاموش ہے اس کو ناجائز اور حرام ٹھہرالیا جائے تو پھر روزمرہ زندگی میں صبح شام ہزاروں امور ایسے ہیں جن کا حکم نہ اللہ نے دیا ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بظاہر کچھ فرمایا ہے مثلاً ہمارے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور بچھونے میں غرضکہ ہمارا ہر لمحہ حیات ایسی چیزوں سے وابستہ ہے جو ہماری زندگی میں جزو لا ینفك کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں تو وہ بھی حرام ٹھہریں گی اور اس طرح ان لاکھوں نئے معاملات میں گھری ہوئی ہماری مکمل زندگی اس تصور بدعت کے زمرے میں آئے گی کیونکہ یہ معاملات وہ ہیں جن کے متعلق قرآن وسنت کے صریح احکامات موجود نہیں ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اشکال کا بھی حل فرمادیا۔

۱- ایک بار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور دوسری اشیاء خوردنی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرا دیا ہے اور وہ اشیاء جن کے

بارے میں سکوت اختیار فرمایا گیا ہے تو وہ تمہارے لئے معاف ہیں۔''

(ترمذی، الجامع الصحیح، 4:220، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، رقم:1726

ابن ماجہ، السنن، 2:1117، کتاب الاطعمۃ باب اکل الجبن والسمن، رقم:3367

طبرانی، المعجم الکبیر:250، رقم:6124

حاکم المستدرک، 4:12، رقم:7115

بیہقی، السنن الکبریٰ:10:12)

2۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''بے شک اللہ نے کچھ باتیں فرض کی ہیں انہیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائی ہیں ان کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بغیر بولے سکوت فرمایا ہے ان کی کھوج نہ لگاؤ۔''

(دارقطنی، السنن، 4:184 رقم:42)

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس بات کی میں نے تم پر تنگی نہیں کی اس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی امتیں اپنے انبیاء سے کثرت سوالات کرنے اور ان سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں پس جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے بقدر ضرورت بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔''

4۔ درج بالا حدیث مبارکہ ان الفاظ سے بھی مروی ہے۔

''جس بات کی میں نے تم پر تنگی نہیں کی اس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی امتیں اپنے انبیاء سے کثرت سوال کرنے اور ان سے اختلافات کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ پس میں جس سے منع کروں تو اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر ضرورت بجالاؤ''۔ (ابن حبان، الصحیح، 1:200، رقم:21)

ابن حبان، الصحیح 4:465، رقم:2105

احمد بن حنبل، المسند، 2:247، رقم: 7361؛ ابن راھویہ، المسند، 1:134، رقم: 60؛ ابو یعلی، المسند: 11:195، رقم: 6305؛ ابن رجب، جامع العلوم والحکم: 1:89

اصلاً تمام اشیاء مباح ہیں:

شریعت اسلامیہ کا معروف قاعدہ اور متفقہ اصول ہے کہ

''اصلاً ہر چیز میں اباحت ہے''

(شامی، ردالمحتار، 60:459؛ سرخسی، المبسوط، 24:77؛ عسقلانی، فتح الباری، 9:656؛ سیوطی، الاشباہ والنظائر 1:60؛ برکتی، قواعد الفقہ، 1:59، رقم: 33)

فی نفسہٖ کوئی کام بھی ازروئے شرع برا نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس میں قرآن و سنت میں سے کوئی تعارض پیش نہ آجائے اور وہ کسی ضرورت کے تحت وجود میں آیا۔ اسے قرآن و سنت کی رو سے پیش کریں گے اگر اس کے ساتھ قرآن و سنت کا کسی اعتبار سے بھی تعارض آجائے تو وہ بلا شبہ ناجائز، حرام اور گمراہی تصور ہوگا اور اگر اس کا قرآن و سنت کے کسی بھی حکم کے ساتھ کوئی تضاد یا تعارض واقع نہیں ہوتا تو اسے گمراہی یا حرام تصور کرنا حکمت دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی رہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس طرح کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاسکیں گے''۔

(القرآن، النحل 16:116)

اس قاعدے (الاصل فی الاشیاء الاباحۃ) کو سمجھانے کے لئے ہم ذیل میں دو مثالیں ذکر کرتے ہیں۔ جن سے واضح ہو جائے گا کہ اشیاء کا اصل مباح ہونا ہے نہ کہ حرام۔

مثال 1:

اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ فلاں میرا مقروض ہے تو اب دعویٰ کرنے والا خود ہی گواہی پیش کرے گا اور ثابت کرے گا کہ فلاں میرا مقروض ہے۔ مقروض سے یہ تقاضا نہیں کیا جائے گا کہ وہ ثابت کرے کہ وہ مقروض نہیں ہے کیونکہ اس طرح کا دعویٰ خلاف اصل ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اصلاً کوئی ماں کے پیٹ سے مقروض پیدا نہیں ہوتا۔

مثال 2:

اگر آپ نے کوئی نیک عمل کیا، کسی دوسرے شخص نے کہا کہ یہ (میلاد شریف انگوٹھے چومنا، مزارات کی حاضری وغیرہ) بدعت اور حرام ہے تو اب آپ کو اس چیز کے حلال اور جائز ہونے پر دلائل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ اس شخص سے کہیں کہ وہ اس عمل کے حرام اور ناجائز ہونے پر گواہی لائے کیونکہ اصلاً کوئی چیز حرام نہیں بلکہ مباح ہوتی ہے جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حرام نہ کر دیں۔ مزید یہ کہ متعدد آیات و احادیث مثلاً اوحل لکم ماورآء ذالکم اور قد فصل لکم ما حرما علیکم اور وما سکت عنه فهو مما عضاعنه سے الاصل فی الاشیاء الا باحة سے اس اصول کا واضح طور پر استنباط ہوتا ہے۔ اب چونکہ تم نے اس چیز کے ناجائز اور مکروہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ خلاف اصل ہے لہٰذا تم کو دلیل لانا پڑے گی کہ یہ چیز حرام کس بنیاد پر ہے؟ اگر تم کہو کہ اس کا کہیں قرآن و حدیث میں ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس عمل کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو وہ حلال اور مباح ہے اور جن اعمال کی حلت وحرمت کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہوں تو اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوتی ہے لہٰذا ہمیں بھی اس حکمت خداوندی کو وجہ نزاع نہیں بنانا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہے) کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں

مشقت میں ڈال دیں (اور تمہیں بری لگیں) اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر (نزول حکم کے ذریعہ) ظاہر کر دی جائیں گی (جس سے تمہاری صوابدید ختم ہو جائے گی اور تم ایک ہی حکم کے پابند ہو جاؤ گے) اللہ نے ان (باتوں اور سوالوں) سے (اب تک) درگزر فرمایا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔'' (القرآن، المائدہ 5:101)

آیت مقدسہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کسی چیز کی حلت و حرمت کے بارے میں اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا اور قرآن خاموش ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ چیز جائز اور حلال ہے اب کسی بھی مسلمان کو اس کی حلت و حرمت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ وہ اپنا دائرہ عمل خود اسی طرح تنگ کرتا چلا جائے گا۔

اسلام آسان دین ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ارشادات گرامی میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ دین اسلام اپنے دامن میں ایسی ناروا تنگی اور تکالیف لے کر نہیں آیا کہ اس کو اپنانا مشکل ہو بلکہ اس کے دامن رحمت سے وابستہ ہو کر انسان قوانین فطرت کے تحت آسان زندگی گزار سکتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ایسے حنیف (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے) دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو آسان ہے۔''

(احمد بن حنبل، المسند، 5:266، رقم: 22345

رویانی، المسند، 2:317، رقم: 1279

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:196

طبرانی المعجم، 8:170، رقم: 7715

عجلونی، کشف الخفاء، 1:651، رقم: 658)

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری اور تنگی نہیں چاہتا۔'' (القرآن،185:2)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات جو دین کی بنیاد ہیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہے:

''پس ہم نے یہ قرآن (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی زبان میں آسان کردیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کرنے کے لئے اسے یاد رکھیں۔''

(القرآن،الدخان،58:44)

مندرجہ بالا تمام حقائق کو بطور خلاصہ سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ بھی قابل غور ہے جس میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اور آپ کی اتباع کی برکات کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ونصرت اور تعظیم وتکریم کو کامیابی کی شرط اور ایمان کی اصل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جو اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو نبی اُمی ہے جس (کے ذکر) کو یہود ونصاریٰ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں) یہ نبی ان کو نیک کام کا حکم فرماتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور سب چیزیں ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر سے ان کے بوجھ اور طوق (جو ان پر نافرمانیوں کے باعث) ڈالے گئے تھے اتار دیتے ہیں پس جو لوگ ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تعظیم کی ان کی مدد اور ان پر اترنے والے نور ہدایت کی اتباع کی پس یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔'' (القرآن۔الاعراف 157:7)

قابل افسوس پہلو:

بڑے تعجب کی بات ہے کہ دین دینے والا خدائے بزرگ و برتر اور دین لے کر آنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمار ہے ہوں کہ اسلام بہت آسان اور سہل دین ہے اور خود دین بھی یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ لا اکراہ فی الدین کہ دین میں کوئی تنگی یا دشواری نہیں، یعنی دین خود بھی اپنے آپ کو آسان بتائے لیکن دین کی پیروی کرنے والے اور اس کو آگے پہنچانے والے اس کی آسانیوں کو ختم کر کے اسے اتنا مشکل بنا دیں کہ دین کو اپنانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو ایسے میں دین کی طرف کون راغب ہوگا؟

وہ ذات خداوندی تو ہمارے لئے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اسی لئے اس نے چند جائز اشیاء کی فہرست نہ گنوادی اور علاوہ ازیں سب کچھ جائز و حلال قرار دیا جو دین اسلام کی آسانی کی بین شہادت ہے۔

اس کے برعکس اگر یوں ہوتا کہ شریعت اسلامیہ جائز اشیاء کی فہرست گنوادیتیں اور چند اشیاء مخصوص کر دیتی تو یقیناً متبعین شریعت اسلامیہ کو بہت بڑی دشواری اور نا قابل تصور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اور زندگی بسر کرنا یقیناً ایک مسئلہ بن جاتا لہٰذا اس پر جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے۔ اللہ ربّ العزت نے ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا آسان دین دے کر بھیجا اور ایک شاندار اصول وضع فرما دیا کہ جس چیز سے ہم تمہیں منع کر دیں وہ حرام ہے۔ اس لئے اس سے رک جاؤ اور جس چیز کے متعلق خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہیں وہ قیامت تک تمہارے لئے جائز اور حلال ہے۔ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے طلب نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل کی طرح تمہارا کثرت سے سوال کرنا تمہارے لئے دشواریاں پیدا کر دے تو تم تنگی میں مبتلاء ہو جاؤ گے۔

- چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حج کے احکامات نازل فرمائے اور فرمایا گیا۔

''اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس کے گھر کا حج لازم ہے یہ اس پر فرض ہے جو شخص اس کی طرف جانے کی قدرت رکھتا ہے۔'' (آل عمران:3:97)

تو اس حوالے سے بعض روایات میں مذکور ہے مثلاً

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے پس تم حج کرو اس پر ایک صحابی پوچھنے لگے۔

آقا! کیا ہر سال حج فرض ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا اور خاموش رہے۔''

صحابی نے پھر پوچھا افی کل عام یا رسول اللہ حضور پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ بھی جب یہی سوال دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اگر چہ تم استطاعت نہ رکھتے اس لئے جب تم تک ہم کوئی حکم نہ دیا کریں۔ اس وقت تک از خود سوال نہ کیا کرو۔''

(مسلم، الصحیح، 2:975 کتاب الحج باب فرض الحج 1337

احمد بن حنبل، المسند، 2:508، رقم:10615)

2- حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے سوالات کرنے سے منع فرمایا:

''بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے جو ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو کہ مسلمانوں پر حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔''

(مسلم الصحیح، 4:1831 کتاب الفضائل رقم:3358 بخاری، الصحیح، 6:2658، رقم:6859 'ابوداؤد السنن، 4:201 رقم:4610 'احمد بن حنبل، المسند، 1:179، رقم:1545 'ابن عبدالبر، التمہید، 21:290 'دورقی، المسند، 1:44، رقم:13)

شریعت مصطفوی کا بنیادی اصول سمجھنے میں مدد دیتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ کسی کو اس کی طاقت (گنجائش) سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

(القرآن البقرہ 286:2)

جب اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں دیتا تو ہم کیوں تنگی اور دشواری کو اپنے لئے دعوتیں دیتے پھرتے ہیں۔

فلسفہ حلال وحرام کی روشنی میں تصور بدعت:

اس بنیادی فلسفہ دین اور حلال وحرام کے اصول کو سمجھنے کے بعد اب تصور بدعت کو سمجھنا قدرے آسان ہو جائے لہٰذا ان تصریحات بالا کے مطابق ہر وہ کام جو نیا ہو یعنی جس کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر خدا تعالیٰ بھی خاموش ہے۔ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہے تو وہ کام ہمارے لئے جائز ہوگا تاوقتیکہ اس کام کی حرمت اور ممانعت کا ذکر قرآن میں آ جائے یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ناجائز ہو یا پھر آثار صحابہ سے اس کی حرمت ثابت ہو۔

اب یہ کہنا بالکل بجا طور پر درست تسلیم کیا جائے گا کہ وہ جس کو:

1- قرآن نے ناجائز نہیں کہا:

2- سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز نہیں گردانا۔

3- آثار صحابہ نے ناجائز نہیں قرار دیا اور

4- نہ ہی اجماع امت اس کی حرمت پر متفق ہے تو اس وقت وہ شے اپنی اباحت کے اصول پر جائز رہتی ہے خواہ نئی ہو یا پرانی۔

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری، قصہ جدید و قدیم

کسی شے کا محض پرانا یا نیا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کا معنی تب متعین ہوتا ہے جب وہ شے قرآن کی نص سے متعارض ہو یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع صحابہ

کی مخالف ہو۔ایسی چیز بہر حال ناجائز اور قابل رد ہوگی۔ چاہے اسے کرنے والے کوئی بڑے معتبر افراد ہی کیوں نہ ہوں اور اگر کوئی شے قرآن وسنت اور اجماع صحابہ کی مخالف نہیں ہے اور اس پر بالصراحت نہی وارد نہیں ہوئی تو وہ شے جائز ہوگی خواہ ساری امت مل کر اس کو حرام کرنے کا فتویٰ کیوں نہ صادر کردے۔ اس لئے کہ کسی شے کو حرام کرنے کا اختیار اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے کسی اور کو نہیں۔

علاقائی ثقافت کے پہلو کو بدعت سے تعبیر کرنا غلط ہے

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں جو کچھ کرتے ہیں اس کو قرآن وسنت کی روشنی میں شرعاً ثابت کرنے پر زور دینا ہمارا الا ماشاءاللہ مزاج بن چکا ہے۔ ہم ہر چیز کو بدعت اور ناجائز کہہ دیتے ہیں۔ اس میں میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس اور علاوہ ازیں میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بہت سی چیزیں جو ہمارے ہاں رواج پا چکی ہیں ان کو معترضین بدعت سے تعبیر کرتے نہیں تھکتے۔ کچھ چیزیں اصلاً دینی ہوتی ہیں۔ ان کی اصل توضیح اور استدلال کو کتاب وسنت میں تلاش کرنا چاہئے کہ وہ احکام دین کا حصہ ہوتی ہیں۔ اس کے ثبوت یا عدم ثبوت پر تو حکم شرعی ہونا چاہئے کہ ثابت ہے تو حکم ہے اور اگر غیر ثابت ہے تو حکم نہیں اور باقی چیزوں کی تقسیم کرسکتے ہیں۔

اولاً:

کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں علاقائی اور سماجی رواج شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور نئی بات ہے کہ علاقائی رواج دینی امور نہیں بن جاتے اور وہ چیزیں کلچر یعنی تہذیب وثقافت کا رخ اختیار کرلیتی ہے۔

ثانیاً:

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وقتی مصالح، بدلتے ہوئے حالات لوگوں کے رجحانات اور اجتماعی میلانات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

ثالثاً:

علاقائی، سماجی اور کلچرل ضرورتیں اور تقاضے ہوتے ہیں جو بعض چیزوں کو ناگزیر بنا دیتے ہیں۔

ثقافتی اعتبار سے دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ بات ذہن میں رہے کہ صحابہ کرام کا دور ثقافتی اعتبار سے سادہ دور تھا۔ اس دور کا کلچرل اور تاریخی نقطہ نظر سے جائزہ لیں تو اس دور میں مسجدیں پتھر اور اینٹوں سے سادگی کے ساتھ بنائی جاتی ہیں۔ گھر بھی بالعموم سادہ اور کچے بنائے جاتے ہیں۔ کھجور کے پتوں اور شاخوں کو استعمال میں لیا جاتا، جبکہ خانہ کعبہ پتھروں سے بنا ہوا موجود تھا۔ وہ چاہتے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنا سکتے تھے مگر اس دور کا معاشرہ ثقافت، رسم و رواج سادہ اور فطرت سے انتہائی قریب ہے۔ ابتدائی تہذیب کا زمانہ تھا کپڑے بھی ایسے ہی تھے جیسے انہیں میسر تھے۔ کھانا پینا بھی ایسا ہی تھا یعنی ہر ایک عمل میں سادگی نمایاں تھی۔ تو جب ہر چیز میں یہ انداز واضح طور پر جھلکتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے میں بھی ان کا اپنا انداز اس دور کے کلچر کی انفرادیت کا مظہر تھا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثقافتی مظاہرے

ہم یوم پاکستان اور یوم قائد مناتے ہیں۔ اس موقع پر جلوس نکالتے ہیں۔ یہ ہمارے علاقائی رسم و رواج کا حصہ ہے اسے شرعی نہیں بلکہ ثقافتی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک پر خوشی منانا قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ مومن کا دل خوشی و انبساط سے لبریز ہو جائے البتہ اس کے اظہار کے مختلف ثقافتی طریقے ہوں گے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ اگر یوم پاکستان منانا ثقافتی نقطہ نظر سے درست ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن انسانی تاریخ کا اہم ترین دن ہے۔ اس کو ایسے کیوں نہ

منایا جائے؟ اگر یوم آزادی پر توپوں کی سلامی دی جاتی ہے تو میلاد کے دن کیوں نہ دی جائے؟ اس طرح اور موقعوں پر چراغاں ہوتا ہے تو یوم میلاد پر چراغاں کیوں نہ کیا جائے؟ اگر قومی تہوار پر قوم اپنے عزت اور افتخار کو نمایاں کرتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن وہ بطور امت اپنے جذبہ افتخار کو نمایاں کیوں نہ کرے؟

یہ پوچھا جاتا ہے کہ عرب کیوں جلوس نہیں نکالتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کے کلچر میں جلوس نہیں جبکہ عجم کے کلچر میں ایسا ہے عربوں کے ہاں کسی بادشاہ کی سالگرہ کے دن اور تاج پوشی پر بھی جلوس نہیں نکالا جاتا۔

عرب امارات، مصر میں لوگ میلاد مناتے ہیں لیکن جلوس کا نکالنا ان کے کلچر میں بھی نہیں جبکہ ہمارے ہاں تو ہاکی کے میچ میں کامیابی پر بھی جلوس نکالنا خوشی کا مظہر سمجھا جاتا ہے جیتنے والی ٹیموں اور الیکشن جیتنے والے امیدواروں کا استقبال جلوس کی شکل میں کیا جاتا ہے۔

لہٰذا جو عمل شریعت میں منع نہیں بلکہ مباح ہے اور ثقافتی ضرورت بن گیا ہے اور اس کا اصل مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا ہے تو اس پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

۲۔محفل میلاد میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا ثقافت کا حصہ ہے۔

ہم کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں جبکہ اہل عرب کے ہاں اکثر بیٹھ کر صلوۃ و سلام پڑھا جاتا ہے کچھ لوگ کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں بحالت قیام صلوۃ وسلام کا اگرچہ شرعی جواز موجود ہے مگر اس کا دوسرا پہلو علاقائی اور ثقافتی ہے۔ ہمارے پاس کثرت کے ساتھ کھڑے ہونے کا رواج ہے جبکہ عربوں میں بیٹھ کر پڑھنے کا رواج ہے۔ اسے کبھی کسی نے موضوع بحث نہیں بنایا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے انعقاد پر اس کو بلا جواز موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں اکثر قیام بھی کرتے ہیں جبکہ رفاعی صاحب کے ہاں صلوٰۃ وسلام کا ورد بیٹھے بیٹھے کیا جاتا ہے۔ یہ

اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

3- عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آرائش وزیبائش کلچر کا حصہ ہے:

دورِ صحابہ میں یہ چیزیں نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے کہ ان کی طبیعت کے اندر نیکی اور خیر کے پہلو اتنے غالب ہوتے تھے کہ انہیں کسی اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ حکم ہی کافی تھا۔

لیکن آج صورت حال بدل چکی ہے۔ حکم کے وہ اثرات نہیں رہے۔ اس لئے چار وناچار طبیعتوں کو نیکی کی طرف راغب کرنے کے لئے مسجدیں خوبصورت بنانے کا رجحان زور پکڑ گیا ہے۔ مسجدوں کی زیب وزینت کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے ایسا کیوں ہے؟ اس لئے ہے کہ ظاہری اسباب رغبت کا باعث بنتے ہیں اس لئے فرمایا:

''اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو۔''

(القرآن، الاعراف، 7:31)

اس پہلو کا تعلق احکام شریعت سے نہیں ہے یہ ثقافتی حصہ ہیں۔

اپنی داڑھی کے بالوں کو سنوارنا، سرمہ لگانا، تیل لگانا، اچھے کپڑے زیب تن کرنا، یہ سب اعمال سنت ہیں۔ یہ ظاہری رغبت دلانے والی چیزیں ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا:

''جو شخص اس درخت میں سے کھائے یعنی لہسن وہ ہماری مساجد میں نہ آئیں۔''

(مسلم، الصحیح، 1: 394، رقم، 561' ابوداؤد، السنن، 3: 161، رقم: 3825' ابن ماجہ، السنن، 1: 325، رقم: 1016)

کیا لہسن کھانے والا کسی قبیح جرم کا مرتکب ہو گیا ہے کہ اسے مسجد میں آنے سے روکا جاتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اسباب ہی کی بناء پر فرمایا کہ مساجد میں خوشبو

لگا کر آئیں اگر لہسن کھا کر آئے گا تو مساجد میں بیٹھنے والے لوگوں کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوگا۔ ثابت ہوگا کہ اسلام میں ظاہری اسباب پیدا کئے جانے کو قرین حکمت اور قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔

تصور بدعت آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں:

جیسا کہ گزشتہ بحث میں بدعت کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے اچھی طرح واضح ہو گیا تھا کہ لغوی اعتبار سے بدعت نئی چیز ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس کا تصور صحابہ کرام کے آثار میں بھی موجود تھا یا نہیں؟ اس کی وضاحت کے لئے یہاں اختصار کے پیش نظر ہم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا عمل بیان کرتے ہوئے موضوع متذکرہ کی وضاحت کریں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے لئے ان کا عمل سب سے زیادہ معتبر ہے۔

1- جمع قرآن اور شیخین رضی اللہ عنہما کا عمل:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو اس وقت جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں تقریباً 700 حفاظ قرآن صحابہ شہید ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ اگر یہ سلسلہ جہاد وقتال اسی طرح جاری رہا اور وہ صحابہ جن کے سینوں میں قرآن حکیم محفوظ ہے شہید ہوتے رہے تو عین ممکن ہے کہ حفاظت قرآن میں خاصی دشواری پیش آئے کیونکہ قبل ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس سے اب تک قرآن حکیم کے ایک جلد میں جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا تھا بلکہ متفرق مقامات پر مختلف صورتوں میں لکھا ہوا موجود تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ فکر دامن گیر ہوئی تو آپ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا یا خلیفۃ الرسول حفاظ صحابہ جنگوں میں شہید ہوتے جا رہے ہیں۔ کہیں

کل حفاظت قرآن مسلمان کے لئے ایک مسئلہ نہ بن جائے۔اس لئے میری ایک تجویز ہے کہ قرآن کو ابھی سے ایک کتابی صورت میں لکھ کر یکجا کر دیا جائے اس طرح اس کی حفاظت کا بہتر اہتمام ہو سکے گا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں؟ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا:

حضرت عمر فاروق نے جواب دیا اے امیر المومنین! درست ہے کہ یہ کام ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات مقدسہ میں نہیں کیا لیکن ہو واللہ خیر اللہ کی قسم ہے بہت اچھا اور بھلائی پر مبنی ہے لہٰذا ہمیں اسے ضرور کرنا چاہیئے۔

اس بحث وتمحیص کے دوران سیدنا ابوبکر صدیق کا سینہ کھل گیا اور فرمایا: اے عمر! اللہ تیری قبر کو روشن کرے۔تو نے اپنی گفتگو سے میرے سینے کو روشن کر دیا ہے۔اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ نوجوان اور سمجھدار شخص ہیں۔علاوہ ازیں آپ چونکہ وحی بھی لکھتے ہیں ان تمام وجوہات کی بنا پر ہم آپ کو ہی اس کام پر مامور کرتے ہیں لہٰذا قرآن کو مختلف مقامات سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دیں۔اب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جب اتنی بڑی اور نازک ذمہ داری سے عہدہ برآمد ہونا پڑا تو فرمانے لگے۔''اللہ کی قسم! (ابوبکر رضی اللہ عنہ) مجھے اگر کسی پہاڑ کے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ قرآن کے جمع کرنے سے میرے لئے آسان ہوتا۔زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے عرض کیا آپ وہ کام کس طرح کرتے ہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔''

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سینہ کھل گیا اور وہ اس کام کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے کھجور کی شاخوں،سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کرنا شروع کر دیا اور اس طرح تیار کئے گئے قرآن حکیم کے چند نسخے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ کے پاس محفوظ ہو گئے تھے۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے منگوا کر قرآن حکیم کو دوبارہ موجودہ ترتیب میں یکجا کر دیا۔

اس طرح تاریخ اسلام میں پہلی بدعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم کے ہاتھوں سے وقوع پذیر ہوئی۔

2-باجماعت نماز تراویح کی ابتداء:

جمع وتدوین قرآن کی طرح یہ عمل بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے تعمیل میں باقاعدہ وجود پذیر ہوا۔

احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں رمضان المبارک میں تین راتیں نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ اس کے بعد فرض ہو جانے کے خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی میں تنہا پڑھتے رہے اور تمام صحابہ کرام بھی انفرادی طور پر اپنی اپنی نماز پڑھ لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اڑھائی سالہ دور خلافت میں بھی صحابہ کا یہی معمول رہا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور آپ نے دیکھا کہ رمضان المبارک میں لوگ مختلف شکلوں میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں تو اس خیال سے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اندر مساجد کو آباد کرنے کا ذوق بھی کم ہو سکتا ہے اور اگر صورتحال یہی رہی تو عین ممکن ہے کسی وقت لوگ نماز تراویح پڑھنا ہی ترک کر دیں۔ انہوں نے یہ اجتہاد فرمایا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس قصد کو پختہ فرما کر سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو حافظ قرآن تھے نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ:

''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف

نکلا تو لوگ متفرق تھے۔ ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ انہیں ایک قاری کے پیچھے سب کو جمع کر دوں۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سونے جاتے ہیں اس سے بہتر حصہ ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں۔ مراد رات کا آخری حصہ تھا جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔ اس روایت میں سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے خود "نعم البدعۃ ہذہ" فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ ہر بدعت بدعت سیئہ نہیں ہوتی بلکہ بے شمار بدعات اچھی بھی ہوتی ہیں جو نماز تراویح کی صورت میں اکٹھے ہو کر قرآن سنتے ہیں۔ یہ بھی ناجائز اور حرام ہوتا مگر ہمیشہ یہ امر مستحسن رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے۔ یہ محض قیاسی تقسیم نہیں بلکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر قائم ہے"۔

۳- نماز جمعہ سے قبل دوسری اذان:

نماز جمعہ سے پہلے مساجد میں دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے پڑھی جاتی ہے یہ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں شروع کی گئی۔ محدثین نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "بے شک جمعہ کے دن دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔

(بخاری، الصحیح 1:310، کتاب الجمعہ

شوکانی، نیل الاوطار، 3:323

وادیاشی، 1:506، رقم، 624)

اقسام بدعت:

ائمہ ومحدثین نے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امام شافعی:

شافعی فقہ کے بازی امام شافعی کی تقسیم ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''محدثات میں دو قسم کے امور شامل ہیں۔ پہلی قسم میں تو وہ نئے امور ہیں جو قرآن وسنت یا اثر صحابہ یا اجماع امت کے خلاف ہوں۔ وہ بدعت ضلالہ ہے اور دوسری قسم میں نئے وہ امور ہیں جن کو بھلائی کے لئے انجام دیا جائے اور کوئی ان میں سے کسی کی مخالفت نہ کرتا ہو پس یہ امور (نئے کام) ناپسندیدہ نہیں ہیں۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں تراویح کے قیام کے موقع پر فرمایا تھا کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

(ذہبی، سیر اعلام النبلاء، 8:408' سیوطی، حسن، المقصد 548' صالحی، سبل الہدی والرشاد 1:370)

2- عزالدین بن عبدالسلام:

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں۔

''بدعت ایسا فعل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا اور بدعت کو پانچ احکام میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی واجب اور مندوب [illegible] اور اس کی پہچان کا طریقہ کار یہ ہے کہ بدعت کو قواعد شرعیہ پر رکھا جائے گا پس وہ جو حکم شرعی پر پورا اترے گا اسی قسم میں سے ہوگا تو بدعت واجبہ میں سے نحو کا علم سیکھنا ہے جس سے قرآن اور سنت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور بدعت محرمہ میں سے نئے مذہب کا بنانا جیسے قدریہ اور بدعت مندوبہ میں سے مدارس اور نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا، اور بدعت مباحہ میں نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور بدعت مکروہہ میں سے ہیں مساجد اور قرآن کی تزئین

و آرائش کرنا یعنی سونا استعمال کئے بغیر“۔ (ابن حجر عسقلانی، الفتاویٰ الحدیثیہ: 130)

3-امام نووی علیہ الرحمہ

امام نووی بدعت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”شریعت میں بدعت سے مراد وہ امور ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھے۔ بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شیخ عز الدین بن عبدالاسلام ”القواعد“ میں فرماتے ہیں بدعت کو واجبۃ، محرمۃ، مندوبۃ، مکروہۃ اور مباحہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(نووی، تہذیب الاسماء واللغات، 3:22، سیوطی حسن المقصد، 51' صالح، سبل الہدیٰ والرشاد، 1:370)

4-ملا علی قاری علیہ الرحمہ

آپ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں:

شیخ عز الدین بن عبدالسلام ”القوائد البدعۃ“ کے آخر میں فرماتے ہیں بدعت واجبہ میں قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھنے کے لئے نحو کا سیکھنا، اصول فقہ کی تدوین کرنا اور علم جرح والتعدیل کا حاصل کرنا ہے جبکہ بدعت محرمہ میں نئے مذاہب کا وجود ہے جیسے بریہ، قدریہ، مرجئہ، اور مجسمہ اور ان تمام کا رد بدعت واجبہ سے کیا جائے گا۔ کیوں کہ اس بدعت سے شریعت کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے جبکہ بدعت مندوبہ میں سرائیں اور مدارس کا قیام اور ہر قسم کی نیکی کا فروغ جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھے جیسے باجماعت نماز تراویح اور تصوف کے پیچیدہ نکات و رموز پر گفتگو کرنا شامل ہیں۔ بدعت مکروھہ میں شوافع کے ہاں مساجد اور قرآن کی تزئین و آرائش کرنا ہے جبکہ احناف کے ہاں یہ مباح ہے اور بدعت مباحہ میں شوافع کے ہاں، فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور احناف کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اسی طرح لذیذ کھانے پینے اور گھروں اور آستینوں کو وسیع کرنا بھی بدعت مباحہ میں ہے۔

(ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 1:216)' (شبیر احمد دیوبندی، فتح الملہم، شرح صحیح مسلم 2:406)

کل بدعۃ ضلالۃ کی شرح:

ملاعلی قاری ہی حدیث مبارکہ کل بدعۃ ضلالۃ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس عمل کا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر ملے گا اور یہ کہ حضرات شیخین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کیا اور زید نے اس کو صحیفہ میں لکھا اور عہد عثمان میں اس کی تجدید کی گئی۔''

(مرقاۃ شرح مشکاۃ، 1:216)

(شبیر احمد دیوبندی، فتح الملہم شرح صحیح مسلم 2:406)

2- ابن حجر مکی بدعت کی اقسام بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''اور جو حدیث میں ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔ اس حدیث کو بدعت محرمہ پر محمول کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی پر نہیں''۔ (ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیہ: 130)

5- عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ:

آپ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں بدعت کی اقسام یوں بیان فرماتے ہیں۔

''بعض بدعتیں ایسی ہیں جو کہ واجب ہیں مثلاً علم صرف ونحو کا سیکھنا اور سکھانا کہ ان کے ذریعے آیات واحادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت کے غرائب اور دوسری بہت سی چیزوں کو حفظ کرنا جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے اور کچھ بدعات مستحسن اور مستحب ہیں جیسے سرائیں اور دینی مدرسے تعمیر کرنا، اور بعض بدعات بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہیں جیسے مساجد اور قرآن حکیم کی آرائش وزیبائش کرنا''۔

(اشعۃ اللمعات، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ 1:125)

6-ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ

ابن حجر عسقلانی نے اپنی مشہور ومعروف تصنیف ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں بدعت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اصل میں بدعت سے مراد یہ ہے کہ ایسے نئے امور کے پیدا کیا جانا جن کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان امور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہو تو وہ بدعت مکروہہ (بری) کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہوئی تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہوگا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے (یعنی کہ واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ)'' (فتح الباری، 253:4)

محدثین کی طرف سے بدعت کی اس تقسیم کے بعد معلوم ہوا کہ اگر بدعت شریعت کے مستحسنات کے تحت آ جائے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر مستحبات کے تحت آ جائے (یعنی مخالف دلیل ہو) تو بدعت سیئہ ہے اگر ان قسموں میں نہ آ جائے تو وہ بدعت مباحہ ہے۔

ذیل میں ہم خلاصہ محدثین کی بیان کردہ بدعت کی تقسیم بیان کریں گے۔ بنیادی طور پر بدعت کی دو اقسام ہیں۔

1-بدعت حسنہ

2-بدعت سیئہ

ان میں سے ہر ایک کی پھر مزید اقسام ہیں جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

بدعت حسنہ کی اقسام

بدعت حسنہ کی مزید تین اقسام ہیں:

1- بدعت واجبہ

وہ کام جو اپنی ہیئت میں تو بدعت ہو لیکن اس کا وجود واجب کی طرح دین کی ضرورت بن جائے اور اسے ترک کرنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے قرآن آیات پر اعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کی درس و تدریس، اصول تفسیر اصول حدیث، فقہ اور دیگر علوم عقلیہ وغیرہ کی تعلیم کا اہتمام دینی مدارس کا قیام، درسِ نظامی کے عنوانات اِن کی اصلاحات سب ''بدعت واجبہ'' ہیں۔

جو کام اپنی ہیئت اور اصل میں بنا ہو لیکن شرعاً نہ ممنوع ہو اور نہ ہی واجب کی طرح ضروری بلکہ عام مسلمان اسے ثواب اور مستحسن امر سمجھ کر کریں تو اس کے نہ کرنے والا گنہگار بھی نہیں ہوتا لیکن کرنے والے کو ثواب ملتا ہے جیسے مسافر خانے، مدارس کی تعمیر اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے نہیں تھی اس کا ایجاد کرنا جیسے نماز تراویح کی جماعت، تصوف و طریقت کے باریک مسائل کا بیان، محافل میلاد، محافل اعراس وغیرہ جنہیں عام مسلمان ثواب کی خاطر منعقد کرتے ہیں اور ان میں شرکت نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جس کو (بالعموم) مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔''

(بزار، المسند، 5:213، رقم 1816)

3- بدعت مباحہ

وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور جسے مسلمان صرف جائز سمجھ کر ثواب کی نیت کے بغیر اختیار کرلیں۔ فقہاء نے فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے اور عمدہ عمدہ جدید کھانے اور مشروبات کے استعمال کو ''بدعت مباحہ'' گنوایا ہے۔

بدعت سیئہ کی اقسام:

بدعت سیئہ کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

1- بدعت محرمہ

وہ نیا کام جس سے دین میں تضاد، اختلاف اور انتشار واقع ہو مثلاً نئے مذاہب جیسے قدریہ، جبریہ مرجئہ اور مرزائی وقادیانی مذہب کا وجود میں آنا جبکہ ان مذاہب باطلہ کی مخالفت بدعت واجبہ کا درجہ رکھتی ہے۔

2- بدعت مکروہہ

جس نئے کام سے سنت موکدہ یا غیر موکدہ چھوٹ جائے۔ اس میں علماء متقدمین نے مساجد کی بلاضرورت فخریہ آرائش وتزئین وغیرہ کو شامل کیا ہے۔

تقسیم بدعت پر متن حدیث سے استشہاد

بدعت کے مذکورہ تصور اور تقسیم کو مزید وضاحت سے سمجھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہایت اہم ہے جسے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے اسلام مین کسی نیک کام کی ابتدا کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتدا کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اس حدیث میں لفظ ''سن'' لغوی معنی کے اعتبار سے ''ابدع'' کے ہم معنی ہے یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھی (نئی) راہ نکالی تو اس کو اس کا اجر ملے گا یہاں سے ''بدعت حسنہ'' کا تصور ابھرتا ہے۔ اسی طرح ''من سن فی الاسلام سنة سیئه'' سے بدعت سیئہ کی طرف اشارہ ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو صرف ''سنت'' ہی مراد ہے بدعت مراد نہیں لی جا سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اس سے مراد حرف ''سنت'' ہی ہوتا تو

کیا وہاں حسنہ کہنے کی ضرورت تھی؟ کیا کوئی سنت غیر حسنہ بھی ہوسکتی ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ عمل کرنے کے حوالے سے من عمل تو کہہ سکتے ہیں مگر من سن کہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جب سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو پھر عام اس سے کیا راہ نکالے گا تو صرف عمل اور اتباع کا پسند کا پابند ہے پس ثابت ہوا کہ سن سے مراد اپنا عمل اور بدعت ہے۔

اسی حدیث کے دوسرے حصے میں فرمایا کہ من سن فی الاسلام سنة سيئة یعنی جس نے اسلام میں بری راہ نکالی یہاں پر سنة سیئة کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں سن سے مراد معروف معنوں میں سنت نہیں ہے بلکہ یہاں لغوی معنی راستہ اور نئی راہ نکالنا مراد ہے۔

بدعت کی مندرجہ بالا اقسام اور تفصیلات کو متعدد ائمہ حدیث اور فقہاء نے اپنے اپنے انداز میں اپنی کتب میں بیان کیا ہے جس میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ فتح الباری از ابن حجر عسقلانی ۴:۲۵۳
۲۔ احیاء العلوم الدین از امام غزالی ۲:۳
۳۔ منہاج السنہ از ابن تیمیہ ۴:۲۲۴
۴۔ الاعتصام از امام شاطبی
۵۔ تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی ۳:۲۲
۶۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام از عز الدین بن عبدالسلام ۲:۱۷۳
۷۔ شرح الموطا از امام زرقانی ۱:۲۳۸
۸۔ جامع العلوم والحکم از ابن رجب حنبلی:۱۶۰
۹۔ فتاوی الحدیثیہ از ابن حجر مکی ۲۰۵
۱۰۔ السبین بشرح الاربعین:۲۴۱
۱۱۔ جامع الاصول از علامہ ابن اثیر
۱۲۔ مصباح الزجاجہ حاشیہ ابن ماجہ علامہ جلال الدین سیوطی

۱۳- ردّالمحتار شرح درالمختار از علامہ شامی

۱۴- مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملاعلی قاری

۱۵- مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

خلاصہ:

ان ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس ڈھب پر نہیں دیکھا جاتا کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں اور بعد میں کب شروع ہوا (بلکہ اس کو پرکھنے کے لئے کسی عمل کی ہیئت کبھی رسم دیکھی جاتی ہے کیونکہ اس کام میں کئی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں اور کبھی کئی مصلحتیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ دیکھنے اور غور وفکر کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس کی کوئی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیا بلاواسطہ یا بالواسطہ اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے؟ یا پھر وہ کام اس لئے بھی قابل مذمت ٹھہرتا ہے کہ اس سے کسی واجب، سنت یا مستحب وغیرہ پر اثر پڑتا ہے یا اس کا ان کے ساتھ اختلاف یا تعارض رونما ہوتا ہے۔ اگر کسی عمل کی اصل قرآن حکیم یا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ طعن وتشنیع اور گمراہی یا گناہ وغیرہ کا باعث نہیں رہتا اور اگر بفرض محال قرآن وسنت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ثابت نہ بھی ہو لیکن اس سے قرآن وسنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی وہ کسی قسم کی قباحت کا باعث نہیں بنتا اور نہ ہی اس سے طعن وتشنیع جائز ہے۔ ہاں صرف اس صورت میں کوئی بدعت ناجائز ہے اور قبیح کے زمرے میں شامل ہو کر قابل مذمت ٹھہرے گی جب قرآن وسنت کی فلاں نص کے خلاف ہے یا شریعت کے فلاں حکم کی مخالفت میں ہے یا یہاں دیکھنا یہ مقصود ہے کہ یہ دنیا کا کام دین کے عمومی مزاج اور اس کی روح کے منافی تو نہیں۔

جیسا کہ (بدعت کی تعریف کرتے ہوئے) وضاحت ہو چکی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی بھی نیا کام اس وقت ناجائز حرام پاتا ہے جب وہ شریعت اسلامیہ کے کسی حکم کی مخالفت کر رہا ہو اور اسے ضروریات دین سمجھ کر قابل تقلید ٹھہرا لیا جائے یا پھر

اسے ضروریات دین شمار کرتے ہوئے اس کے نہ کرنے والے کو گنہگار اور کرنے والے کو ہی مسلمان سمجھا جائے تو اس صورت میں بلا شبہ جائز اور مباح بدعت بھی ناجائز اور قبیح بن جاتی ہے اور اگر جائز اور مستحسن بدعت میں ناجائز امور کو شامل کر دیا جائے جن کی رو سے روحِ اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ بدعت بھی قابل مذمت بن جاتی ہے۔

جشن میلاد کی اصل موجود ہے:

قرآن کی آیات اور متعدد احادیث کا حوالہ گزشتہ بحث میں تفصیلاً دیا جا چکا ہے۔ ان میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت اور اس کی اصل غرض و غایت صراحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان عظیم تصور کرتے ہوئے اس کے حصول پر خوشی منانا اسے باعث مسرت و فرحت جان کر تحدیث نعمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے بطور عید منانا مستحسن اور قابل تقلید عمل ہے۔ پھر یہ خوشی منانا نہ صرف سنت الٰہی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی سنت بھی قرار پاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی ثابت ہے اور سابقہ امتوں کے عمل کی گواہی بھی قرآن نے صراحۃً فراہم کر دی ہے۔ اب بھی اگر کوئی جواز اور عدم جواز کو بحث و مناظرہ کا موضوع بنائے اور اس کو ناجائز و حرام اور قابل مذمت کہے تو اسے ہٹ دھرمی اور بے علمی کے سوا اور کیا کہا جائے گا؟

ہماری چند دیگر مطبوعات
سنی خواتین کی محفل میلاد
سنی خواتین کی محفل میلاد
محبوب نبی
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022